U56405. Date. 5.1-10

Title - SUDARSHAN YAANI DEEDAR HAQ. (Part-2).

Creator - Babu Manohar Lal Bhargava.

Publisher - Munshi Nawal Kishore Press (Lucknow).

Date - 1913.

Pages - 219.

Subjects - N.A.

سدرشن

یعنی

دیدار حق

حصّہ دوم

ایک عجیب دلچسپ مضمون

مصنّفہ

آپکا ایک سچّا خیر طلب خادم

باہتمام بابو منوہر لال بھارگو سپرنٹنڈنٹ

تیسری بار

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۱۳ء

قیمت فی جلد ۸/

تعداد طبع ۱۰۰۰

غلط نامہ حصہ دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٣	١٠	طبحیات	طبیعات
//	١٢	اسمات ۔ وآثار	اسمات وآثار
//	١٣	وغیرہ نقشے	وغیرہ کے نقشے
١٥	٩	پیماۓ	پیمانے
٢٠	١٥	پوچھہ	پونچھ
٣٢	١١	پہرے پھول	پہرے ۔ پھول
٣٥	٥	راگنی	راگنیں
٤٨	١٢	اس لیے	اسی لیے
٨١	١٠	مقر	مقرر
//	١٢	ہوسکتا	ہوسکتی
٩٣	٩	مین ۔ تنزل	مین تنزل
٩٧	١٣	ازار	آزاد
٩٨	١٩	تبلا	تبتا
١٠٧	٥	مورخہ فلاں	مورخہ
١١١	١٨	سکھے	سکتے
١٢٩	٤	تماسوں	تماشوں
١٣٠	٧	نقش ۔ برآب	نقش برآب
//	١٣	برہمانڈ کے کے	برہمانڈ کے ہے
١٣٤	١٢	راا ست	راست
١٥٠	١٩	احباب سے	احباب کے
١٥١	١٩	پتلون اروسی	پتلون اور روسی
١٦٧	٧	فلسفہ سے	فلسفہ کے
١٧٢	١٦	مارمولی	نارمولی
١٧٣	٥	برکے	برے
//	١٦	دلی	دلّی
١٩٥	٧	گرسی	کرسی
١٩٨	١	سُرشتی	سرِشتی
//	١٢	अरा	अरिा
٢٠٦	١١	راضی رہین	راضی ہین

فہرست مضامین

ہفت منزل

اسی طرح میلے کی سیر کرتے ہوئے اور عجائبات قدرت کا تماشا دیکھتے ہوئے ایک دن سوامی جی اور مین ایک بلند عالیشان پھاٹک پر پہونچے جو پتھر کا بہت مضبوط اور خوشنما بنا ہوا تھا اور جس مین بھاری آہنی کواڑ لگے تھے۔ طرز تعمیر سے ظاہر تھا کہ اس قدیم وضع کی عمارت کو بنے ہوے بیشمار زمانہ گذر گیا ہے۔ اُسکی ساخت اور صنعت بتا رہی تھی کہ وہ کسی ہنرمند صناع کی دستکاری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کا دروازہ بند تھا جسکے آگے ایک چوکی پر تکیہ لگائے ایک پیر مرد بیٹھا تھا اوسکی ڈاڑھی لمبی اور سفید تھی اور سر کے بال چپکے ہوئے تھے مگر ہاتھ پاؤن مضبوط چہرہ وجیہ و نورانی۔ بشرہ بشاش۔ لباس رنگارنگ تھا۔ اور باوجود پیرانہ سالی کے جوان معلوم ہوتا تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ شخص یہان کا دربان ہے اور اوسکا نام **زمان خان** ہے۔ اوسکے پاس دو سپاہی **شب و روز** کمربستہ تعمیل احکام کے لیے حاضر رہتے تھے۔

پھاٹک پر پہونچتے ہی میری نظر ایک سنگ مرمر کی لوح پر پڑی جو ذرا بلندی پر بطور کتبہ کے لگی ہوئی تھی۔ اس پر سنگ موسی کی پچی کاری سے تین سطرین مرتسم تھین۔ پہلی سطر مین جلی حرفون مین **ہفت منزل** تحریر تھا۔ دوسری سطر مین کسی قدر خفی

قلم مین **सत्यात् नास्ति परोधर्म्मः** یعنی ع

راستی موجب رضاے خدا ست

لکھا تھا۔ اور تیسری سطر مین باریک حروف مین "پُلشی پدُ دھیان" مرقوم تھا۔ لوح کی صورت حسب ذیل تھی۔

ہفت منزل

सत्यात् नास्ति परोधर्म्मः

پُلشی پدُ دھیان

اوپر کی دو سطرین تو مین نے دیکھتے ہی پڑھ لین مگر نیچے کی سطر بعد غور پڑھی گئی۔

ہم نے خان صاحب سے اندر جانے کی اجازت چاہی۔ اُنھون نے ایک سپاہی کو رقعہ دیکر سوامی جی کے ہمراہ کیا۔ جب وہ اجازت لیکر واپس آئے تو دوسرے سپاہی کو ایک رقعہ دیا اور کہا کہ آپ کو مولانا علم کے پاس لیجاؤ۔ مین اپنے رہنما سپاہی کے ساتھ ہولیا۔ پھاٹک کے پہلو مین داہنی جانب ایک زینہ تھا اُسکے ذریعہ سے ہم اُس بالاخانہ پر پہونچے جو باہر سے دکھائی دیتا تھا۔ یہ ایک وسیع کمرہ تھا۔ اُسکے صدر دروازہ پر جلی حرفون مین لکھا تھا۔ ع

کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

سپاہی نے مجھے دروازے پر ٹھہرنے کو کہا اور خود اندر جاکر مولانا ممدوح کی خدمت مین رقعہ پیش کیا اوسے پڑھتے ہی اونھون نے مجھے اندر بُلا لیا۔ مین کمرہ مین داخل ہوا تو دیکھا کہ

کوئی چوبیس پچیس برس کا ایک لاغر اندام ۔خندہ پیشانی ۔خوشرو جوان ایک نفیس قالین پر بیٹھا ہوا کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے اور اوسکے پاس کچھ کتابین رکھی ہین ۔یہ کمرہ جسقدر وسیع تھا اوسی قدر روشن اور ہوادار بھی تھا ۔چارون طرف دروازے تھے اور ان کے دہنے بائین الماریان لگی تھین جن مین مختلف علوم و فنون کی کتابین چنی ہوئی تھین ۔ہر الماری پر اوسی علم کی تختی لگی تھی جسکی کتابین اوسمین رکھی تھین تاکہ تلاش کرنے والیکو دقت نہو ۔ایک دیوار پر جلی قلم سے علم ریاضی لکھا تھا اوسکے نیچے کی الماریون پر اوسکی ہر شاخ کے متعلق پیشانیان لگی ہوئی تھین ۔کسی پر جبر و مقابلہ ۔کسی پر اقلیدس ۔کسی پر ہندسہ و مساحت ۔اور کسی الماری پر علم ہیئت و نجوم مندرج تھا ۔اسکے بالائی دیوار پر جر ثقیل کے آلات اور اجسام فلکی کے اشکال اور آسمانی نجوم و بروج کے نقشے آویزان تھے ۔دوسری دیوار پر موٹے حرفون مین علم طبعیات لکھا تھا اسکے تحت کی الماریون میں ہر صنف مثلاً جمادات ۔نباتات ۔کیمیا ۔وغیرہ کے ٹکٹ چسپان تھے ۔اور دیوار پر زمین کے طبقات پہاڑون کے سلسلے اور اونکی بلندی کے پیمانے ۔ہواؤن کے اسمات ۔و آثار طوفان اور زلزلون کی آمد کے علامات وغیرہ نقشے لٹک رہے تھے تیسری دیوار پر علم الابدان مندرج تھا ۔جسکی متعلقہ الماریون مین خواص و افعال ادویہ ۔تشخیص امراض ۔تشریح اعضا وغیرہ کے عنوان لگے ہوے تھے ۔دیوار پر اعضا رئیسہ کے نقشے اور جسم انسانی کے مختلف حصون کی تصویرین آویزان تھین ۔چوتھی دیوار پر علم معقولات لکھا تھا ۔نیچے کی الماریون پر منطق فلسفہ ۔الٰہیات ۔وغیرہ کے ٹکٹ لگے تھے ۔اور دیوار پر نظام شمسی ۔ہفت طبقات عالم وغیرہ کے نقشے لٹکے ہوے تھے ۔

مولانا صاحب نے سر اوٹھا کر میری طرف دیکھا اور پوچھا تم کون ہو اور کہان سے

آئے ہو۔ مین نے ادب سے عرض کیا حضور مین خود اسی جستجو مین ہون کہ مین کون ہون اور کہان سے آیا ہون اور اسی تلاش مین در دولت پر حاضر ہوا ہون ؏

ظاہر مین گو کہ بیٹھا لوگون کے درمیان ہون
پر یہ خبر نہین ہے مین کون ہون کہان ہون

امید ہے کہ یہان میری یہ آرزو برآئے گی ۔ ارشاد ہوا کہ اگر طلب صادق ہے اور تلاش راسخ تو مصداق "جوئیندہ یابندہ" آپ ضرور کامیاب ہونگے۔ آپ نے پھاٹک پر ہفت منزل لکھا دیکھا ہوگا ۔ یہ عقدہ منزل ہفتم مین پہونچکر بخوبی حل ہوجائیگا ۔ اگر طبیعت مین اسقدر ہمت و استقلال ہے کہ اوسنے آپکی کل دنیوی خواہشون کو فنا کردیا ہے تو ایک دن آپ ضرور منزل مقصود پر پہونچ جائینگے رباعی

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند	سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار	این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

یاد رہے کہ یہ منزلین بہت خطرناک اور دشوار گزار ہین ۔ طرح طرح کی دل لبھانے والی چیزین قدم قدم پر موجود ہین جنکی کشش سیاح کے دل کو بے اختیار اپنی جانب کھینچ لیتی ہے ۔ جبتک راستہ کی دشواریون اور منزل کے رہزنون سے کما حقہ واقفیت نہو ہرگز یہ سفر طے نہین ہوسکتا ۔ اسکے بعد مجھسے سوال ہوا کہ آپ نے کون کون علم حاصل کیے ہین ۔ مین نے دولت علم کی جانب سے اپنی کم مایگی اور بے بضاعتی ظاہر کی اور جو کچھ آتا تھا بیان کردیا ۔ فرمایا آپ کو علم کم ہے مگر اسقدر علم اُس علم العلوم کے شروع کرنے کے لیے جسکی آپ کو تلاش ہے کافی ہے بشرطیکہ آپ کبھی تحصیل علم سے غافل نہ رہین بلکہ ہمیشہ اوسکو ترقی دیتے رہین کیونکہ بام مقصود تک پہونچنے کا صرف یہی ایک زینہ ہے ۔ اسقدر ہدایات

کے بعد مولانا صاحب نے ارشاد کیا کہ سچے علوم کی تحصیل طالب حق کا پہلا فرض ہے اسی لیے دروازے پر لکھا ہے۔ ع

راستی موجب رضای خداست

"بکشتی پد دھیان" جو نیچے درج ہے اوسکا مطلب یہ ہے کہ مسافر راہ حق کو قدم قدم پر غور کرنا اور خوب سوچ سمجھکر اس راہ مین پاؤن رکھنا چاہیے۔ یہ سفر گویا کوہستان کی سخت چڑھائی ہے ذرا پاؤن نے لغزش کی اور قعرِ فنا مین جا پہونچے۔ ساری کی کرائی محنت رائگان گئی۔ اونپشدمین تلاش حق کو تلوار کی تیز دھار پر چلنے سے مثال دی ہے۔ لہذا بے سوچے سمجھے ہرگز قدم نہ اوٹھانا چاہیے۔ علم ہی سالک راہ حقیقت کا محافظ و رہبر ہے سنگتراش کو تیشہ سے جو نسبت ہے وہی علم کو انسان سے ہے پس تحصیل علم سے کبھی غافل نہ رہنا چاہیے اطلبوا العلم ولوکان بالصین

اس کے بعد حضرت نے ایک رقعہ لکھا اور سپاہی کو دے کر فرمایا کہ آپ کو بڑے بھائی سید محمل کی خدمت مین لیجاؤ۔ پھر مجھ سے مصافحہ کرکے نہایت خلوص سے "خدا حافظ" کہکر مجھے رخصت کیا۔ مین بھی دلی ارادت و عقیدت کے ساتھ اُن سے رخصت ہوکر سپاہی کے ساتھ ہولیا یہانتک کہ پھاٹک کے بائین جانب کے بالاخانے پر جا پہونچا نظر اوٹھا کر دیکھا تو دروازے پر جلی خط مین یہ اشعار لکھے تھے ؎

علم چندانکہ بیشتر خوانی — گر عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند — چارپائے برو کتابی چند
آن تہی مغز را چہ علم و خبر — کہ برو ہیزم است یا دفتر

جب تک سپاہی اجازت لیکر اندر سے نہین آیا مین باہر کھڑا رہا۔ رقعہ پڑھکر سید صاحب نے مجھے اندر طلب فرمایا۔ کمرہ وسیع تھا مگر دروازہ صرف ایک ہی تھا۔ سید صاحب اکیلے ایک بوریے پر

دوزانو سرجھکائے بیٹھے تھے۔ سن شریف قریب پچاس سال کے تھا۔ بشرہ سے سنجیدہ فراج اور سلیم الطبع معلوم ہوتے تھے پیشانی کی شکنین بتارہی تھین کہ کسی خیال مین مستغرق ہین۔ مین کئی منٹ کھڑا رہا۔ آخر سر اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا آپ طالب حق ہین۔ اگرچہ آپ کو اُسقدر علم نہین ہے جسقدر اِسکے واسطے مطلوب ہے تاہم جتنا علم ہے اگر آپ اُسپر عمل کرین تو آپکا مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔ علم وعمل دونون کی مساعدت سے یہ طلب پوری ہوتی ہے۔ علم بے عمل خانۂ بے چراغ ہے۔ جس مین کچھ نظر نہین آتا ہے۔ اسیطرح عمل بے علم چراغ بے خانہ ہے۔ جسکو ہوا کا ذرا سا جھوکا گل کرسکتا ہے۔ ہفت منزل کا طے کرنا جب ہی ممکن ہے جب علم وعمل دونون ساتھ ساتھ چلین۔ یعنی علم کے ساتھ جب تک راسخ الخیالی۔ راست گفتاری۔ اور راست کرداری نہون تب تک طالب منزل مقصود کو نہین پہونچ سکتا۔ اسی وجہ سے لکھا ہے ع

راستی موجب رضای خداست

تلاش حق درحقیقت تلاش راستی ہے حصول راستی تو درکنار عالم بے عمل راستی کی راہ پرچل بھی نہین سکتا ہے

سعدیا گرچہ سخندان وحقیقت گوئی	بعمل کار برآید بسخندانی نیست

پکشی پرند کو کہتے ہین جو دو پرون کے ذریعہ سے اُڑا کرتا ہے پس ہماری روح اس قفس عنصری مین ایک پرند ہے جو علم وعمل کے بازوون سے اُڑکر منزل ہفتم تک پہونچتا ہے اسواسطے ہمکو اپنے پد یعنی منزل مقصود کا ہر قدم پر خیال رکھنا چاہیے ذرا بھی اُس سے نظر ہٹی اور خرابی آئی۔

روایت ہے کہ ایران کے ایک سوداگر کے پاس ایک نہایت خوش الحان طوطی تھا جسکو اوسکا مالک بہت عزیز رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ سوداگر نے تجارت کی غرض سے ملک ہند کا قصد کیا اور چلتے وقت طوطی سے پوچھا کہ ہندوستان جاتا ہون بتا تیرے واسطے کیا چیز لاؤن۔ طوطی نے کہا کہ اگر آپ کا گذر کاشی جی مین ہو تو آنند باغ مین جائیے گا وہان درختون پر صدہا طوطی

مثل میرے چہکتے پائیے گا اُن سے میرا سلام شوق کہدیجیے گا اور یہ پیام دیجیے گا ؎

مبارک ہمصفیرون کو چہکنا صحن بستان مین	ہم اپنی زندگی کے دن بسر کرتے ہین زندان مین

جب سوداگر ہندوستان مین پہونچا اور اپنے کاروبار سے فارغ ہوا تو اوسکو اپنے پیارے طوطی کا پیام یاد آیا۔ وہ کاشی گیا اور آنند باغ مین جاکر ایک سے ایک خوبصورت و خوش الحان طوطی کو نغمہ سرا پایا۔ سوداگر نے اپنے طوطی کا پیام دیا۔ انمین سے ایک طوطی اپنے فرقت زدہ بھائی کا حال سُنتے ہی بہت بیقرار اور بیتاب ہوگیا اور معاً درخت سے گر پڑا اور مردہ کی طرح بے حس و حرکت ہوگیا۔ ع

۱ از شاخ گل بہ خاک فتاد و طپید و مرد

سوداگر کو اس غمناک مشاہدہ سے کمال تاسف ہوا۔ جب وہ وطن مالوف کو واپس آیا تو طوطی نے پوچھا کہ آپ نے میرا پیام دیا یا نہین۔ سوداگر نے نہایت افسوس کے ساتھ سارا ماجرا بیان کیا۔ طوطی سنتے ہی بیہوش ہوگیا اور مثل مردہ پنجرہ مین گر پڑا۔ اُسکا مالک اس حیرت انگیز واقعہ سے سخت پریشان ہوا اور زار زار رونے لگا۔ آخر اُسکو پنجرہ سے نکالا اور زمین پر رکھکر چاہتا تھا کہ اُسکے دفن و کفن کی تدبیر کرے کہ اتنے مین وہ طوطی اُڑکر سامنے ایک درخت کی شاخ پر جا بیٹھا۔ سوداگر متعجب ہوا اور پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ طوطی نے جواب دیا کہ جب آپ نے آنند باغ کے طوطیون کو میرا پیام دیا اُسوقت ایک طوطی بیہوش ہوکر درخت سے گر پڑا تھا۔ بس یہی میرے پیام کا جواب تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری خود پرستی و خود نمائی ہی ہماری اسیری کا سبب ہے۔ ؎

گل و گلچین کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر	تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

اور خود فراموشی ہی باعث آزادی ہے۔ میرے دوست نے فی الحقیقت مجھکو یہی نصیحت کی اور اُسی پر عمل کرنے سے مین نے آزادی حاصل کی۔ سوداگر نے کہا بھلا یہ تو بتا کہ تجھکو یہان کیا تکلیف و اذیت تھی جو تو نے مجھ سے مفارقت اختیار کی۔ مین تیرے آرام و آسائش کی تمام

چیزین مہیا رکھتا تھا اور ہر وقت تیری دلجوئی اور خاطرداری مین مشغول رہتا تھا۔ طوطی نے جواب دیا یہ سچ ہے مگر کہان وہ گلشن کی روح افزا آزادی اور کہان یہ تعینات کی غم آلود گرفتاری۔ تعینات مین آسائش کہان سچی راحت تو آزادی ہی مین ہے ؎

کیون بنا ہی مطرب رقاص خاص
مثل میرے مردہ ہوتا ہو خلاص

یہ سرا و باغ ہے زندان ترا
مال و دولت ہے بلائے جان ترا

جب تلک اس ساغر سے تو مخمور ہے
ذوق سے جام بقا کے دور ہے

جہد معنی کر ہمت ہو نہ پست
ورنہ بے معنی ہے تو صورت پرست

یہ کہکر طوطی اُڑگیا سوداگر کے دل پر اوسکی باتون کا اسقدر گہرا نقش جما کہ اوسی دن سے وہ تارک الدنیا ہوگیا۔

سیّد صاحب نے فرمایا کہ اس حکایت سے میرا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کے دماغ مین وطن کی آزادی پوری سما جاتی ہے اور جلاوطنی کی مصیبت و صعوبت دل پر نقش کالحجر ہو جاتی ہے تب وہ ہفت منزل کے سفر کے لائق ہوتا ہے اور خودی اور خود پرستی کو دل سے دور کرکے یہ دشوار گزار سفر طے کرتا ہے۔

اے طالب اگر تجھکو تعیّنات ناگوار ہین اور تجھکو اونسے رہائی منظور ہے تو منزل مقصود کو کبھی فراموش نہ کر طوطی کیطرح علم پر عمل کر ورنہ تیرا علم بیکار ہے۔ اچھا خدا حافظ سفر شروع کرو۔

ان نصائح اور مواعظ کے بعد سید صاحب نے ایک پرزے پر کچھ لکھکر سپاہی کو دیا وہ مجھے پھر خانصاحب کے پاس واپس لیگیا۔ اونھون نے رقعہ دیکھتے ہی پھاٹک کھولنے اور اندر جانے کی اجازت دی جب مین اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ سوامی جی میرے منتظر کھڑے ہین۔

منزل اوّل

عیش نگر

تھوڑے فاصلہ پر ایک دروازہ نظر آیا جس پر سُنہرے حروف مین لکھا تھا ؎

اگر فردوس بر روی زمین است	ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

دروازہ کُھلا ہوا تھا اور ایک نازنین مہ جبین چوکی پر مسند لگائے بیٹھی تھی۔ اُس نازآفرین سے مین نے پوچھا کہ یہ کیا مقام ہے۔ مُسکرا کر بولی یہ عیش نگر کا دروازہ ہے۔ عیش نگر ایک پُر فضا بستی ہے جس مین تین محلّے ہین۔ بھوگ پور۔ بلاس پور۔ کیرتی پور۔ پہلے محلے مین ہر قسم کی آسائش و راحت کا سامان بخوبی مہیا ہے۔ دوسرا محلہ استری لاس یعنی حظوظ نسوانی کے لیے مخصوص ہے۔ تیسرے محلہ مین وہ اولوالعزم اور عالی ہمت لوگ رہتے ہین جو علوم و فنون مین امتیاز خاص رکھتے ہین۔ الغرض اس بستی مین عشرت و کامرانی حظ نفسانی شہرت و نیکنامی جو پسند خاطر ہو مل سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ انسان اُنکا پورا دلدادہ ہو۔ تہذیب حال کے مطابق چاہے جتنا فلسفہ بگھارے اور چاہے جسقدر اظہار پارسائی و دینداری کرے مگر دل سے اُنھین چیزون کا شیفتہ و فریفتہ ہو تو وہ البتہ یہان زندگی کا لطف اُٹھا سکتا ہے۔ بسم اللہ جائیے اور عیش کیجیے چنانچہ ہم آگے بڑھے اور

بھوگپور

مین پہونچے جہان سڑکین اور کوچے وسیع اور صاف تھے اور اکثر مکانات کے متعلق پائین باغ نہایت آراستہ و پیراستہ تھے جنکے دیکھنے سے یہان کے باشندون کے تموّل اور اُن کے نفیس مذاق کا حال معلوم ہوتا تھا۔ سیر کرتے ہوے ہم ایک غنچہ مین پہونچے مالک مکان جو ایک خوش رو خوش فہم رنگین مزاج نوجوان تھا باغ مین سیر کر رہا تھا۔ اُسنے ہمسے معانقہ کیا اور کہا شاید آپ ہفت منزل کے مسافر ہین سوامی جی مہاراج! مین بھی آپکی طرح ایک مدت مین اس سفر کے لیے آمادہ ہوا اور یہان تک پہونچا مگر یہان چند تعلقات ایسے پیدا ہو گئے کہ آگے نہ بڑھ سکا۔ خدا آپ کو یہ سفر مبارک کرے اور اس مین کامیابی عطا کرے۔ مناسب ہوگا کہ آپ یہان چند روز قیام کرین اور مجھکو مرہون منت فرمائین۔ یہ کہکر وہ ہمکو باغ کی سیر کرانے لگا۔

کیا ہی دلکش سمان تھا۔ وہ صبح کا سہانا وقت۔ وہ نسیم سحری کی اٹکھیلیان۔ وہ شاہدان چمن کی دلاویزیان۔ وہ سبزۂ نومیدہ کی تازگی۔ وہ گلہاے نورس کا مہکنا۔ وہ طائران خوش الحان کا چہکنا۔ ایک طرف غنچہاے نوشگفتہ تبسّم کنان دل لُبھا رہے تھے۔ دوسری جانب گلہاے رنگارنگ اپنی بہار دکھا رہے تھے اور اپنی بھینی بھینی خوشبو سے دماغ معطر کر رہے تھے۔ بھونرے گلون کی بُو سے مست منڈلا رہے تھے۔ تتلیان پھولون کا رس لے رہی تھین۔ طیور کے خوش الحان چہچہے۔ کوئل کی کوک۔ قمری کی کوکو۔ پپیہے کی پی کہان۔ طاؤس کا رقص عجیب لطف دے رہا تھا۔ جا بجا فوارے چھوٹ رہے تھے جن سے آبشارون کا لُطف آرہا تھا۔ عجیب حالت سرور تھی جو بیان مین نہین آسکتی ہے۔

آب و ہوا مین تھا اثر روح پروری	موجِ نسیم صبح لطافت سے تھی بھری

تھی حسن مین عروسِ چمن غیرتِ پری	وہ سرخ سرخ پھول وہ شاخین ہری ہری

عالم عجب تھا سبزہ وگل و لالہ زار پر
اِک اک کلی چمن کی تھی اپنی بہار پر

ایک طرف کچھ پنجرے لٹک رہے تھے جن مین خوبصورت اور خوش الحان طائر اپنی نغمہ سنجیون سے تماشائیانِ چمن کے دل خوش کر رہے تھے۔ ایک جانب ایک چھوٹا سا نہایت خوشنما تالاب تھا جسمین سیر و تفریح کے لیے ایک مکلف بجرا پڑا تھا سیر کرتے ہوے ہم بارہ دری مین پہونچے جو وسط باغ مین بنی تھی اسکے کاریگرون کی صنعت و سبکاری ہر در و دیوار سے ٹپک رہی تھی ؎

نہ ہے صفائی عمارت کہ در تماشایش
بدیدہ باز نہ گردد نگاہ از دیوار

یہان ایک بڑی بیضوی میز لگی تھی اُسکے گرد خوبصورت کرسیان پڑی تھین ہم جاکر کرسیون پر بیٹھ گئے۔ یہان بیٹھنا تھا کہ فوراً خادم چائے لایا۔ الایچی چکنی ڈلی سگریٹ پیش ہوے کچھ عرصہ تک گفتگو ہوتی رہی پھر اُس عالیشان مکان مین گئے جو باغ کے ایک جانب واقع تھا۔ بالاخانہ پر ایک وسیع کمرہ جھاڑ فانوس اور تصویرون وغیرہ سے آراستہ تھا کاشانی سبز مخمل کا فرش بچھا تھا جسکے کنارے کارچوبی کام کے نہایت عمدہ بیل بوٹے بنے ہوے تھے۔ رنگ رنگ کے ریشمی پردے لٹک رہے تھے۔ جسوقت ہم کمرہ مین داخل ہوے اُس وقت نو بجے تھے۔ نواب صاحب نے فرمایا آپ غسل کیجیے مین حاضر ہوتا ہون اور نوکر کو حکم دیا آپ دونون صاحبون کو غسل کرادو۔ یہ کہکر اندر چلے گئے۔ ہم دونون نے غسل کیا اتنے مین نواب صاحب تشریف لائے۔ دس بجے ہم نے کھانا کھایا جب کھانے سے فارغ

ہوئے تو پان الائچی پیش کیے گئے اور ایک صاحب نے باجا بجانا شروع کیا اور اسکے سُرون کے ساتھ سُریلی آواز سے خود بھی گانے لگے۔ کچھ دیر گانا سُنا پھر آرام کیا۔ قیلولہ کے بعد چوسر بچھائی گئی نواب صاحب نے سوامی جی کی طرف مخاطب ہوکر کہا شوق کیجیے سوامی جی نے فرمایا کھیلیے مین بھی دیکھونگا۔ نواب صاحب نے استفسار کیا کھُلی کھیلیے گا یا قید۔ سوامی جی نے کہا کھیل کی خوبی تو کھُلی ہی کی ہے آیندہ جو رائے عالی ہو چنانچہ سب صاحب ایک جانب ہوے اور سوامی جی اکیلے دوسری جانب۔ نواب صاحب چوسر کھیلنے مین مشہور تھے کھیل شروع ہوا نواب صاحب کا رنگ اُٹھ گیا اور بدرنگ کی صرف ایک نرد باقی رہ گئی سوامی جی کا ہنوز رنگ بھی نہین اُٹھا تھا باوجود اسکے وہ ایسی ہوشیاری سے کھیلے کہ آخرکار بازی جیت ہی لی۔ نواب صاحب بہت متحیر ہوے الغرض قریب چار بجے کے چاے پی اور کچھ ناشتہ کیا۔ اسکے بعد ناول پڑھتے رہے چھ بجے گاڑی کو حکم دیا۔ پوشاک بدل رہے تھے کہ دربان نے اطلاع کی حضور گاڑی حاضر ہے۔ یہ سُن کے نواب صاحب نے سوامی جی کی طرف دیکھ کے کہا چلیے ذرا ہوا کھا آئین۔ گاڑی اور جوڑی عمدہ تھی۔ ہم سب نے دیر تک ٹھنڈی سڑک پر ہوا کھائی اور قریب آٹھ بجے کے واپس آئے یہان آکر باغ مین سنگ مرمر کے چبوترے پر دیر تک بیٹھے رہے چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ جابجا فوارے چھوٹ رہے تھے اور بہت ہی دلکش نظارہ تھا۔ نواب صاحب نے خادم کو اشارہ کیا کہ ارباب نشاط کا انتظام کرو حکم کی دیر تھی کہ مطرب مع ساز آموجود ہوے اور گانا شروع ہوگیا۔ اول تو گلشن کی فضا اور چاندنی کی بہار اُس پر سُریلا گانا گویا سونے مین سُہاگا تھا۔ غرض عجیب لطف رہا۔ گیارہ بجے کے قریب کھانا کھایا اور سو رہے صبح کو ہم نے رخصت چاہی مگر اجازت نہ ملی چند روز اور ٹھہرنا پڑا۔

ایک روز نواب صاحب کے ایک دوست نے ہماری دعوت کی شام کو حسب معمول ہوا کھا کر ہم تینون اپنے معزز میزبان کے مکان پر پہونچے۔ایک وسیع باغ کے وسط مین ایک عالیشان کوٹھی تھی۔پھاٹک پر تحریر تھا ؎

	بیا بیا کہ ہمین جاے عیش مستان ست	

اندر پہونچے تو دیکھا کہ ایک نہایت آراستہ باغ ہے جو برقی روشنی سے روز روشن معلوم ہوتا ہے۔فوارے چھوٹ رہے ہین اور جابجا سنگ مرمر کی خوبصورت اور خوش وضع قدآدم مورتین ایستادہ ہین بعض کے ہاتھ مین صراحی اور جام ہے بعض پان الائچی پیش کر رہی ہین۔کوئی ہاتھ کے اشارے سے بلاتی ہے۔کوئی ادائے مستانہ دکھاتی ہے میزبان صاحب نے دروازہ سے ہمارا استقبال کیا اور خراماں خراماں لیجا کر ہم کو صدر چبوترہ پر لا بٹھایا۔خادم نے پان الائچی پیش کی اور بھی چند لوگ مدعو تھے کچھ دیر تک مختلف مضامین پر گفتگو ہوتی رہی۔پھر ساقی نے شراب ارغوانی کی بوتلین مع ساغر اور گزک کے لاکر میز پر رکھین اور جام بھر بھر کر دینا شروع کیا۔میزبان صاحب نے سوامی جی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا پہلے آپ کو دو۔سوامی جی نے فرمایا ہم دونون تو اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہین اس پر کچھ اصرار بھی ہوا مگر جب وہ سمجھ گئے کہ حقیقت مین یہ اس سے ناآشنا ہین تو ایک نوجوان شخص کی طرف اشارہ کرکے فرمایا آپ کو دو مگر خیال رہے کہ ہر جام کے ساتھ کچھ اشعار بھی ہوتے جائین۔گونگا پیالہ لطف نہین دیتا۔اُس نوجوان نے پیالہ ہاتھ مین لیکر سوامی جی کی طرف دیکھا اور یہ اشعار پڑھے ؎

کل شیخ بن کے مجتہد عصر ساقیا		دکھلا کے سبز باغ ثواب و عذاب کا
کہنے لگا ز راہ تبختر بطنز و طعن		معلوم ہوگا حشر مین پینا شراب کا

مین نے کہا کہ مین بھی ہون یہ خوب جانتا ۔۔۔ پر کیا کرون کہ ہے ابھی عالم شباب کا
گستاخی ہو معاف تو اک عرض مین کرون ۔۔۔ مجھکو اگر نہ کیجیے مورد عتاب کا
بادہ ہو کنج باغ ہو ساقی ہو ماہوش ۔۔۔ اور وان کوئی مخل نہو باعث حجاب کا
گردن مین ہاتھ ڈال کے وہ شوخ بے حجاب ۔۔۔ دے ذائقہ زبان کو دہن کے لعاب کا
کھینچے ہنسی سے منھ سے ملا کر وہ اپنا منھ ۔۔۔ یہ ریش جس پہ جلوہ ہو رنگ خضاب کا
منت سے یون کہے کہ ہمارا لہو پیے ۔۔۔ گر پی نہ جائے جلد یہ پیالہ شراب کا
اُس وقت مین سلام کرون قبلہ آپ کو ۔۔۔ گر کچھ بھی خوف کیجیے روز حساب کا
اور امتحان بغیر تو یہ آپ کا غلام ۔۔۔ قائل نہین جناب کسی شیخ و شاب کا

ان اشعار کو ختم کرکے اُسنے پیالہ منھ سے لگایا اور چڑھا گیا سوامی جی نے داد دی سُبحان اللہ سبحان اللہ کیا خوب اور ہر سمت واہ واہ کی صدا بلند ہوئی۔ اسکے بعد ایک نوجوان نے جام ہاتھ مین لیکر یہ غزل پڑھی ؎

ساقی بنور بادہ برافروز جام ما ۔۔۔ مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما
ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ۔۔۔ ای بے خبر ز لذت شرب مدام ما
ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد ز عشق ۔۔۔ ثبت ست بر جریدۂ عالم قیام ما
اے باد اگر بہ گلشن احباب بگذری ۔۔۔ زنہار عرض دہ بر جانان پیام ما
از ما برند فتوے رندی و عاشقی ۔۔۔ در مذہبے کہ عشق تو باشد امام ما

حافظ ز دیدہ دانۂ اشکے ہمین فشان
باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما

ایک صاحب نے پیالہ ہاتھ مین لیکر یہ شعر پڑھا ؎

محفل مین شورِ قلقلِ مینا سے گُل ہوا
لا ساقیا شراب کہ توبہ کا قُل ہوا

اسی طرح اشعار ذیل ایک ایک پڑھتے ہوے شراب کے پیالے پیتے گئے ؎

اب کے بہار آئے تو مانند شاخ گُل — رکھیے نہ ہاتھ سے جو پیالہ اُٹھایئے
ولہ
فصلِ بہار آئی پیو صوفیو شراب — بس ہو چکی نماز مُصلّا اُٹھایئے
ولہ
خونِ جگر شراب ۔ ترشح یہ چشمِ تر — ساغر ہرا اگر د نہین ابرِ بہار کا
ولہ
اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ مُنھ لگا — چھُٹتی نہین ہے مُنھ سے یہ کافر لگی ہوئی
"
لطف مے تجھ سے کیا کہون ناصح — ہاے کمبخت تو نے پی ہی نہین
"
غم غلط دونون جہان کا ایک پیالے مین ہے — زندگی کا گر مزا پوچھو تو مے خانے مین ہے
"
پیتا نہین شراب کبھی بے وضو کیے — قالب مین میرے روح کسی پارسا کی ہے
"
ساقی لگائے رکھ مرے مُنہ سے خُمِ شراب — دریائے مے کی مچھلی ہے میری زبان نہین
"
مین وہ میکش ہون کہ اللہ سے کہتا ہون یہی — مے سلامت رہے ایمان رہے یا نہ رہے
"
مے پی تو سہی توبہ بھی ہو جائیگی زاہد — کمبخت قیامت ابھی آئی نہین جاتی
"
جو پیے گا نہ شراب آج وہ مجرم ہوگا — کو بکو جلد تو کر دے یہ منادی ساقی
"
فکر کونین کی رہتی نہین میخوارون مین — غم غلط ہو گیا جب بیٹھ گئے یارون مین

ایک صاحب نے مزے مین آکر یہ شعر پڑھا ؎

پس از مُردن بنائے جائینگے ساغر مری گِل کے
لبِ جانان کے بوسے خوب لینگے خاک مین مِل کے

اس شعر کی سوامی جی نے داد دی ۔ آخر دورِ شراب زور و شور سے جاری ہو گیا ۔

تھوڑی دیر بعد یہ صحبت ختم ہوئی اور قسم قسم کا کھانا میز پر چُنا گیا اور ساتھ ہی مُطربان خوشنوا اپنے لحن داؤدی سے دل کو فرحت دینے لگے۔ ایک طرف نہایت لطیف خوش ذائقہ اور خوش بو غذا تھی۔ دوسری طرف نہایت نفیس سُریلا دل کش اور مُوثر گانا تھا عجیب سمان تھا جو تھا محو حیرت تھا اور ان تبان دلفریب کے نغمہ و سرود پر نقد جان نثار کرنے کو تیار تھا۔ کھانے کے بعد پان چکنی ڈلی۔ الایچی۔ سگریٹ پیش ہوئے۔ پھر کچھ دیر ہم لوگ باغ کی سیر کرتے رہے آخر بارہ بجے کے قریب واپس آکر سو رہے۔

نواب صاحب کو مُرغ بازی کا بہت شوق تھا اور ایک دوسرے صاحب نواب آفتاب الدولہ اُن کے حریف مقابل تھے۔ آج آخری پالی کا دن تھا۔ بڑے دم داعیون کے ساتھ شرط بدی گئی۔ دونون نواب صاحبان وقت مقررہ پر اپنے اپنے مرغ لے کر پالی مین آپہونچے۔ ہمین بھی ہمارے نواب صاحب اپنے ساتھ لیگئے۔ پالی کے گرد تماشائیون کا بڑا ہجوم تھا۔ کیونکہ یہ دونون مرغ بہت نامی اور چوٹی کے تھے۔ نواب آفتاب الدولہ کا مُرغ کالا تھا اور ہمارے نواب صاحب کا جاوا۔ مرغ باز جو مرغ لڑانے کی خدمت پر مامور تھے اپنے اپنے مُرغ لے کر پالی مین پہونچے۔ کانٹے باندھ دیئے گئے۔ دونون نے پیترے بدل کے مُرغ چھوڑدیے۔ مرغون نے چھوٹتے ہی پالی کا میدان کارزار گرم کردیا۔ دونون طرف سے زبردست لاتین چلنے لگین۔ دونون بے انتہا جوش اور بہادری سے لڑنے لگے۔ گلابی کیس خون مین بھیگ کے گلِ انار بن گئے سر۔ بازو۔ سینہ جا بجا سے زخمی ہوگیا اور ایسی قیامت کی لاتین چلین کہ چہرون کا خون دونون بہادرون کے قدمون کے بوسے لینے لگا۔ اب دونون مرغبازون نے اپنے اپنے مرغ اٹھالیے اور منھ کی بھاپ سے سر گردن اور بازو سینکنے لگے۔ پھر ایک تر رومال سے چہرے اور گردن کا خون صاف کیا۔ کوئی دس منٹ

بعد پھر مرغ چھوڑ دیئے گئے۔ ایکی مرتبہ پہلے سے بھی زیادہ سخت لڑائی ہوئی۔ مرغباز اپنے اپنے مرغ کا دل بڑھا رہے تھے اور چارون طرف سے واہ واہ کی صدائین بلند ہورہی تھین حقیقت یہ ہے کہ پرندون مین سے اصیل مرغ مین جیسی حیرت خیز بہادری و شجاعت پائی جاتی ہے ویسی کسی اور پرند مین نہین ہوتی۔ مرجاتے ہین مگر لڑائی سے مُنھ نہین موڑتے۔ دونون مُرغ کامل تین گھنٹے تک لڑے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پانی بھی ہوجاتا تھا۔ اب مرغون کی حالت دیکھکر ترس آتا تھا جسم کا کوئی حصہ نہ تھا جہان کچھ نہ کچھ صدمہ نہ پہونچا ہو۔ آفتاب الدولہ کے مرغباز نے اپنا مرغ اُٹھا کر پونچھا چمکار کے اُسکی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔ آج تجھکو کیا ہوگیا۔ آجتک اتنی دیر کوئی مرغ تیرے سامنے نہین ٹھہرا۔ بس آج ہی تیری بہادری کا امتحان ہے۔ اگر بازی ہمارے ہاتھ رہی تو نواب صاحب سے خاطر خواہ انعام ملیگا۔ بیٹا بس ایک لات اس طرح کسکے لگا کہ تیرے مخالف کا پوٹہ پھٹ جائے اتنے مین مرغ چھوڑے گئے۔ آفتاب الدولہ کا مُرغ مار کھاتا رہا اور تاک مین لگا رہا جب حریف اُسکی زد پر آیا تو دفعۃً زور سے ایک ایسی لات ماری کہ جاوے کی آنکھ پھوٹ گئی اور کانے مُرغ کی اس دانشمندانہ بہادری پر چارون طرف سے تحسین و آفرین کا شور بلند ہوا نواب صاحب نے بے اختیار دوڑ کر اپنا مُرغ اُٹھا لیا۔ اپنے ریشمی رومال سے اُسکی آنکھ کا نیل جو مسلسل بہ رہا تھا پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے میرے پیارے رستم! کیا تیرا یہ ارادہ ہے کہ آج مجھے ہمچشمون مین ندامت حاصل ہو اور تیرا قدم جو ہمیشہ بڑے بڑے معرکون مین نہایت استقلال کے ساتھ قائم رہا ڈگ جائے۔ کیا آج تیرے سر سے بہادری کا تاج ذلت کے ساتھ اُتارا جائیگا تیرا نام سورما کے بدلے بھگوڑا رکھا جائیگا۔ اگر آج تو نے میدان نہ مارا تو مین ہمیشہ کے لیے مرغبازی ترک کردونگا اور اپنے تمام مُرغون کو

بلئیون کی نذر کردونگا۔ یہ تو ہم نہین کہہ سکتے کہ جاوے نے نواب صاحب کی تقریر سمجھی یا نہین۔ لیکن اتنا تو ضرور دیکھا کہ ایکی مرتبہ مُرغ جون ہی چھوڑے گئے جاوے مرغ نے جھلاکے ایک ایسی لات ماری کہ آفتاب الدولہ کے مُرغ کا پوٹہ سینے تک چاک ہوگیا مُرغ نے زمین پر تین مرتبہ چکر کھایا اور گر کر جان دیدی۔ تماشائیون نے زور شور سے وہ مارا کا نعرہ بلند کیا۔ اور نواب صاحب نے بڑے فخر اور گھمنڈ سے اپنے بہادر مُرغ کو گود مین اُٹھالیا خوشی خوشی گھر آئے اور فتحیابی کے جشن مین بہت کچھ روپیہ خرچ کیا۔ نواب آفتاب الدولہ کو بے حد ندامت ہوئی اور داغ خجالت مٹانے کے لیے اُنھون نے اپنے مرغ کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے اُٹھایا اور اس مشت پر کو قبر کے ڈربے مین ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

ایک روز شام کو نواب صاحب نے فرمایا چلو آج ناٹک دیکھ آئین گل بکاولی کا تماشہ ہے۔ ہم نواب صاحب کے ہمراہ شب کے نو بجے سے کچھ پیشتر تھیٹر مین پہونچے۔ کرسیان پہلے سے محفوظ کرلی گئی تھین۔ کچھ دیر تک سریلا باجا بجتا رہا۔ بعد کو ٹھیک نو بجے پردہ اُٹھا اور تماشہ شروع ہوا۔ پردے نہایت نفیس تھے اور کل سامان اعلیٰ درجہ کا تھا۔ گانا بھی بہت دلکش و موثر تھا۔ تمام ایکٹر اپنا پارٹ بہت خوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے خصوصًا جو ایکٹر تاج الملوک و بکاولی بنے تھے بہت ہی عمدہ گاتے تھے اور اپنا پارٹ اس خوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے کہ باید و شاید جسوقت سرنگ کی راہ سے تاج الملوک بکاولی کے باغ مین پہونچا اور بکاولی کو سوتا اور پھول تالاب مین کھلا پایا اور اُسکو توڑ کر اپنی جیب مین رکھا اور بکاولی سے انگشتری بدل کر سرنگ کی راہ واپس آیا اُس وقت کا سین (یعنی منظر) قابل دید تھا۔ بیدار ہونے پر بکاولی کا مُنھ دھونے جانا اور چوری کا حال معلوم کرکے بیچین و مضطرب ہونا اور گریہ وزاری

کرنا اس خوبی کے ساتھہ ادا کیا گیا کہ سب تماشائی تحسین و آفرین کرتے تھے اور بذریعۂ تالیون کے اظہار خوشی کرتے تھے۔ جب بکاولی نے ذیل کی غزل گائی تو ہر سو سے واہ واہ کی صدا بلند ہوئی اور دوبارہ سہ بارہ اُسی کے گانے کی فرمایش ہوئی ؎

غزل

عالم کا ترے جہان بیان ہے
بیتابی دل جہان جہان ہے

زنجیر جنون کڑی نہ پڑیو
دیوانے کا پانون درمیان ہے

ذرّے کا بھی چمکے گا ستارہ
قائم جو زمین و آسمان ہے

جو داغ کہ مہر ہے فلک پر
دل مین مرے ابتلک نہان ہے

کس سوچ مین ہو نسیم بولو
آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

ایک روز سوامی جی اور مین دونون باغ مین بیٹھے تھے خادم پان الایچی لایا۔ سوامی جی نے اُس سے پوچھا تم کہان رہتے ہو۔ اُسنے جواب دیا عیش نگر کے پاس اور اُسکے متعلق ایک قصبہ غریب نگر ہے ہم سب غریب آدمی اُسی بستی مین رہتے ہین اور باشندگان عیش نگر کی خدمت کرکے اپنی زندگی بسر کرتے ہین۔ جو صاحب عیش نگر مین اپنی فضول خرچی سے غریب ہوجاتے ہین وہ غریب نگر مین بود و باش اختیار کرتے ہین اور اپنی محنت سے گذرا وقات کرتے ہین اور جو لوگ غریب نگر مین اپنی محنت و کفایت شعاری سے دولتمند ہوجاتے ہین وہ عیش نگر مین سکونت اختیار کرتے ہین۔ مگر لطف یہ ہے کہ غریب نگر کے باشندے بھی مثل باشندگان عیش نگر حسب حیثیت آرام و آسائش عیش و عشرت عزت و نیکنامی کے متلاشی رہتے ہین۔ اور اس بستی مین کیا غریب کیا امیر ہر کس و ناکس اسی بلا مین گرفتار ہے۔

بلاس پور

ایک روز سہ پہر کو ہم اپنے میزبان سے رخصت ہوکر روانہ ہوے اور بلاس پور مین پہونچے۔ بھوگ پور کی طرح یہان کے مکانات عالیشان تھے اور سڑکین اور گلیان وسیع اور کشادہ تھین۔ ہم لوگ سیر کرتے ہوے ایک پائین باغ مین پہونچے۔ صدر چبوترہ پر ایک کوچ پڑا تھا جسپر نرم اور دبیز گدا بچھا تھا اور اُس پر ایک نازنین مہ جبین تکیہ پر جھکی ہوئی آسمان کی طرف نظر اُٹھائے شفق کی نظر فریب رنگ آمیزیون کو دیکھ رہی تھی۔ قریب ہی ایک میز لگی تھی اور اُسکے گرد چند کرسیان پڑی تھین۔ پاؤن کی آہٹ سُنتے ہی اُسنے مُنھ پھیر کر ہماری طرف دیکھا اور "آیئے تشریف لایئے" کہکر بڑے تپاک سے ہمین اپنے پاس بٹھالیا۔ دفعتہً اُس نازنین کی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے۔ سوامی جی نے فرمایا کہ ہمارے آنے سے اگر آپ کو تکلیف ہوئی ہو تو ہم معافی مانگتے ہین اور رخصت ہوتے ہین۔ یہ کہکر سوامی جی اُٹھنے کو تھے کہ اُس نے دامن پکڑ لیا اور بولی آپ کا آنا باعث عزت و مسرت ہے۔ ع

کلاہ گوشۂ دہقان بآفتاب رسید

دراصل بات یہ ہے کہ آپ کو دیکھکر مجھے یاد آگیا کہ کبھی آپکی طرح سفر ہفت منزل کے لیے مین بھی کمربستہ ہوئی تھی مگر افسوس بلاس پور مین ایسا قیام ہوگیا کہ آگے نہ جاسکی۔ آپ کے سامنے اسکا اظہار داخل گستاخی تھا لہذا معافی کی خواستگار ہون۔ یہ کہکر آنسو پونچھ ڈالے اور باتین کرنے لگی۔ اس وقت عجیب دلفریب سمان تھا۔ نیلگون آسمان پر شفق کی سُرخی سے عجب بہار پیدا تھی۔ اُسکے عکس سے باغ کی نہرون کے پانی مین عجیب و غریب رنگینی پیدا ہوگئی تھی۔ اور نازنین کے رخسارون پر ہلکا سنہرا رنگ آگیا تھا جو عجیب لطف دے رہا تھا۔ اسکے ساتھ اُسکی پیاری باتین دل کو لُبھا رہی تھین۔ اِتنے مین اُس ماہ وش نے خادم کو اشارہ کیا جسنے ایک شیشہ

شراب اور چند جام لاکر میز پر رکھ دیئے۔ نازنین نے سوامی جی سے فرمایا شوق کیجئے سوامی جی نے جواب دیا ہم تو اس نعمت سے محروم ہین مگر آپ شوق سے نوش فرمائین تب اس نازآفرین نے خادم سے کہا اچھا لیجاؤ اب ہم بھی چند روز کے واسطے سوامی جی کے ساتھ پرہیزگار بنینگے پھر سوامی جی کیطرف مخاطب ہوکر تفتیش حال کرنے لگی۔ اور بڑے ناز سے کہا آپ اندر چلیے یہ کہکر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور ہم سب اُسی کے ہمراہ ایک عالیشان و آراستہ دیوانخانہ مین پہونچے۔ صدر مقام پر ایک مکلف قالین بچھا تھا اور گاؤ تکیہ لگا تھا اُسپر اُس نے سوامی جی کو بٹھایا اور ہم دونون اُن کے قریب فرش پر بیٹھ گئے اور اُس نازنین مہ جبین نے اپنی سرگذشت یون بیان کرنا شروع کی سوامی جی مہاراج! مین ایک امیر کبیر کی بیٹی ہون اور حسن آرا میرا نام ہے۔ میرے والدین نے مجھکو بہت اچھی تعلیم دی۔ میرا رجحان بچپن سے دینداری کی طرف تھا۔ اپنا بہت سا وقت عبادت مین صرف کیا کرتی تھی اور کنج تنہائی مجھے بہت پسند تھا ؎

	جی چاہتا ہے بس وہی فرصت کہ رات دن بیٹھی رہون تصور جانان کیے ہوے	

والدین نے ہزار چاہا کہ مین شادی کرون لیکن مین نے منظور نہ کیا اور مصمم ارادہ کرلیا کہ تمام عمر یاد خدا مین صرف کرونگی۔ مدت تک یہی طریقہ رہا۔ مگر آخر کار ضبط نہو سکا اور والدین کی رائے سے مین نے ایک رئیس کے بیٹے کے ساتھ شادی کرلی۔ میرا شوہر بہت شریف اور لائق شخص ہے اور ہم دونون مین انتہا درجہ کی محبت و اُلفت ہے۔ خدا نے ہمین اپنے فضل و کرم سے صاحب اولاد کیا اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا دیا ہے۔ اور اُسکی عنایت سے ہمین ہر قسم کا فراغ و اطمینان حاصل ہے مگر اصل مطلب فوت ہوگیا ؎

جوہر تھے مجھ مین سب ملکوتی خصال کے		انسان بنا کے کیون مری مٹی خراب کی

سوامی جی نے فرمایا آپ کو اپنے مرتبہ کی عظمت و بزرگی معلوم نہین ہے ؎

جوہر ہین تم مین سب ملکوتی صفات کے		انسان کیا سجود ملائک کے واسطے

بھلا یہ تو بتایئے کہ آپ کو یہان عبادت مین کون چیز مانع ہے۔

حُسن آرا۔ تعلقات دنیوی

سوامی جی۔ پھر ان تعلقات کو دل سے فراموش کیون نہین کرتین۔

ح۔ اگر ان تعلقات کو فراموش کیا جائے تو سارا دنیاوی کاروبار بند ہو جائے۔

س۔ کیا یہ ممکن نہین ہے کہ ترک تعلق کے ساتھ دنیوی کام بدستور جاری رہین۔

ح۔ ہان ممکن تو ہے مگر اسکے یہ معنی ہین کہ پانی مین رہو اور کپڑے نہ بھیگین ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

س۔ لیکن اگر تمھارے کپڑے واٹر پروف (یعنی موم جامہ) کے بنے ہونگے جسمین پانی اثر نہین کرتا تو مین سمجھتا ہون کہ نہ بھیگین گے ؎

بگیر رسم تعلق دلا ز مرغابی
شود در آب چو برخاست خشک پر برخاست

حُسن آرا۔ سوامی جی مین نہین سمجھی کہ اس لباس سے آپکی کیا مراد ہے۔

سوامی جی۔ سُنیئے! اس سے مراد اشیاء دنیوی کی بے وقعتی وطن کی یاد اور محبوب کی طلب ہے۔

حُسن آرا۔ سوامی جی طلب تو ہے مگر تعلقات کی وجہ سے پوری نہین ہونے پاتی۔

سوامی جی - جی سچی طلب ہی نہین ہے ورنہ کل تعلقات آپ ہی فراموش ہوجاوین ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد		ای خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست	

حُسن آرا - سوامی جی پھر یہ سچی طلب کیونکر پیدا ہو -

س - علم و عمل یہی دو ذریعے ہین جن سے سچی طلب پیدا ہوکر پوری ہوتی ہے عوام کو اول تو علم نہین اور اگر علم بھی ہے تو اوسپر عمل نہین -

ح - آپ کا فرمانا بجا ہے کہ علم و عمل دونون مین خامی ہے - مگر اسکی کیا وجہ ہے کہ علم ہونے پر بھی عمل نہین ہوتا -

س - عادت

ح - یہ عادت کیونکر دور ہو -

س - ناقص عادتون کے نقصانات پر غور کرے اور اُن کی اصلاح کرتا رہے -

ح - سوامی جی مہاراج بعض اوقات نقصانات معلوم ہونے پر بھی دوسرون کی خوشنودی کے واسطے ایسے کام کرنا پڑتے ہین جو ناجائز ہوتے ہین مثلاً بہت سی دنیوی رسمین جو مدت سے چلی آتی ہین لیکن اصل مین دیکھیے تو ناجائز ہین - اُن سے کیونکر چھٹکارا ہو -

س - یہ تو دل کی کمزوری ہے کہ اپنی عقل کو بالاے طاق رکھکر محض دوسرون کی تقلید کی جاوے اور اُنکی خوشنودی کے واسطے ناجائز کام کیے جاوین - کیا یہ ممکن نہین ہے کہ سب لوگ متفق ہوکر ناجائز رسوم کو دور کردین -

ح - سوامی جی! جاہلون کو تو اُن کے نقص نظر ہی نہین آتے اور جب اُن کو بُری رسوم کے نقصان دکھلائے جاتے ہین تو وہ کہتے ہین یہ رسمین تو باپ دادا کے وقت سے ہوتی آئی ہین - اب آپ بہت عقلمند ہوئے کہ اُن کی بیخ کنی پر آمادہ ہین - پھر ایسی

انسان بنا کے کیون مری مٹی خراب کی		جوہر تھے مجھ مین سب ملکوتی خصال کے

سوامی جی نے فرمایا آپ کو اپنے مرتبہ کی عظمت و بزرگی معلوم نہین ہے ؎

انسان کیا سجود ملائک کے واسطے		جوہر ہین تم مین سب ملکوتی صفات کے

بھلا یہ تو بتایئے کہ آپ کو یہان عبادت مین کون چیز مانع ہے۔

حُسن آرا۔ تعلقات دنیوی

سوامی جی۔ پھر ان تعلقات کو دل سے فراموش کیون نہین کرتین۔

ح۔ اگر ان تعلقات کو فراموش کیا جائے تو سارا دنیاوی کاروبار بند ہو جائے۔

س۔ کیا یہ ممکن نہین ہے کہ ترک تعلق کے ساتھ دنیوی کام بدستور جاری رہین۔

ح۔ ہان ممکن تو ہے مگر اسکے یہ معنی ہین کہ پانی مین رہو اور کپڑے نہ بھیگین ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

س۔ لیکن اگر تمھارے کپڑے واٹر پروف (یعنی موم جامہ) کے بنے ہونگے جسمین پانی اثر نہین کرتا تو مین سمجھتا ہون کہ نہ بھیگین گے ؎

بگیر رسم تعلق دلا ز مرغابی
شود در آب چو برخاست خشک پر برخاست

حُسن آرا۔ سوامی جی مین نہین سمجھی کہ اس لباس سے آپکی کیا مراد ہے۔

سوامی جی۔ سنیئے! اس سے مراد اشیاء دنیوی کی بے وقعتی وطن کی یاد اور محبوب کی طلب ہے۔

حُسن آرا۔ سوامی جی طلب تو ہے مگر تعلقات کی وجہ سے پوری نہین ہونے پاتی۔

سوامی جی - جی سچی طلب ہی نہین ہے ورنہ کل تعلقات آپ ہی فراموش ہوجاوین ؂

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد		ای خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست	

حُسن آرا - سوامی جی پھر یہ سچی طلب کیونکر پیدا ہو -

س - علم و عمل یہی دو ذریعے ہین جن سے سچی طلب پیدا ہوکر پوری ہوتی ہے عوام کو اول تو علم نہین اور اگر علم بھی ہے تو اوسپر عمل نہین -

ح - آپ کا فرمانا بجا ہے کہ علم و عمل دونون مین خامی ہے - مگر اسکی کیا وجہ ہے کہ علم ہونے پر بھی عمل نہین ہوتا -

س - عادت

ح - یہ عادت کیونکر دور ہو -

س - ناقص عادتون کے نقصانات پر غور کرے اور اُن کی اصلاح کرتا رہے -

ح - سوامی جی مہاراج بعض اوقات نقصانات معلوم ہونے پر بھی دوسرون کی خوشنودی کے واسطے ایسے کام کرنا پڑتے ہین جو ناجائز ہوتے ہین مثلاً بہت سی دنیوی رسمین جو مدت سے چلی آتی ہین لیکن اصل مین دیکھیے تو ناجائز ہین - اُن سے کیونکر چھٹکارا ہو -

س - یہ تو دل کی کمزوری ہے کہ اپنی عقل کو بالاے طاق رکھکر محض دوسرون کی تقلید کی جاوے اور اُنکی خوشنودی کے واسطے ناجائز کام کیے جاوین - کیا یہ ممکن نہین ہے کہ سب لوگ متفق ہوکر ناجائز رسوم کو دور کردین -

ح - سوامی جی! جاہلون کو تو اُن کے نقص نظر ہی نہین آتے اور جب اُن کو بُری رسوم کے نقصان دکھلائے جاتے ہین تو وہ کہتے ہین یہ رسمین تو باپ دادا کے وقت سے ہوتی آئی ہین - اب آپ بہت عقلمند ہوئے کہ اُن کی بیخ کنی پر آمادہ ہین - پھر ایسی

حالت مین کیا کیا جائے
س۔ آپ کو جاہلون کی خوشنودی سے کیا مطلب ہے۔ جو بات جائز ہو وہ کیجیے۔ ع

زجاہل گریزندہ چون تیر باش

جس انسان کو جائز و ناجائز کی تمیز ہے اور پھر بھی ناجائز کرتا ہے وہ حیوان سے بدتر ہے
ح۔ سوامی جی مہاراج! آخر دنیا مین رہنا ہے۔ بیٹی بیٹے بیاہنے ہین اور انھین لوگون سے تعلقات رکھنا ہین

س۔ جاہلون کے بیٹی بیٹے بیاہے جاتے ہین تو کیا عقلمندون کے بیٹی بیٹے نہ بیاہے جائین گے۔ تم کو تو خدا نے ہر طرح کی قدرت و ثروت دی ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ تمھارے بیٹی بیٹے بن بیاہے رہ جائین گے۔ ایسی فضول رسمون کو جب آپ ترک کرینگی تو آپکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی ان کے ترک کرنے پر آمادہ ہو جائینگے۔ اور یون ہی رفتہ رفتہ رسوم مذموم کی اصلاح ہو جائے گی۔

ح۔ سوامی جی مہاراج! سچ تو یہ ہے کہ یہ سب ہمارے دل کی کمزوری ہے۔ خیر اب ارشاد ہو کہ موجودہ حالت مین کیا کرون کہ دین بھی بنا رہے اور دنیا بھی۔

س۔ اپنے شوہر کی مرضی کے مطابق کام کرو اور اُن کی خوشی کو ہر امر مین مقدم سمجھو۔ اُن سے محبت کرو اور اُنکی اطاعت کرو۔ اپنے بچون سے محبت کرو اُنکی پرورش اور تعلیم مین کوشش کرو اور ترک تعلق کے ساتھ کل فرائض دینی و دنیوی کو ادا کرو حتی المقدور اپنے ہم جنسون کی مدد کرو اور جسقدر فرصت ملے اُس مین یاد خدا کرو۔ بس یہی ذریعے آپکی روحانی ترقی کے ہین۔ اور اسی طرح آپکی زندگی آرام سے بسر ہو گی۔

عورتون کی عبادت کے تین درجے ہین۔ اول اپنے مالک اور بچون سے محبت

اور اُنکی خدمت دوم نوع انسان سے محبت اور کل جانداروں سے ہمدردی سوم ذات باری سے
عشق حقیقی۔ یہ بتدریج پیدا ہوتے ہین پس آپ عبادت کے پہلے درجہ مین ہین ؎

حور و جنت جلوہ برزاہد دہد درراہِ دوست
اندک اندک عشق درکار آورد بیگانہ را

ح۔ سوامی جی! مین بڑی غلطی پر تھی مین سمجھتی تھی کہ شادی کر لینے سے مین عبادت کے
قابل ہی نہ رہی اب مین آپ کا ہزار ہزار شکریہ ادا کرتی ہون کہ آپ نے میری غلطی رفع
کردی آیندہ آپکی ہدایت پر عمل کرونگی۔

اتنے مین اُس کے شوہر اور بچے آگئے۔ دیر تک مختلف مضامین پر گفتگو ہوتی رہی
دس بجے کے قریب کھانا کھایا۔ اسکے بعد نازنین نے ستار اُٹھا کے بجانا اور اُسکے
ہمراہ گانا شروع کیا اور ایسے خوش لہجہ اور پرمضمون راگ گائے کہ روح تازہ ہوگئی
اسکے بعد ہم سب سو رہے۔

ایک روز حسن آرا نے سوامی جی سے کہا آج شب کو دریا پر کشتیون کا ایک نہایت
اچھا میلہ ہوگا مہربانی کرکے آپ بھی تشریف لے چلین۔ سوامی جی نے منظور کیا۔ عیش نگر
سے تھوڑے فاصلہ پر ایک بہت بڑا دریا تھا جس مین صدہا کشتیان پڑی رہتی تھین
جا بجا رئیسون کے بجرے پڑے تھے جن مین سوار ہوکر وہ اکثر شام کو ہوا کھانے اور
میلہ دیکھنے کو جایا کرتے تھے۔ اُس روز شب کو بہت بڑا میلہ تھا اور سب رئیسون نے
اپنے بجرے فرش فروش جھاڑ فانوس وغیرہ سے آراستہ کیے تھے۔ ہم سب حسب معمول شام کی
ہواخوری کے بعد دریا پر پہونچے اور ایک بڑے مکلّف آراستہ بجرے پر جو خاص ہمارے
میزبان کا تھا سوار ہوکر میلے کی سیر کرنے لگے۔ صدہا کشتیان جو شیشہ آلات سے آراستہ

کی گئی تھین دریا مین ادہر اودہر تیرتی پھرتی تھین اور اُن مین رقاصان نازک ادا اور مطربان خوش نوا اپنی اپنی دلکشی و دلبری کے ہنر دکھا رہے تھے۔ کنارہ پر جا بجا آتشبازی چھوٹ رہی تھی۔ قندیلون کی روشنی اور پانی مین اُسکا عکس عجب بہار دکھا رہا تھا۔ کشتیون ہی مین بازار بھی لگا ہوا تھا اور ہر قسم کا کھانا شیرنی۔ پان۔ الائچی۔ اور انواع و اقسام کی نعمتین فروخت ہو رہی تھین۔ دریا کے دونون جانب تماشائیون کا ہجوم تھا۔ ایک بجرے پر ایک خوش گلو نازنین بیٹھی گا رہی تھی اور نہایت اچھا ساز بج رہا تھا اور چند عاشق مزاج نوجوان ہمہ تن گوش بنے ہوئے سُن رہے تھے جسوقت ہمارا بجرا قریب پہونچا تو اُس نے یہ غزل عجب دل کش دُھن مین گائی۔

غزل

حُسنِ پری اک جلوۂ مستانہ ہے اُس کا
ہشیار وہی ہے کہ جو دیوانہ ہے اُس کا

گُل آنے ہین ہستی مین عدم سے ہمہ تن گوش
بلبل کا یہ نالہ نہین افسانہ ہے اُس کا

گریان ہے اگر شمع تو سر دُھنتا ہے شعلہ
معلوم ہوا سوختہ پروانہ ہے اُس کا

وہ یاد ہے اُسکی کہ بُھلادے دوجہان کو
حالت کو کرے غیر وہ یارانہ ہے اُس کا

یوسف نہین جو ہاتھ لگے چند درم سے
قیمت جو دو عالم کی ہے بیعانہ ہے اُس کا

آوارگیٔ نکہتِ گُل سے ہے یہ اشارہ
جامہ سے وہ باہر ہے جو دیوانہ ہے اُس کا

یہ حال ہوا اُسکے فقیرون سے ہویدا
آلودۂ دنیا جو ہے بیگانہ ہے اُس کا

آگے بڑھے تو ایک بجرے پر ایک مہ لقا عجب انداز سے گت ناچ رہی تھی اور پُر مذاق اہل کشتی محو نظارہ تھے۔ غرض اسی طرح ہم دیر تک سیر کرتے رہے۔ پھر کھانا کھایا اور بجرے ہی مین سو رہے اور صبح کو مکان کو واپس آئے۔

ایک روز حُسن آرا نے سوامی جی سے کہا آج جی چاہتا ہے کہ ہم ایک جلسہ کرین جسمین بلاس پور کی تمام وہ حسینان زہرہ جبین جمع ہون جنکو حُسن وادا اور ناچ گانے مین خاص امتیاز حاصل ہے۔ یون تو یہ شہر حسینون کا گھر ہے مگر ان مین بھی سات نازنینین سب کی سرتاج ہین۔ یہ کہکر اُس نے ایک نقشہ کھینچا اور اُس مین ہر نازنین کا نام لکھ کر اُسکے مقابل جس صفت مین وہ جس درجہ اور نمبر پر تھی وہ نمبر قائم کیا اور ہم کو دکھایا۔

حُسن	۰	۲	۱	۳	۶	۴	۵
گانا	۲	۱	۳	۲	۵	۸	۴
ناچ	۱	۲	۳	۵	۸	۲	۴
نام	حسن آرا	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اُسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ مجھکو ناچ سے ہمیشہ نفرت رہی اور کبھی مین نے اُسکی طرف توجہ نہین کی۔ تھانے مین کل حسینان بلاس پور کا رجسٹر تیار رہتا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ اگر آپ حُسن پرست ہین تو تمام حسینون کو جمع کر کے یکجا دیکھ سکتے ہین۔ اگر گانے کے شائق ہین تو نہایت عمدہ گانا سُن سکتے ہین۔ اگر ناچ دیکھنا منظور رہے تو سب سے اچھا ناچ دیکھ سکتے ہین۔

دوسری خوبی اسمین یہ ہے کہ لڑکیون کو اس سے ترغیب ہوتی ہے اور وہ کمال پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہین۔ بھوگ پور مین عورتین لوطے مینا کی طرح پردے مین رکھی جاتی ہین یہ بہت خراب رواج ہے لیکن اسکے برعکس بلاس پور مین عورتونکی

آزادی حد اعتدال سے زیادہ ہے اور مردون کی طرح آنے جانے مین آزاد مطلق ہین یہ بھی معیوب ہے۔ میری راے مین عورتون کو اسقدر آزادی تو ضرور ملنی چاہیے کہ وہ اپنے عزیزون کے ساتھ باہر جا سکین۔ اپنے رشتہ دارون اور عزیزون سے مل سکین۔ اور اسقدر لکھنا پڑھنا بھی عورتون کے لیے ضروری ہے کہ اپنے گھر کا انتظام کر سکین۔ گانا بجانا میری راے مین عورتون کا زیور ہے۔ بھوگ پور مین عورتون کا پڑھنا اور گانا بجانا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ یہ صرف پرانے دقیانوسی خیالات ہین۔ یہ کہکر داروغہ کو حکم دیا کہ باغ کی آرائش کیجائے۔ بارہ دری جھاڑ فانوس سے آراستہ ہو اور فلان فلان نازنینون کے نام رقعے بھیجے جائین کہ سات بجے شام کو دعوت مین شریک ہون۔ غرض اُس مہجبین کے حکم کے مطابق باغ آراستہ کیا گیا۔ نہایت نفیس غیر معمولی روشنی کیگئی۔ درختون کی شاخون مین ہزارہا قندیلین لٹکائی گئین۔ جو پتیون کے بیچ مین مثل جگنو کے چمکتی تھین اور بہت ہی بھلی معلوم ہوتی تھین۔ سنگ مرمر کے حوضون مین جابجا فوارے جاری تھے اور برقی روشنی کے رنگ فوارون کے پانی مین قوس قزح کی کیفیت پیدا کر رہے تھے۔ باغ کی بارہ دری خوب مزین کی گئی۔ اُس مین کمخواب کا فرش بچھایا گیا۔ مخمل کے فرش پر زربفت کا تکیہ صدر مقام مین بڑے تکلف سے لگایا گیا۔ باہر چبوترے پر کھانے کا انتظام کیا گیا۔ سات بجے سب مہمان جمع ہو گئے۔ حسن آرا نے اپنے دوستون سے کہا ہماری خوش نصیبی ہے کہ آج سوامی جی ہمارے مہمان ہین۔ آپ سب مہربانی فرماکر کوشش کرین کہ وہ خوب محظوظ و مسرور ہون ؏

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم اونکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

اسکے بعد مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ اتنے مین کھانا آیا تناول طعام کے بعد جلسہ رقص و سرود شروع ہوا۔ اول نزاکت آرا بہت خوبی کے ساتھ ناچی۔ اسکے بعد سب مہ جبینین درجہ بدرجہ ناچتی رہین۔ راحت آرا کا رقص بہت عمدہ قابل تعریف تھا۔ رقص آرا کا ناچ اس قدر دلفریب تھا کہ حاضرین جلسہ محو حیرت ہو گئے۔ ساز کی گت پر اُسکی سبک پا حرکات ناز و ادا کے ساتھ چلکر کھانا ہاتھون کی چلت پھرت علی الخصوص اُسکا بتانا سوامی جی کو بہت پسند آیا۔ رقص کے بعد گانا شروع ہوا پہلے نزاکت آرا گائی اور خوب گائی حسن آرا کا گانا بہت ہی دلکش اور موثر تھا اور اُس نے زیادہ تر ٹھانی جنہین گائین سرود آرا کے گانے کا تو کچھ بیان ہی نہین ہو سکتا۔ تال سم کے ساتھ صرف سُرون کی ترتیب اور معجز نما گلے بازی ایسی دلکش تھی کہ سامعین بت بنے بیٹھے تھے۔ دھرپد ترانہ خیال۔ ٹھمری۔ وغیرہ اور مختلف راگنیین سوہنی و گوری و شیام کلیان وغیرہ اُسنے اس خوبی سے گائین کہ سننے والون کے دل ہاتھ سے جاتے رہے۔ مجھکو اگرچہ علم موسیقی سے چندان واقفیت نہین تاہم سچے سُرون اور وقت کے راگ راگنیون نے کچھ ایسا لطف دیا کہ بیان سے باہر ہے اور سوامی جی جو خود بھی ایک اچھے گانے والے تھے ان نازنینون کا گانا سُنکر بہت محظوظ ہوے۔ بارہ بجے کے قریب جلسہ برخاست ہوا صبح کو ہم نے رخصت چاہی مگر حسن آرا نے ساون کے جھولے دیکھنے کے لیے ہمین باصرار ٹھہرا لیا۔

غرضکہ ساون کا مہینہ آیا تو حسن آرا ہمکو ایک دن سہ پہر کے وقت جھولون کا تماشا دکھانے لے گئی۔ بستی سے باہر بلاس پور کے رئیسون نے اپنے اپنے باغ نہایت زیب و زینت کے ساتھ آراستہ کر رکھے تھے جب شہر مین رہتے رہتے دل گھبرا جاتا تو چند روز باغون مین

قیام کرتے اور وہان کی روح افزا تازہ ہوا اور فرحت بخش سبزہ سے دل و دماغ تازہ کرتے تھے۔ علی الخصوص ساون کے مہینہ مین جو سال کے بارہ مہینون مین سب سے زیادہ دلفریب اور نشاط افزا ہے یہ تمام باغات اہل ذوق اور صاحب دل مرد و زن کے واسطے وقف ہوجاتے ہین اس زمانہ مین ان باغون مین نہایت تکلف کے ساتھ آم کے درختون مین نقرئی طلائی اور گنگاجمنی جھولے ریشم کی رسیون سے ڈالے جاتے ہین اور اُن مین بلاس پور کی دلربا نازک ادا مہجبینین جھولتی ہین اور حسن پرست تماشائیون کے ٹھٹ لگے رہتے ہین۔ ہم جاتے جاتے دلکشا باغ مین پہونچے سواری دروازے پر چھوڑی اور اندر ایک وسیع باغ مین پہونچے جسکی چاردیواری پختہ تھی روشین کشادہ اور صاف۔ ہر طرف سبزہ لہلہا رہا تھا۔ انواع واقسام کے رنگا رنگ پھول کھلے ہوے تھے۔ ہوا مین بھینی بھینی خوشبو آتی تھی۔ آسمان پر ابر چھایا تھا۔ کوئل کوک رہی تھی۔ مور اپنے مستانہ رقص اور پُرجوش صداؤن سے شاہدانِ چمن کو بےخود بنا رہے تھے۔ ہر طرف سرور کا عالم تھا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے بیان مین نہین آسکتا۔ ایک آم کے درخت کے نیچے کیا دیکھتے ہین کہ ایک نازنین دھانی کپڑے پہنے بناؤ سنگار کیے اور زیور سے مزین ایک سبز مخمل کے گدے پر تکیہ سے لگی جھولے پر بیٹھی ہے اور کئی پری رخسار لونڈیان اُسے جھلا رہی ہین پاس ہی ایک چھوٹی میز پر شراب گلگون کی چند بوتلین اور چند رنگین گلاس رکھے ہوے ہین۔ وہ نازنین کبھی ناز و ادا کے ساتھ کوئی غزل گا دیتی اور کبھی شیرین زبانی سے مسکرا کے کوئی ایسی بات کہہ دیتی تھی کہ حسن پرست تماشائیون کا دل بیتاب ہوجاتا تھا۔ کبھی ٹھمری یا ٹپا گاتی کبھی جھولا روک کے شراب کا جام بھرتی اور اُسے اپنے ہونٹھون سے لگا کر

کسی دلدادہ نوجوان کو دیدیتی وہ جام ہاتھہ مین لیتے ہی اپنی خوش نصیبی پر فخر کرکے اُسے نوش کرجاتا - ہم پہونچے تو وہ خوش گلو ماہرو یہ غزل گا رہی تھی ؎

دہن پر ہین اُن کے گمان کیسے کیسے	کلام آتے ہین درمیان کیسے کیسے
زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا	بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے
تمھارے شہیدون مین داخل ہوئے ہین	گل و لالہ و ارغوان کیسے کیسے
بہار آئی ہے نشہ مین جھومتے ہین	مریدان پیر مغان کیسے کیسے
نہ مڑ کر بھی بے درد قاتل نے دیکھا	تڑپتے رہے نیم جان کیسے کیسے
بہارِ گلستان کی ہے آمد آمد	خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے
نہ گورِ سکندر نہ ہے قبر دارا	مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے

یہ گا کر اُسنے جام بھر کے ایک نوجوان کو دیا جس نے جھک کر سلام کیا اور شکریہ ادا کرکے پی گیا - یہ دیکھ کے ایک دوسرے نوجوان نے اپنے ایک دوست سے آہستہ سے کہا آپ انجمن اعتدال کے ممبر ہین - چندروز ہوئے آپ نے انجمن تہذیب مین بڑے جوش و خروش کے ساتھ شراب کے نقصانات پر لکچر دیا تھا اور آج یہ بے اعتدالی - اُس مینوش نوجوان نے بیخودی کے لہجہ مین یہ شعر پڑھا ؎

گر یار مے پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے
زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین

اسکے بعد اُس کافرادا نے ایک جام ایک خضر صورت زندہ دل بزرگ کو دیا جو یہ شعر پڑھتے ہوئے ؎

گرچہ بدنامیست نزدِ عاقلان
ما نمی خواہیم ننگ و نام را

سلام کرکے اُسے سب بے تکلف اُڑا گئے۔ ایک صاحب نے اُن کی طرف اشارہ کرکے میرے کان مین جُھک کر کہا کہ آپ شہر کے واعظ ہین۔ مین نے اُن کی صورت نہایت حیرت سے دیکھی اور یہ شعر پڑھا ؎

مے پیا ضرِ آپ بھی پیتے ہین ہاین ریش سفید
ہائے یہ نور کی شکل اور سیہ کارون مین!

اسکے بعد ہم اور باغون مین گئے اور جھولون کی خوب سیر کی جسے دیکھا مست دیکھا نہ دنیا کی خبر تھی نہ دین کی پروا۔ واقعی بلاس پور کے جھولے قابل دید ہین۔ اس کے بعد جھولون کو خیرباد کہکر ہم یہ شعر پڑھتے ہوے چلدیئے ؎

سیر کی خوب پھرے پھول چُنے شاد رہے
باغبان جاتے ہین گلشن ترا آباد رہے

دوسرے روز صبح کو ہم حسن آرا سے رخصت ہو کر چلدیئے اور کچھ عرصے کے بعد کیرتی پور مین پہونچے۔

کیرتی پور

پھرتے پھراتے سیر کرتے ایک ایسے خانہ باغ مین پہونچے جہان مختلف قسم کے چند درخت لگے تھے اور ایک بارہ دری بنی تھی اندر فرش بچھا تھا ایک صاحب تکیہ سے پیٹھ لگائے مسند پر بیٹھے تھے قلمدان آگے رکھا تھا۔ ایک ہاتھ مین قلم دوسرے مین

کاغذ تھا آنکھین کچھ بند کچھ کھلی تھین۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی خیال مین محو ہین۔ ہمین دیکھکر چونک پڑے بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے اور پاس بٹھا کر تفتیش حال کرنے لگے۔ پھر کہا مین شاعر ہون۔ حضرت شاعری بہت مشکل کام ہے۔ عوام صرف قافیہ پیمائی کو شاعری سمجھتے ہین۔ اور اب تو گل و بلبل کی شاعری رہ گئی ہے ؎

جو شاعر کمر جھوٹ پر باندھتے ہین
رگِ گل سے بلبل کا پر باندھتے ہین

شاعری دراصل خیال کی بلندی اور اُسکے اظہار کی خوبی کا نام ہے جو محض خداداد ہوتی ہے۔ محنت اور مشق سے اُسکا حصول ممکن نہین۔ اصلی شاعر وہ ہے جسکا خیال بارگاہ عالی تک پہونچتا ہے۔ اُس مقدس دربار مین چونکہ صرف خیال کو رسائی ہے اسلیے صرف شاعری ہی قرب ذات باری کا ذریعہ ہے اسی واسطے لکھا ہے کہ "شاعری جزویست از پیغمبری"۔ دیکھیے ملاحظہ ہو یہ کہکر اُنھون نے اپنے اشعار سُنانا شروع کیے اور سوامی جی داد دینے لگے۔ واقعی مضامین دلچسپ خیالات بلند طرز بندش چست اور زبان فصیح تھی آخر مین آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

اگرچہ دی ہے یارب تونے وہ طبع جواں مجھکو
کہ ہے رونق فزائے بزم عالم جسکی زیبائی

تکلم سے مرے ذوقِ کلام اب ہے زمانے مین
مری منطق سے بزم شعر مین ہے لطف گویائی

زبان سے میری جو نکلا لسان الغیب ہے گویا
ہر اک مطلب ہے الہامی ہر اک مضمون ہے القائی

مری تیغ زبان نے سر کیا ملکِ معانی کو
مجھے زیبا ہے اقلیم سخن مین کار فرمائی

یہ فنِ شاعری کیا ہے کہ جسپر فخر ہو مجھکو
مگر ہاں مجھسے ہے بزم سخن کی عزت افزائی

مری گفتار کی گرمی سے پیدا سوزِ پنہان ہے
مجھے ذوقِ سخن سے کیا غرض تھی ہان مقدر نے

فلک کی سرد مہری سے طبیعت اور گرمائی
دلِ پرآرزو دیکر طبیعت میری بہلائی

یہ ایک بڑے مشہور و معروف شاعر تھے۔ چندروز تک ہمین اپنے کلام سے اُنھون نے محظوظ کیا۔

ایک دن ہم اُن سے رخصت ہوکر تھوڑی دور گئے ہونگے کہ ایک عالیشان مکان پر گذر ہوا۔ صاحب مکان کو اطلاع کرائی تو حکم ہوا بُلالو۔ خادم ہمکو ایک وسیع آراستہ کمرے مین لے گیا۔ ایک کونے مین دو ایک ستار رکھے ہوے تھے۔ دوسرے کونے مین معشوق باجا رکھا تھا۔ ایک طرف ایک ہارمونیم تھا اور چوتھے کونے مین ایک پیانو لگا ہوا تھا۔ مالک مکان۔ پنڈت راگانند صاحب ہم سے بہت تپاک سے ملے اور ہمین اپنے پاس مسند پر بٹھا لیا۔ سوامی جی نے فرمایا اس کمرہ کا سازوسامان شہادت دیتا ہے کہ آپ کو علم موسیقی مین کمال حاصل ہے۔ پنڈت جی مسکراکر بولے احقر کو کچھ شوق تو ضرور ہے مگر کمال کجا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ علم اب قریب قریب معدوم ہوتا جاتا ہے اُسکے جاننے والے بہت کم ہین اور سچ تو یہ ہے کہ اس زمانے مین مجھ سا نادان شخص بھی غنیمت ہے۔ مگر مجھے متقدمین سے کچھ نسبت نہین۔ یہ کہکر ستار ہاتھ مین لیا اور وقت کی کئی دلچسپ چیزین بجائین۔ پھر کچھ گایا۔ سوامی جی نے فرمایا کہ واقعی آپ اپنے وقت کے تان سین ہین۔ پنڈت جی نے فرمایا مجھکو تان سین سے کیا نسبت۔ سوامی جی مہاراج یہ علم ایسا وسیع ہے کہ اگر دس ہزار برس کی عمر ہو اور انسان پانچ ہزار سال تک گانا سیکھے اور پانچ ہزار برس تک مشق کرتا رہے تو شاید کچھ ہو جائے۔ عمر اتنی مختصر ہے کہ کچھ نہین ہوسکتا۔

مہاراج! اگر انسان کو یکسوئی نصیب ہو سکتی ہے تو علم موسیقی ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے گانا صرف عیش و نشاط اور تفریح و انبساط ہی کے واسطے نہین بلکہ نجات کا بھی یہی ایک وسیلہ ہے۔ دیکھیے نارد جی مہاراج صرف اپنے گانے بجانے کی بدولت ذات باری کو عزیز ہین چھہ راگ اور چھتیس راگنین جسکے بس مین ہون اُسکو کچھ مشکل نہین سوامی جی نے مُسکرا کر پوچھا بھلا چھہ راگ اور چھتیس راگنی کیونکر قابو مین آسکتی ہین۔ پنڈت جی صاحب نے کہا بجز عنایت ایزدی کے اس نعمت کے حاصل ہونے کا اور کوئی ذریعہ نہین۔ سوامی جی نے فرمایا کہ عنایت ایزدی کیونکر حاصل ہو۔ جواب دیا کہ مہاراج کے چرن کنول کی بھگتی ہی سے عنایت ایزدی ممکن ہے تب سوامی جی نے فرمایا اس صورت مین نجات کا ذریعہ بھگتی ہے نہ گانا۔ پنڈت جی صاحب نے فرمایا بھگتی سے عنایت ایزدی ہوتی ہے۔ عنایت ایزدی سے گانا آتا ہے۔ گانے سے یکسوئی پیدا ہوتی ہے اور یکسوئی سے نجات۔ لہذا گانا ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ سوامی جی ہنسنے لگے۔ چندروز ہم پنڈت جی کے پاس مقیم رہے۔ ایک دن شام کو ہماری خاطر سے آپ نے جلسہ کیا اور کیرتی پور کے عمدہ گویے جمع کرکے ہمین محظوظ کیا۔

اب ہم پنڈت جی سے رخصت ہو کر ایک مکان کے دروازہ پر پہونچے۔ اطلاع ہونے پر اندر ایک دیوان خانے مین لیجا کر بٹھائے گئے۔ کمرہ نفیس تصویرون سے آراستہ تھا اور صاحب خانہ ایک تصویر کی تیاری مین مصروف تھے۔ ہمکو دیکھکر بہت تپاک سے ملے۔ جس تصویر کو وہ بنا رہے تھے ہمین دکھائی اور فرمایا یہ تصویر سرستی جی کی ہے مگر ابھی ناتمام ہے چندروز کی محنت اور درکار ہے۔ واقعی تصویر عمدہ تھی گو نامکمل تھی مگر قابل دید تھی۔ ایک حسین نازنین بھولی صورت چھیپی لباس پہنے

ہوے ہاتھ مین بینا لیے جوش دینداری کا اظہار کر رہی تھی۔ مصور صاحب نے فرمایا
جناب جب یہ تصویر مکمل ہو گی اُس وقت البتہ قابل دید ہو گی۔ جناب من مصوّری
ایک نہایت نازک کام ہے اس فن مین کمال پیدا کرنے کے لیے مدت دراز چاہیے
عمدہ مصور کو آپ خدا کا نائب سمجھیے۔ جیسے وہ خلاق عالم اپنے تصور کو مادے پر
جماتا ہے اسی طرح مصور اپنے تصور کو کاغذ یا کپڑے پر قائم کرتا ہے اور آپ سمجھ سکتے
ہین کہ تصور کو تصویر مین لانا کسقدر مشکل کام ہے۔ اول تو تصور کا مکمل ہونا۔ دوم اُسکا
پورا اظہار ہو جانا بہت بڑا کام ہے۔ مین تو ابھی مبتدی ہون لیکن رفتہ رفتہ کچھ
دسترس حاصل ہو جائے تو بعید نہین۔ اسکے بعد مصور صاحب نے ہم لوگونکو ساتھ
لیا اور ایک دوسرے کمرے مین داخل ہوے جس مین بہت سی عمدہ عمدہ تصویرین
خوشنما و قیمتی چوکھٹون مین جڑی ہوئی دیوارون پر لگی تھین اُنمین سے ایک ایک تصویر ہمکو
دکھائی اور فرمایا کہ یہ تصویرین اعلی مصورون کی دستکاری کا نمونہ ہین۔ اس فن کی
جسقدر ملک یونان مین ترقی ہوئی اب تک دوسرے ملک مین نہین ہوئی۔ بعض کا
خیال ہے کہ سب سے پہلے یہ فن ہندوستان مین کمال کو پہونچا تھا۔ اہل یونان نے
اس کو ہندوستان سے سیکھا۔ پھر اور قومون نے اہل یونان سے تعلیم پائی۔ مگر
چونکہ اہل ہند کی ترقی کو بہت زمانہ گذر گیا اور یہ فن یہان محفوظ نہین رکھا گیا اسلیے
آجکل ہندوستان مین یہ فن کالعدم ہو گیا۔ اس بنا پر اُس فن کا کمال اہل یونان
ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مصور صاحب نے یونان کے مصورون کی چند
تصویرین دکھائین۔ واقعی بہت مکمل تھین۔ اگرچہ غیر ملک کے مصورون کی تصویرین
بھی وہان موجود تھین مگر اس قوت قلم اور نزاکت خیال کو کوئی نہین پہونچتی تھی۔

دیکھتے دیکھتے ہم ایک تصویر کے قریب پہونچے - یہ ایک بھولی صورت پاک سیرت نازنین کی تصویر تھی جبکا لباس سادہ تھا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے عجیب انداز سے آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی - اپنے خیالات مین غرق تھی - دنیا و مافیہا سے بے خبر باریک لباس کے اندر اُس کا گورا بدن اور بدن کے اندر اُسکے نورانی خیالات جھلک رہے تھے - مین نے پوچھا یہ کسکی تصویر ہے مصور صاحب نے فرمایا یہ شردھا یعنے اعتقاد کی خیالی تصویر ہے - سوامی جی بھی اُسکو بغور دیکھتے رہے اُسکے بعد چند سادھو مہاتماؤن کی تصویرین دیکھین جن کے نورانی چہرون سے ضبط و توکل اور زہد و تقوی کے آثار ہویدا تھے - اسکے بعد ایک اور تصویر کے پاس پہونچے یہ شیوجی مہاراج کی اُس وقت کی تصویر تھی جب اُن کی تیسری آنکھ سے ایک شعلہ نکلا اور کام دیو کو فنا کیا مہاراج جلال آمود غضب آلود نظر سے کام دیو کی موہنی مورت کی طرف دیکھ رہے تھے - سوامی جی اس تصویر کو دیکھکر بولے اس مضمون کو خوب سمجھ لینا چاہیے - تیسری آنکھ گیان کی آنکھ ہے - اس گیان کی آنکھ سے جب روشنی پیدا ہوتی ہے تو کام دیو فنا ہوتا ہے - جب تک انسان کی یہ آنکھ نہین کھلتی اُسوقت تک اُسے کام دیو سے رہائی نہین ملتی - لہذا گیان کے حاصل ہونے ہی پر کام دیو کی بیخ کنی ہوتی ہے مصور صاحب نے کہا آپ کا فرمانا بجا ہے مگر افسوس ؎

فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان	اس چند روزہ عمر مین کیا کیا کرے کوئی

گیان کا حاصل ہونا تو درکنار فن مصوری مین کمال پیدا کرنے کو حضرت خضر کی عمر چاہیئے غرض چند روز ہم اونکے پاس مقیم رہے اور عمدہ عمدہ تصویرین دیکھا کیے -

پھر رخصت ہو کر ایک سپہ سالار صاحب کے مکان پر پہونچے - وہ بہت خوش خلقی سے

پیش آئے۔ اُسی وقت فوج کا ملاحظہ کرکے آئے تھے اور کرسی پر بیٹھے تھے۔ آگے
میز پر تلوار رکھی تھی اور سینے پر تمغے لٹک رہے تھے جو اُن کے کارنمایان کی یاد
دلاتے تھے۔ مزاج پرسی کے بعد سوامی جی سے استفسار حالات کرتے رہے پھر بولے
سوامی جی مہاراج! اس عالم مین عزت و نیکنامی سے زندگی بسر ہو تو زندگی ہے
ورنہ گمنامی کی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ مین افواج عیش نگر کا سپہ سالار اعظم
ہون۔ میری تمام عمر میدان کارزار مین بسر ہوئی۔ فلان فلان جنگ مین مین نے فتوحات
حاصل کیے اور (تمغون کی طرف اشارہ کرکے) یہ تمغے اپنی خدمات کے صلے مین پائے
فن سپہ گری ایک مردانہ پیشہ ہے، جس مین ہر شخص کو دستگاہ حاصل کرنی چاہیے
اور جو صاحب اُس مین نام پیدا کرنا چاہین اُنکو لازم ہے کہ اپنا تن من دھن اُسپر قربان
کردین یہ کہکر ہمکو اپنے اسناد دکھائے۔ اُن کے ایک افسر نے لکھا تھا کہ ٹھاکر
جنگ بہادر صاحب بڑے جری اور ہوشیار سردار ہین۔ فن سپہ گری سے اُنکو
فطری مناسبت ہے اور لیاقت و شجاعت مین بے مثل ہین۔ مین امید کرتا ہون
کہ ٹھاکر صاحب جلد اُس منصب کو پہونچین گے جو اُن کی شجاعت و لیاقت کے
موزون ہوگا۔ یہ اسناد دکھاکر اپنے فتوحات کا حال بیان کرتے رہے۔ اثناء گفتگو
مین سوامی جی نے کہا۔ ٹھاکر صاحب جب میدان جنگ مین خون کے دریا بہتے ہین
اور کشتون کے پشتے لگ جاتے ہین اُسوقت کبھی آپ کو یہ خیال بھی آتا ہے کہ آپ کے ہاتھ
سے کسقدر خونریزی ہوتی ہے۔ ٹھاکر صاحب نے مسکراکر جواب دیا مہاراج! یہ خیالن
آپ کے گیروا لباس کے موزون ہے نہ کہ ہم چھتریون کے۔ دھرم جدھ مین لڑنا چھتریا
کا فرض عین ہے۔ شاسترون مین بھی یہی لکھا ہے اور مہاراج سری کرشن جی نے

بھگوت گیتا مین بھی ایسا ہی فرمایا ہے ۔سوامی جی نے کہا واقعی دھرم جدھ مین لڑنا چھتریون کا فرض عین ہے مگر آپ نے کبھی یہ بھی غور کیا ہے کہ دھرم جدھ کسکو کہتے ہین ۔مہاراج نے گیتا مین فرمایا ہے کہ سُکھ دُکھ نفع و نقصان فتح و شکست کو برابر تصور کرکے اپنے ملک کی حفاظت کے لیے لڑنا دھرم جُدھ ہے اور اُس سے پاپ نہین ہوتا۔ ٹھاکر صاحب جب آپ نیک نامی کے آرزومند ہین تو اس خونریزی کے بھی آپ ضرور جواب دہ ہونگے ۔اسکو ٹھاکر صاحب نے تسلیم کیا اور کہا جیسا آپ فرماتے ہین حقیقت مین ویسا ہی ہے ۔ترک تعلق کے مقابلے مین توپون کے سامنے چلے جانا کھیل ہے مگر ترک دُنیا کرنا تو لوہے کے چنے چبانا ہے ۔سوامی جی مسکراکر خاموش ہوگئے اس طرح چند روز ہم سپہ سالار کے مہمان رہے ۔ایک دن اُنھون نے فرمایا چلیے آج آپ کو کیرتی پور کے قبرستان کی سیر کرالائین ۔یہ کہکر جوڑی گاڑی کی تیاری کا حکم دیا اور پوشاک بدل کر ہمین ساتھ لیا ۔کچھ فاصلے پر گورستان ملا ۔ایک وسیع احاطہ تھا جسکے گرد پختہ چار دیواری بنی ہوئی تھی ۔پھاٹک پر ایک خضر صورت بڈھا جسکی ڈاڑھی اور سر کے بال سفید تھے بیٹھا تھا ۔پھاٹک کی کنجی اُس شخص کے ہاتھ مین تھی ۔پھاٹک کے اوپر سنگ مرمر کی لوح مین سنگ موسٰی کی پچی کاری سے یہ شعر تحریر تھا ؎

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت
نوشیروان نہ مُرد کہ نام نکو گذاشت

اُس بڈھے محافظ نے سپہ سالار کی صورت دیکھتے ہی پھاٹک کھول دیا اور ہم لوگ اندر داخل ہوئے ۔ایک وسیع میدان تھا جس مین زمین دوز گھاس کے تختے تھے

جابجا سرو کے درخت استادہ تھے۔ پانی چھڑکا جا رہا تھا۔ اِن گھاس کے تختون مین جابجا قبرین بنی ہوئی تھین جنمین سے اکثر سنگ مرمر کی تھین اور بعض دیگر پتھرون کی بنی ہوئی تھین۔ ایک قبر پر جب پہونچے تو دیکھا کہ اُس پر رُباعی ذیل لکھی ہوئی تھی

رباعی

گو نہین زندہ ہون پر زندہ ہی شہرت میری
بعد مرنے کے نہین مرنے کی عزت میری
مین نے وہ کارِ نمایان کیے اس عالم مین
یاد جنکی کہ دلائے گی یہ تربت میری

غرض اس شہرِ خموشان کی سیر کے بعد شام کو ہم مکان پر واپس آئے۔

منزل دوم

دیندار نگر عرف تعصب نگر

دوسرے روز صبح کو ہم سپہ سالار صاحب سے رخصت ہو کر روانہ ہوے۔ جب عیش نگر کی حدود سے باہر نکل گئے تو ایک دروازے پر پہونچے جس پر سرخ روشنائی سے یہ شعر لکھا تھا ؎

قتل کردن کافر دین را سزا است
گر نصیحت بشنود تلقین روا است

دروازہ کھلا تھا۔ ایک سمت ایک نوجوان شمشیر برہنہ ہاتھ مین لیے ٹہل رہا تھا دوسری جانب ایک بزرگ ایک کتاب ہاتھ مین لیے کھڑے تھے۔ مین نے اُن بزرگ صاحب سے پوچھا حضرت یہ کیا مقام ہے۔ جواب دیا یہ دیندار نگر کا دروازہ ہے۔ کفار اس بستی کو تعصب نگر کہتے ہین۔ اس مین دو محلے ہین ایک سنگین نگر۔ دوسرا ملایم نگر یہ بستی دینداروں کا عین فخر ہے۔ عیش نگر تو کفر کا گھر ہے سوا ے عیش و عشرت ناچ رنگ او عزت و شہرت کے وہان دین کا چرچا بھی نہین۔ جن طالبان دین کے خیال مین ؎

سر پر کھڑی ہوئی ہے گھڑی انقلاب کی
دنیا کا رنج و گنج ہے کشتی حباب کی

وہ سب باتون پر خاک ڈال کر یہان آتے ہین اور اپنی مغفرت کے جویان ہوتے ہین

عیش نگر سے بہت کم لوگون کو یہان آنے کی توفیق ہوتی ہے کیونکہ عیش نگر کی آزادی دلچسپی اور دیندار نگر کے فرائض کی پابندی اُن کی سدّراہ ہوتی ہے۔ مگر جن مین جوش دینداری کا غلبہ ہوتا ہے وہ یہان ضرور رکتے ہین۔ آپ شوق سے اندر جائیے اور دینداری کے ذریعہ سے زندگانی کا ثمرہ حاصل کیجیے۔ مگر یاد رہے کہ کفر کے نتائج دنیا و عقبیٰ مین نہایت ہی خطرناک ہوتے ہین لہٰذا کفر سے ہمیشہ پرہیز کرتے رہیے ورنہ آپ اس بستی مین سخت مصیبت مین پڑجائینگے کیونکہ یہان دینداروں سے برادرانہ اور کفار سے مخالفانہ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ کفار کو انواع واقسام کی ایذائین جنکے وہ سزاوار ہین دی جاتی ہین۔ پس جائیے خدا حافظ۔ ہم لوگ آگے بڑھے اور سنگین نگر کے قریب پہونچے۔

سنگین نگر

آبادی سے دور ایک وسیع باغ تھا جسمین ایک عظیم الشان گرجا بنا تھا۔ باغ کے ایک گوشہ مین بہت آدمیون کا ہجوم تھا جہان مرد و عورت لڑکے بڈھے جوان سب آگے جانے کے لیے شائق اور کسی منظر کے دیکھنے کے مشتاق نظر آتے تھے۔ ہم قریب گئے تو دیکھا کہ وہان چند سیاہ پوش پادری نہایت سنجیدگی کے ساتھ کھڑے تھے۔ اُن کے قریب ایک چتا بنی ہوئی تھی اور چند مسلح سپاہیون کے حلقے مین ایک پندرہ سولہ برس کی معصوم لڑکی جسکے چہرے سے خوف و نا امیدی کے آثار نمایان تھے کھڑی کانپ رہی تھی۔ تماشائیون سے معلوم ہوا کہ اس لڑکی کی زبان سے اتفاقاً اپنے کسی ہم سن رفیق کے سامنے نکل گیا تھا کہ انجیل کا یہ مسئلہ کہ آدم کی ایک پسلی سے حوّا پیدا ہوئی میری سمجھ مین نہین آتا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر پادریون کے کان تک پہونچی۔ اسکی تحقیقات کے لیے انھون نے

ایک جلسہ منعقد کیا اور لاٹ پادری اسکے میر مجلس قرار دیے گئے۔ آخرکار بڑی تحقیقات و مباحثہ کے بعد میر مجلس صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ اس لڑکی کو زندہ جلا دیا جائے تاکہ کفر سے دین کی حفاظت اور دینداروں کو عبرت ہو چنانچہ آج اُسی حکم کا عملدرآمد ہو رہا ہے گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ لڑکی رسیوں سے باندھکر چتا کے اوپر بٹھا دی گئی اور ایک سن رسیدہ پادری نے اُسکے پاس جاکر آہستہ سے کہا بیٹی تو مسیح سے اپنے گناہ کی معافی مانگ وہ بڑا رحیم و غفور ہے تیرا گناہ بخش دیگا۔ لڑکی نے جواب دیا اے بابا تمکو بھی تو اُسکے رحم کی ضرورت ہے جب تم مجھپر رحم نہیں کرتے تو کس منھ سے تم مسیح سے رحم کے ملتجی ہوگے۔ پادری نے جواب دیا اے بیٹی ہم دین عیسوی کے محافظ ہیں اگر تجھپر رحم کریں تو دین مسیحی میں خلل پڑجائے اس لیے ہم مجبور ہیں تو مسیح سے معافی مانگ پس وہی تیرا گناہ معاف کرسکتا ہے۔ لڑکی نے جواب دیا اچھا بابا میں مسیح سے اپنے گناہ کی معافی مانگتی ہوں گو میری دانست میں یہ گناہ نہیں اور یہ بھی اُس سے التجا کرتی ہوں کہ آپ لوگوں کو اس ظلم کا بدلہ دے۔ پادری نے بہت نرمی و ملائمت سے کہا بیٹی تو اپنے گناہوں کو کیوں زیادہ کرتی ہے ایک تو تو نے یہ گناہ کیا کہ کلام الٰہی میں شک ظاہر کیا۔ دوسرے ہمکو جو محافظ دین ہیں ظالم تصور کرتی ہے۔ ہم مسیح سے دست بدعا ہیں کہ وہ تجھپر اپنا رحم و کرم کرے اور تیرے دل کو پاک و صاف کردے۔ یہ کہکر وہ بڈھا پادری ہٹ گیا اور ایک آدمی کو چتا میں آگ لگانے کا اشارہ کیا۔ ہم سے یہ دیکھا نہ گیا اور وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ لڑکی کی آواز کان میں پہونچتی تھی اور دل کو بےچین کرتی تھی مگر بے بسی تھی کچھ نہ کرسکے۔

آگے بڑھے تو یہ تماشا نظر آیا کہ کچھ فاصلے پر ایک میدان میں دو فریق کے درمیان جنگ ہو رہی ہے تلواریں کھچی ہوئی ہیں۔ ہزاروں آدمیوں کے سر کٹے پڑے ہیں سیکڑوں

کرتے چلے جاتے ہین۔ مار مار کی صدائین بلند ہو رہی ہین۔ مجروح زمین پر پڑے کراہ رہے ہین۔ اس خوفناک منظر کو دیکھکر دل کانپ گیا۔ ہم سکتے کے عالم مین کھڑے ہوگئے اور خوف کے مارے قدم آگے بڑھانے کی جرأت نہو ئی۔ کچھ دیر کے بعد سرکاری فوج نے آکر اس مجمع کو منتشر کیا۔ چند شخصون کو گرفتار کیا باقی بھاگ گئے۔ مجروح شفاخانے بھیجے گئے اور لاشون کے جلانے کا حکم دیا گیا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ہندوؤن کے دو فریق شیوا اور وشنو مین باہم ٹیکہ یعنی قشقہ کے مسئلہ پر بحث ہوئی۔ مباحثہ مین سخت کلامی کی نوبت پہونچی اور آخر کار یہ خونخوار جنگ برپا ہوئی۔

اب یہان سے چل کے ہم سنگین نگر مین پہونچے۔ یہان بازار مین ایک مقام پر ہندو مسلمانون مین لٹھ چل رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ایک سمت سے ہندوؤن کی کالی کی سواری جاتی تھی اور دوسری جانب سے مسلمانون کے تعزیے آتے تھے۔ ہر دو فریق نے سنگھاسن اور تعزیے رکھکر لٹھ بازی شروع کر دی۔ جانبین سے بہت آدمی زخمی ہوئے اور آخر کار پولیس نے بدقت تمام اونکو منتشر کیا۔ ہم حیران تھے کہ یاالٰہی یہ کیسی دینداری ہے جو بجائے اتحاد اور ہمدردی کے قتل و خونریزی کو جائز رکھتی ہے۔

وہان سے آگے بڑھے۔ اکثر باشندون کو بہت مہذب اور متقی پایا۔ کوئی شاستر کا پاٹھ کر رہا تھا۔ کوئی قرآن کی تلاوت مین مشغول تھا۔ کوئی انجیل پڑھنے مین مصروف تھا۔ ان دینداروں کی صورت سے یہ ہرگز نہین ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایسی بیرحمی و خونریزی کے مرتکب ہو سکتے ہین مگر جوش دینداری (یعنی تعصب) سے مغلوب ہو کر یہ لوگ اُن افعال ناجائز کے مرتکب ہوتے ہین جو بادی النظر مین اُنسے ہرگز سرزد ہونے کے قابل نہین۔

ایک صاحب ایک مسجد مین قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ ہم اُنکے پاس بیٹھ گئے۔ اور

دیرتک اُن سے گفتگو کرتے رہے۔ اُنھین بہت خلیق اور سنجیدہ مزاج پایا اثناے گفتگو
مین ہمنے اُن سے دریافت کیا کہ یہ تو دینداروں کی بستی ہے مگر آپ صاحب اسقدر
بیرحمی اور خونریزی کو کیون روا رکھتے ہین۔ فرمایا کہ جس طرح چوپائے جانورون سے باغ کی
حفاظت خاردار درختون کے ذریعہ سے کی جاتی ہے اسی طرح کفر سے دین کی حفاظت بذریعہ
قتل و خونریزی کے ہوتی ہے۔ ایسا نہ کیا جائے تو دین کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ یہ دیندار نگر ہے
اگر یہان کفر جڑ پکڑ لے تو ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کا مضمون ہو جائے سنگین نگر مین جتنے ہندو مسلمان و عیسائی رہتے ہین سب راسخ الاعتقاد اور پکے
دیندار ہین جو ہرگز کفر سے چشم پوشی نہین کر سکتے دیندار لوگ مثل پاکدامن عورت کے
ہوتے ہین جو اپنے شوہر کے سوا غیر کی طرف نظر اُٹھا کر نہین دیکھ سکتی۔ اگر ایسا کرے
تو کشتنی سوختنی گردن زدنی ہے۔ علاوہ برین زندگی چند روزہ ہے اگر دین کے کام آجائے
تو سمجھ لو کہ اُسکا اصلی مقصد حاصل ہو گیا۔ ورنہ سب سعی لاحاصل ہے۔ شہادت دراصل
انسان کے لیے معراج ہے۔ بڑے خوش قسمت ہین وہ لوگ جو اس عالم مین یہ مرتبہ پاتے
ہین اور بعد کو جنت کا لطف اُٹھاتے ہین۔ آپ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ گفتگو کی۔

مُلائم نگر

بعد کو ہم سنگین نگر سے روانہ ہوے اور ملائم نگر مین پہونچے۔ یہان بھی سب آدمیون کو
اپنے اپنے دینی فرائض مین مشغول پایا مگر یہان کے باشندے بمقابلہ سنگین نگر کے بہت
حلیم اور سلیم الطبع تھے۔ گو اپنے مذہب کی سچائی اور خوبی دوسرے مذہب والون پہ

ظاہر کرنے کی کوشش بلیغ کرتے تھے اور اُن کو اپنے مسلک پر لانے کی بہت تجاویز کرتے تھے مگر جور و تعدی سے نہین بلکہ تالیف قلوب کے ذریعہ سے اُن کو اپنا ہم مذہب بنانا چاہتے تھے۔ گو اہل دین سے برادرانہ سلوک کرتے تھے مگر غیر مذہب والون کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ یہان شمشیر کی جگہ تعلیم کا اور بندوق کی جگہ تلقین کا رواج تھا شیرین زبانی و فصیح بیانی اور دیگر خوشگوار تدابیر سے وہ لوگ وہی کام لیتے تھے جو سنگین نگر مین سخت وسائل سے لیا جاتا تھا۔ ہم بستی کی سیر کرتے ہوئے بازار مین پہونچے۔ یہان ایک مقام پر ایک عیسائی صاحب ممبر پر کھڑے وعظ کہہ رہے تھے اور اُن کے گرد ایک مجمع کثیر تھا جو اُنکی شیرین بیان اور فصاحت آمیز گفتگو کو ہمہ تن گوش ہو کر سُن رہا تھا۔ ہم بھی اُس مجمع مین داخل ہو کر وعظ سُننے لگے۔ واعظ صاحب نے فرمایا۔

بھائیو! غور کرو کہ تم چند روز کے واسطے اس عالم اسباب مین آئے ہو۔ ہمیشہ تک یہان نہین رہنا ہے تمھارا اصلی مسکن بہشت ہے جہان تم گناہون سے پاک ہو کر خوشی و خرمی کی ابدی زندگی بسر کروگے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ گناہ کیونکر پیدا ہوا۔ کیونکر وہ اس عالم مین آیا۔ کیونکر اُس سے انسان رہائی پا کر اپنے دائمی مسکن کو پہونچ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ ذات باری کو سب فرشتون نے سجدہ کیا اُسوقت ابلیس نے جو بہشت برین مین معلم الملکوت تھا نخوت و تکبر کے سبب سے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور کہا مین ہمسری کا استحقاق رکھتا ہون اسلیے مین سجدہ کرنے سے معاف کیا جاؤن۔ اس پر خدا نے اسکو مع اُسکے گمراہ ہمراہیون کے بہشت سے نکال دیا۔

تکبر عزازیل را خوار کرد	بزندان لعنت گرفتار کرد

یہ آغاز گناہ ہے جب ابلیس اس طرح جنت سے نکال دیا گیا تو بہت روز مع اپنے
ہمراہیون کے آوارہ اور سرگردان پھرتا رہا۔ آخرکار اُسے معلوم ہوا کہ باری تعالی نے ایک نئی
دنیا یعنی یہ عالم پیدا کیا ہے اور اُس مین انسان مخلوق کیا ہے جو بہت اعلی مرتبہ کو پہونچنے
کا استحقاق رکھتا ہے۔ سُنتے ہی بغض و حسد اور کینہ و عداوت کی آگ اُسکے دل مین بھڑک
اُٹھی اور اُس نے ارادہ کیا کہ جس طرح ہو اس اعلی مرتبت انسان کو گنہگار بنانا چاہیے
تاکہ وہ حصول جنت اور تقرب ذات باری سے محروم رہے اور خالق کا منشا فوت ہو جائے
چنانچہ اس بدنیتی کے ساتھ ابلیس اس دنیا مین آیا۔ اُس وقت یہ عالم نوآباد تھا اور
باغ عدن مین حضرت آدمؑ و حوّا پاک دل و صاف طینت گناہون سے مبرا خوش و خرم
اطمینان کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر طرح کا آرام اور آسائش اُن کو حاصل تھا۔ انواع
و اقسام کے خوشنما اور سایہ دار درخت طرح طرح کے خوش رنگ و خوش ذائقہ پھلون سے
لدے ہوئے لب جو کھڑے اس رشک گلشن کو شاداب کیے تھے جن پر قسم قسم کے
خوبصورت و خوش الحان پرند چہچہاتے تھے۔ جا بجا نہرین اور چشمہائے شیرین جاری تھے
اس گلشن دلکشا مین یہ دونون بے فکر و تردد خیالات مادمی سے مبرا زندگی کا حظ اُٹھاتے
تھے۔ اونکو آزادی تھی کہ اس پرفضا گلشن مین جہان چاہین جائین جو چاہین کھائین
مگر امتناعاً صرف گیہون کھانے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ شیطان ملعون جسم لطیف مین نظر
سے غائب اس امر کا موقع ڈھونڈھتا تھا کہ کسی طرح انھین بہکا کے نافرمانی کا مرتکب بنائے
ایک روز آدم و حوّا ایک سبزہ زار پر بہار مین ایک درخت کے سائے مین لب آب آرام
کر رہے تھے۔ حوّا نے آدم سے کہا پروردگار کا شکر ہے کہ اُسنے ہمین ایسی مسرت آمیز
زندگی عطا کی ہے ہمارے آرام کی ہر شے اس باغ عدن مین موجود ہے اور ہمکو آزادی

دی ہے کہ ہم جہان چاہین جائین جو چاہین کھائین۔ صرف ایک گیہون کھانے کی ممانعت ہے۔ جس مین ہمارا کوئی حرج نہین۔ ہزارہا قسم کے لذیذ پھل ہمارے لیے پیدا کیے ہین۔ ایک گیہون نہ کھایا تو کیا۔ لہذا ہمکو شب و روز اپنے خالق کی بندگی کرنی اور قناعت سے زندگی بسر کرنی چاہیے۔ آدم نے جواب دیا ہان پیاری حوّا تم سچ کہتی ہو ہمارے واسطے خدا نے سب مباح کیا ہے ایک چیز نہ کھائی تو کیا۔ دیکھو یہ درخت کیسے خوشنما اور خوش ذائقہ پھلون سے لدے ہوے ہین۔ چشمہ ہاے شیرین جا بجا جاری ہین جو ہماری بھوک پیاس کی ضرورتون کو رفع کر سکتے ہین۔ یہ سبزہ زار سایہ دار درختون سے محفوظ ہمارے آرام کے لیے کافی ہے۔ کوئی شے ایسی نہین جسکی خواہش ہمکو باقی ہو۔ پس ہمکو خالق کا شکریہ ادا کرنا چاہیے ؎

اگر ہر موے من گردد زبانی
ز تو رانم بہر یک داستانی
نیارم گو ہر شکرے تو گفتن
سر موے ز احسان تو گفتن

اس طرح گفتگو کرتی ہوئی حوّا سو گئین اور آدم اُنکے سر کے نیچے پتھر کا تکیہ لگا کر اور اُنکے گلابی رخسارون کا بوسہ لیکر باغ کی سیر کرنے لگے۔ شیطان نے موقع پاکر حوّا کو خواب مین گیہون کھانے کی ترغیب دی۔ جب حوّا جاگین تو اس وحشتناک خواب سے بہت گھبرائین اور آدم کو دیکھا تو اپنے پہلو مین نہ پایا۔ اس سے اور بھی زیادہ پریشان ہوئین اُٹھکر باغ مین اُنکی جستجو کرنے لگین ایک درخت کے سایے مین اونکو لب آب بیٹھا دیکھا تو فوراً دوڑکر لپٹ گئین اور یہ عجیب و غریب خواب اُن سے بیان کرکے خوف سے کانپنے لگین آدم نے اُنکی تسلی کی اور کہا یہ محض خواب تھا قابل توجہ نہین۔ چنانچہ دونون اُٹھکر باغ مین ٹہلنے لگے اسی طرح شیطان نے حوّا کو دوبارہ سہ بارہ ورغلایا تیسری مرتبہ

اُنکے دل مین آیا بھلا گیہون کھاکر تو دیکھنا چاہیے کہ کیسا ہوتا ہے۔ آخر وجہ تو معلوم ہو کہ یہ گیہون ممنوع ہے۔ غرض اپنی شیرین کلامی سے اُنھون نے آدم کو بھی بہت اصرار کے بعد ایک مرتبہ گیہون کھانے پر آمادہ کر دیا اور دونون نے مِلکر گیہون کھالیا۔ یہ آغاز گناہ اس عالم مین ہوا۔

چونکہ ہم سب آدم وحوا کی اولاد ہین لہذا گناہ ہماری سرشت مین ہے اور تا وقتیکہ وہ دور نہ ہو ہم ہرگز اُس اعلیٰ ترین مرتبہ کو نہین پہونچ سکتے جو ہمارے لیے مخصوص کیا گیا ہے اے بھائیو! ذرا غور کرو۔ ہم اس گناہ سے جو ہم مین نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا چلا آتا ہے کیونکر رہائی پا سکتے ہین۔ اس مسئلہ کو پورے طور پر نہ ہندو حل کر سکتے ہین نہ مسلمان صرف دین عیسوی ہی مین اس کا تسکین بخش جواب ملتا ہے۔ پیدائشی بیماری علاج سے نہین جاتی۔ اسی طرح گناہ جو انسان کی سرشت مین پشتہا پشت سے چلا آتا ہے انسان کی ذاتی کوشش سے دور نہین ہو سکتا۔ اسکے لیے ایک روحانی نجات دہندہ کی ضرورت ہے اور وہ نجات دہندہ خداوند کریم نے انسان کو گناہ سے رہائی دلانے کے لیے مہیا کیا ہے۔ اس رحمت باری کا ظہور اس طور پر ہوا۔

جب ذات باری کو معلوم ہوا کہ شیطان ملعون نے انسان کو عاصی و نافرمان بنایا۔ تو اُسنے بہشت مین ایک جلسہ منعقد کیا اور اُس جلسہ مین اپنے اکلوتے بیٹے مسیح اور فرشتون کے سردار جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل وغیرہ کو جمع کیا۔ ذات باری نے اپنے تخت پر اپنے پاس مسیح کو بٹھایا اور داہنے بائین ملائکہ کے سردارون کو جگہ دی جب سب اپنے اپنے مرتبے کے مطابق بیٹھ گئے تو باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اے پیارے مسیح! اور اے فرمانبردار فرشتو! تم کو معلوم ہو گا کہ کچھ عرصہ ہوا مین نے

ایک نئی دنیا پیدا کی اور اُس مین انسان مخلوق کیا اور اس انسان مین مین نے
اپنی روح پھونکی تاکہ وہ روحانی ترقی کے ذریعہ سے اعلیٰ ترین مراتب کو پہونچ کے
میری قربت حاصل کر سکے۔ مگر شیطان مردود نے جسکو کچھ عرصہ ہوا نافرمانی کے باعث
بہشت سے نکال دیا تھا اُن کو نافرمان و گنہگار بنا دیا تاکہ انسان حصول مرتبہ اعلیٰ
سے محروم رہے اور میرا منشا جو تخلیق آدم سے تھا نوت ہو جائے۔ اب انسان مین
اس امر کی صلاحیت باقی نہ رہی کہ اپنی ذاتی کوشش سے وہ اس گناہ کو دور کر سکے
اور اُس جلیل القدر مرتبہ کو پہونچ سکے جو اُسکے واسطے مخصوص کیا گیا ہے اور یہ انصاف
سے بعید ہے کہ اُسکا گناہ بلا کفارہ معاف کیا جائے۔ اس صورت مین اگر کوئی
روحانی مخلوق مثل تمھارے اُسکا حامی و مددگار بنے اور اُسکے واسطے اپنی قربانی کرے
عالم مین جا کر انسان بنے اور اپنی قربانی سے اپنے ہمجنسون کا کفارہ دے تو ممکن ہے
کہ انسان گناہ کی آلائش سے بری ہو کر پھر مجھ تک پہونچ سکے۔ اے حاضرین تم مین سے
کس کو انسان کے ساتھ اسقدر محبت و ہمدردی ہے کہ اس قربانی کا متحمل ہو سکے اور اس
کار عظیم کو انجام دے سکے۔ یہ کہکر باری تعالیٰ خاموش ہو گیا اور حاضرین جلسہ کی طرف
دیکھنے لگا۔ کچھ عرصہ کے سکوت کے بعد مسیح اُٹھے اور شیرین کلامی سے عرض کیا۔
اے پیارے باپ! تیرے پاک ارادے کو کون باطل کر سکتا ہے۔ حاسد مخلوق
آخرکار اپنے آپ ہی کو اپنے حسد کا نشانہ بناتی ہے اور اُسکے نتائج مین خود ہی پائمال
ہوتی ہے۔ شیطان ملعون اس تیری نئی مخلوق کو اُس اعلیٰ مرتبے سے جو تو نے اُسکے
واسطے تجویز کیا ہے ہرگز محروم نہ کر سکیگا بلکہ انجام کار خود بغض و حسد کی آگ مین جلیگا۔
اے پیارے باپ! ان سب فرشتون مین سے ہر ایک کو تیری نئی مخلوق کے ساتھ

اسقدر محبت و ہمدردی ہے کہ وہ اپنے آپ کو انسان کے لیے قربانی کرنے اور اُسکو گناہ سے رہائی دلانے اور تیرے ارادے کو پورا کرنے کے لیے تیار ہے۔ مگر بوجہ تعظیم میرے روبرو کوئی اُسکے اظہار کی جرأت نہین کرتا۔ میری محبت اور ہمدردی کا حال آپ پر روشن ہے مین یہ قربانی بخوشی قبول کرتا ہون۔ کل شرائط پورے کرکے مین انسان کو گناہ سے رہائی دلاؤنگا اور اُسکا ہادی بن کر اوسکو تیری بادشاہت مین لاؤنگا۔ اس لیے عالم مین جاکر خرقۂ انسانی پہنونگا صلیب پر چڑھونگا اور اپنے خون بہا سے بنی نوع انسان کے لیے بہشت کا دروازہ کھول دونگا۔ جو لوگ میری حمایت و ہدایت قبول کرینگے اُن کو شیطان کسی طرح راہ راست سے نہ بہکا سکیگا۔

اے پیارے باپ! مین بصد عجز و انکسار درخواست کرتا ہون کہ انسان کے لیے میری قربانی منظور کیجائے۔ گو آپ کی جدائی شاق ہے لیکن اس کار ضروری کو انجام دیکر مین پھر جلد شرف قدمبوسی حاصل کرونگا۔ یہ کہکر مسیح خاموش ہوگئے۔

جناب باری سے ارشاد ہوا۔ اے پیارے مسیح! مین تیری محبت و ہمدردی سے بہت خوش ہوا۔ گو تجھکو ایک لمحہ بھی مین اپنے پاس سے جدا کرنا نہین چاہتا لیکن یہ کام بھی بہت ضروری ہے لہذا مین چند روز کی جدائی گوارا کرتا ہون اور تجھکو اجازت دیتا ہون کہ تو دنیا مین جاکر اس اہم کام کو پورا کرکے میرے پاس جلد واپس آ۔ تیرے کفارہ سے وہ بیشمار انسان جو تیرا دامن عاطفت پکڑینگے میری بادشاہت مین داخل ہونگے اور بہشت کا دائمی سرور اور میری قربت حاصل کرینگے۔

اسکے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ فرشتون نے بہت کچھ اظہار خوشی کیا۔ کوئی فریق باجا بجاتا تھا کوئی گاتا تھا کوئی ناچتا تھا۔ غرضکہ بہشت خوشی و شادمانی سے معمور ہو رہی تھی

اور ہر جگہ مسیح کی جے کا نعرہ بلند ہو رہا تھا۔ اسکے بعد ملک یہودیہ مین کنواری مریم کے ذریعہ سے مسیح کا اوتار ہوا۔ اُس وقت فرشتون نے بہشت مین بہت خوشی منائی دیوی اور دیوتا بمانون مین چڑھے آسمان مین پھرتے تھے اور پھولون کی بارش کرتے تھے اور مسیح کی جے پکارتے تھے اور زمین پر تمام خلقت بشاش ہو رہی تھی سبزہ خوشی سے لہلہا رہا تھا۔ درختون پر نئی آب وتاب آ رہی تھی۔ وحوش وطیور جنگلون مین فرط مسرت سے رقص کرتے تھے۔ اور بنی آدم کے چہرے خوشی سے بشاش ہوئے تھے۔ گویا ہر شے زبان حال سے اظہار خوشی کر رہی تھی سنت واولیا مسیح کے درشن کو آتے تھے مریم اپنے بیٹے کا نورانی چہرہ دیکھ دیکھ کر خوشی سے جامے مین نہ سماتی تھی۔ غرض اسطرح مسیح کا جنم ہوا اور بتدریج پرورش پاکر وہ سن بلوغ کو پہونچے تیس سال کے سن مین انھون نے ہدایت وتلقین شروع کی۔ تھوڑے عرصے مین بہت لوگ اُن کے معتقد اور پیرو ہوگئے مگر یہودی جو بُت پرستی مین ڈوبے ہوے تھے اُنکے حاسد ہوگئے۔ چنانچہ انھون نے مذہب مین بدعت ورخنہ اندازی کا جُرم لگاکر اُنکو صلیب پر چڑھا دیا۔ مسیح کے واپس جانے پر جناب باری اور اُسکے فرشتون نے بڑی خوشی منائی مگر روے زمین پر تاریکی چھائی۔

اے بھائیو! میرے اس بیان سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ انسان کی حفاظت کلی مسیح ہی کی پناہ مین ہے اور یہی ایک ذریعہ اُسکی نجات کا ہے۔ جو صاحب اولیا و انبیا کے معتقد ہین اُنکو غور کرنا چاہیے کہ کجا اولیا وانبیا اور کجا مسیح باری تعالی کا اکلوتا بیٹا جس نے انسان کے واسطے اپنے آپ کو قربان کیا۔ اُسکو گناہ سے رہائی بخشی اور ہمیشہ کو اوسکے لیے بہشت کا دروازہ کھولدیا۔ اسلیے اے بھائیو اگر گناہ سے نجات کے خواہان ہو اور اپنے دائمی مسکن کو واپس جانا اور ذات باری کی قربت حاصل کرنا چاہتے ہو

تو مسیح کی پناہ لو۔

پادری صاحب کا یہ وعظ سُن کر ہم وہان سے روانہ ہوے اور چند روز ملائم نگر مین قیام کرکے اکثر پنڈتون کے اوپدیش اور مولویون کے وعظ سُنے۔ ہر فرقہ اپنے مذہب کی خوبی اور دیگر مذاہب کے نقائص بہت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرتا تھا اور بخشش و نجات کا ذریعہ محض اپنے ہی مذہب کی پیروی قرار دیتا تھا ؎

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ	چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

اسکے بعد ہم نے دیندار نگر کو چھوڑا اور آگے کی راہ لی۔ اثناے راہ مین سوامی جی نے فرمایا ؎

منزل جانان ز کفر و دین بسے دور است دور
این سخن بر مسجد و میخانہ می باید نوشت

اور ہر جگہ مسیح کی جے کا نعرہ بلند ہو رہا تھا۔ اسکے بعد ملک یہودیہ مین کنواری مریم کے
ذریعہ سے مسیح کا اوتار ہوا۔ اُس وقت فرشتون نے بہشت مین بہت خوشی منائی
دیوی اور دیوتا بمانون مین چڑھے آسمان مین پھرتے تھے اور پھولون کی بارش کرتے تھے
اور مسیح کی جے پکارتے تھے اور زمین پر تمام خلقت بشاش ہو رہی تھی سبزہ خوشی
سے لہلہا رہا تھا۔ درختون پر نئی آب و تاب آ رہی تھی۔ وحوش و طیور جنگلون مین فرط
مسرت سے رقص کرتے تھے۔ اور بنی آدم کے چہرے خوشی سے بشاش ہو رہے تھے۔
گویا ہر شے زبان حال سے اظہار خوشی کر رہی تھی سنت و اولیا مسیح کے درشن کو آتے تھے
مریم اپنے بیٹے کا نورانی چہرہ دیکھ دیکھ کر خوشی سے جامے مین نہ سماتی تھی۔ غرض اسطرح
مسیح کا جنم ہوا اور بتدریج پرورش پاکر وہ سن بلوغ کو پہونچے تیس سال کے سن مین انھون نے
ہدایت و تلقین شروع کی۔ تھوڑے عرصے مین بہت لوگ اُن کے معتقد اور پیرو ہو گئے
مگر یہودی جو بُت پرستی مین ڈوبے ہوے تھے اُنکے حاسد ہو گئے۔ چنانچہ انھون نے مذہب
مین بدعت و رخنہ اندازی کا جُرم لگاکر اُنکو صلیب پر چڑھا دیا۔ مسیح کے واپس جانے پر
جناب باری اور اُسکے فرشتون نے بڑی خوشی منائی مگر روے زمین پر تاریکی چھائی۔

اے بھائیو! میرے اس بیان سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ انسان کی حفاظت کلی
مسیح ہی کی پناہ مین ہے اور یہی ایک ذریعہ اُسکی نجات کا ہے۔ جو صاحب اولیا و انبیا
کے معتقد ہین اُنکو غور کرنا چاہیے کہ کجا اولیا و انبیا اور کجا مسیح باری تعالی کا اکلوتا بیٹا
جس نے انسان کے واسطے اپنے آپ کو قربان کیا۔ اُسکو گناہ سے رہائی بخشی اور ہمیشہ
کو اُسکے لیے بہشت کا دروازہ کھولدیا۔ اسلیے اے بھائیو اگر گناہ سے نجات کے خواہان
ہو اور اپنے دائمی مسکن کو واپس جانا اور ذات باری کی قربت حاصل کرنا چاہتے ہو

تو مسیح کی پناہ لو۔

پادری صاحب کا یہ وعظ سُن کر ہم وہان سے روانہ ہوے اور چند روز ملائم نگر مین قیام کرکے اکثر پنڈتون کے اوپدیش اور مولویون کے وعظ سُنے۔ ہر فرقہ اپنے مذہب کی خوبی اور دیگر مذاہب کے نقائص بہت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرتا تھا اور بخشش و نجات کا ذریعہ محض اپنے ہی مذہب کی پیروی قرار دیتا تھا ؎

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ	چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

اسکے بعد ہم نے دیندار نگر کو چھوڑا اور آگے کی راہ لی۔ اثناے راہ مین سوامی جی نے فرمایا ؎

منزل جانان ز کفر و دین بسے دور است دور
این سخن بر مسجد و میخانہ می باید نوشت

منزل سوم

عامل نگر

آگے بڑھے تو کچھ فاصلے پر ایک دروازہ ملا جو کھلا ہوا تھا اور اُسپر جلی حرفون مین یہ شعر لکھا تھا ؎

ضبط کن ربط کن عقیدت کن	عاقبت راہ بین طریقت کن

دروازے کے ایک جانب ایک صاحب ایک چوکی پر بیٹھے تسبیح پھیر رہے تھے۔ مین نے اُن سے دریافت کیا کہ یہ کون مقام ہے۔ فرمایا یہ عامل نگر کا دروازہ ہے اور اندر عاملون کی بستی ہے یہان ہر شخص تعصب سے مبرا اپنے عمل مین مشغول رہتا ہے اور دوسرن کا مخل نہین ہوتا منقول یہان کا مسلک ہے۔ علم اس بستی مین نظر تحقیر سے دیکھا جاتا ہے۔ یہان صرف عمل کی قدر کی جاتی ہے اور دراصل ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ عالم صاحب قال ہوتا ہے اور عامل اہل حال ؎

از کنز و ہدایہ نتوان یافت خدا را	مجموعۂ دل بین کہ کتابی بہ ازین نیست

فلسفہ بگھارنا اور مسائل منطق حل کرنا چاہے مباحثے کے لیے مفید ہو مگر روحانی ترقی کے لیے اُن سے کچھ فائدہ نہین ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن	جان و دل را جانب دلدار کن

کیونکہ ؎

علم درسی سر بسر قیل ست وقال		نی در و کیفیت معنی و حال	

علم سے تکبر و خودی کی زیادتی ہوتی ہے جو خدا پرستی کی سد راہ ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے کہ العلم حجاب الاکبر

ایک ولی سے کسی نے پوچھا کہ روحانی ترقی اور حصول قرب باری کے لیے انسان کو کیا کرنا چاہیے۔ اُسنے جواب مین یہ مصرع پڑھا ع

عمل کن عمل کن عمل کن عمل

جن لوگون کے دلون سے تعصب کا پردہ ہٹ جاتا ہے وہ تعصب نگر چھوڑکر یہان بود و باش اختیار کرتے ہین اور صلح کل اپنا مسلک بناتے ہین سہ

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

آپ شوق سے اندر جائیے اور عمل کے ذریعہ سے مغفرت کے طالب ہوجیے۔

آگے بڑھے تو ایک دریا ملا جس پر پختہ پل بنا ہوا تھا۔ اُس پار پہونچے تو یہ کیفیت دیکھی کہ ایک مقام پر ایک سادھو دھونی رمائے بیٹھا ہے اور ایک ہاتھ اوپر کو اوٹھائے ہوے ہے جو مدت دراز تک ایک حالت پر رہنے سے خشک ہو گیا ہے۔ اُسکے گرد چند آدمی چلمین اُڑا رہے تھے اور اُنکی ریاضت و نفس کشی پر تحسین و آفرین کر رہے تھے جو میری راے مین اس تکلیف کا کسی قدر بدل تھا۔ دوسرے مقام پر ایک سادھو سامنے بدن مین بھبوت ملے بیٹھا تھا اور اُسکے گرد پانچ جگہ آگ روشن تھی۔ گرمی کا موسم تھا اور آگ کی تیزی قابل برداشت نہ تھی مگر وہ سادھو خوش و بشاش آفتاب کی تمازت اور آگ کی حدت مین جلتی اور تپتی ہوئی ریت پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ سادھو صاحب ضبط کی قوت

پیدا کرنے کے لیے موسم گرما مین پنچاگنی تاپتے ہین۔موسم سرما مین پانی مین بیٹھتے ہین اور برسات مین کھلے میدان مین رہتے ہین۔کپڑے کسی موسم مین نہین پہنتے۔جسم مین فقط خاک مل لیا کرتے ہین۔گویا جسم خاکی کے واسطے یہ لباس خاکی زیبا و موزون ہے۔ غرض اسطرح سردی و گرمی برداشت کرنے کی قوت اپنے مین پیدا کرتے ہین۔ یہ دراصل بڑا بھاری تپ ہے۔بھگوت گیتا مین لکھا ہے کہ جو شخص سردی گرمی۔راحت و رنج۔ نیکنامی و بدنامی مین یکسان رہتا ہے وہی نجات پانے کا مستحق ہوتا ہے۔اسی کے سادھو صاحب عامل ہو رہے ہین۔

اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک اور سادھو ایک درخت کے سایے مین کھڑا تھا اُسکے قریب ایک جھولا پڑا تھا دھونی لگی تھی اور چند آدمی اُسکے گرد بیٹھے تباکو پی رہے تھے تمباکو گانجہ اور چرس کے ڈھیر لگے تھے۔جب نئی چلم تیار ہوتی تو پہلے باباجی اُس پر دم لگاتے پھر درجہ بدرجہ اور لوگ اُسے پرشاد یا تبرک سمجھکر پیتے۔ یہ کھڑیشوری بابا کے نام سے مشہور تھے کیونکہ ہمیشہ کھڑے رہتے تھے۔کبھی زمین پر نہین بیٹھتے تھے۔جب بہت تھک جاتے تھے تو ذرا جھولے کا سہارا لگا لیتے تھے۔عرصے تک کھڑے رہنے کے باعث اُن کے پاؤن مین خون اُتر آیا تھا سُرخ ہو گئے تھے اور سوج بھی گئے تھے۔دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ نے سات برس تک اسی جگہ پر کھڑے رہنے کا عہد کیا ہے۔جسمین سے چار برس تو ختم ہو گئے تین سال باقی ہین۔جب سات برس پورے ہو جائین گے تو باباجی یہ عمل چھوڑکر کوئی دوسرا عمل شروع کرینگے۔ایک صاحب نے فرمایا انسان کے حواس اسقدر زبردست ہین کہ وہ روح کو جدھر چاہین پھیر لیجاتے ہین۔انھین کے کمزور اور مطیع کرنے کے لیے اس قسم کے عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔اس طرح کے عمل سے صرف حواس ہی پر قابو نہین ہوتا

بلکہ عامل کے دل مین قوت ارادی پیدا ہوتی ہے جو طالب کو آیندہ بہت کارآمد ہوتی ہی۔

یہان سے کچھ فاصلے پر ایک درخت کے نیچے ایک سادھو کپالی آسن لگائے یعنی زمین پر سر رکھے اور پاؤن اوپر کیے سیدھا کھڑا تھا اور چند آدمی اُسکے گرد بیٹھے تھے وہ اُن سے باتین بھی کرتا جاتا تھا اور اپنے آسن پر بھی قائم تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ باباجی ایک گھنٹہ تک اس آسن پر قائم رہ سکتے ہین۔ جب انسان چھ گھنٹہ برابر اس آسن سے رہ سکے تو اوسکو نجات حاصل ہوتی ہے۔ فقرا مین اس آسن کی بہت تعریف ہے۔ وجہ اوسکی یہ ہے کہ عموماً انسان کا خون ہمیشہ اوپر سے نیچے کی جانب رجوع رہتا ہے۔ اس عمل سے خون کی رجوعات ہر دو جانب یکسان ہو جاتی ہے۔ پس اس غیر معمولی خون کے دورہ سے انسان کامل اور جسم صحیح و سالم ہو جاتا ہے۔ بوڑھا آدمی بھی اس آسن سے جوان ہو جاتا ہے سفید بال سیاہ ہو جاتے ہین دماغ قوی ہو جاتا ہے اور انسان موت پر قادر ہو جاتا ہے۔

یہان سے کچھ فاصلے پر دریا کنارے ایک سبزہ زار مین ایک خوبصورت چھوٹی کٹی بنی تھی جسمین ایک سادھو پرانایام یعنی حبس دم کی مشق کر رہا تھا جب ہم وہان پہونچے تو وہ دم چڑھائے بیٹھا تھا۔ ہم اُسکے قریب بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ جب وہ اصلی حالت مین آجائے تو اُس سے گفتگو کرین۔ آدھ گھنٹہ بعد اُس نے سانس لی تھوڑی دیر مین جب طبیعت ٹھیک ہوئی تو اُسنے ہم سے پوچھا آپ کون ہین کہان سے آئے ہین اور کہان کا قصد ہے۔ سوامی جی نے جواب دیا کہ ہم ہفت منزل کے مسافر ہین۔ عیش نگر اور تعصب نگر طے کر کے یہان آئے ہین اور سرور نگر کو جاتے ہین۔ سادھو صاحب مُسکرا کر کہنے لگے مین آپ کے آنے سے خوش ہوا کیونکہ آپ یہ دو منزلین طے کر کے یہان آگئے۔ یہ دونون منازل

بہت خطرناک ہین اور اکثر مسافر انھین مین پھنس کے رہجاتے ہین۔ یہان سے آپ اگر منزل بمنزل جائینگے تو بہت تکلیف ہوگی اور اندیشہ ہے کہ آپ منزل مقصود تک پہونچ بھی نہ سکین۔ مین آپ کو ایک ایسا سیدھا راستہ بتا سکتا ہون جسکے ذریعہ سے آپ سارے درمیانی سفر کو چھوڑکر براہ راست سرورنگر پہونچ جائینگے۔ یہ کہکر سادھو صاحب خاموش ہوگئے۔

سوامی جی نے کہا ازین چہ بہتر۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ اگر آپ مہربانی فرماکر اوس راہ رست کی ہدایت کرینگے تو ہم آپ کے بہت ممنون ہونگے۔ سادھو صاحب نے فرمایا اسکا جواب ذرا تفصیل چاہتا ہے۔ سُنیے اگر تمام عالم کو بنظر غور دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو اجزا پر منقسم ہے۔ ایک پرکرتی یعنی مادّہ دوسرا پران یعنی وہ قوت جو پرکرتی مین پوشیدہ ہی اور اُسمین انواع و اقسام کے تغیرات پیدا کرتی ہے۔ اسی پران کی وجہ سے ہم جمادات۔ نباتات حیوانات۔ انسان و ملائک کا اختلاف اور ہر ایک کے بیشمار اقسام دیکھتے ہین۔ اگر یہ پران کی قوت مادّہ سے علیحدہ ہوجائے تو ہم نہین سمجھ سکتے کہ پھر کس قسم کا مادّہ باقی رہجائے گا کیونکہ ہمارے تجربہ مین کبھی کوئی ایسا مادّہ نہین گذرا جو اس قوت سے خالی ہو اور پران کو بھی ہم مادّہ سے علیحدہ نہین تصور کرسکتے کیونکہ موجودہ حالت مین کسی طرح قیاس مین نہین آسکتا کہ وہ پرکرتی کے بغیر کس طرح اور کس شے مین اپنا قیام و ظہور کریگا۔ جہانتک ہمارے علم کی رسائی ہے ہم ان دونون اجزا کو یکجا و مخلوط اور لازم و ملزوم پاتے ہین۔ جس طرح کل عالم کو یہ پران ایک خاص ترتیب پر چلاتا ہے اسی طرح انسان کے جسم مین بھی یہ پران سرتاپا موجود ہے اور یہی حیات انسانی اور حرکات و سکنات جسمانی کا سبب ہے۔ جو جو قوتین جسمانی و دماغی و روحانی انسان مین نظر آتی ہین وہ اس پران ہی کا نتیجہ ہین۔ اسی کو اکثر حکما روح کہتے ہین جسقدر پران کا ظہور معمولی طور پر انسان کو نظر آتا ہے اُس سے بدرجہا زیادہ اوسکا ظہور حکما کو معلوم

ہوتا ہے۔ کل علوم مادی۔ ریاضی۔ طبیعی۔ فلسفہ۔ دینیات وغیرہ اسی پران کے قوانین کے علم ہین مگر اس پران کے قوانین کا پورا علم صرف یوگی کو حاصل ہوتا ہے۔ یوگ وہ علم ہے جسکے ذریعہ سے انسان اپنے آپ کو اور کل کائنات کو صحیح صحیح جانتا ہے جسوقت انسان کو پورا علم ہوتا ہے کہ پران کیا چیز ہے اور وہ پرکرتی مین کسطرح کام کرتا ہے تو وہ قوانین قدرت کو بخوبی سمجھتا ہے اور اُن پر قادر ہوتا ہے اور اُن سے نتائج مطلوب پیدا کرتا ہے۔ اور بجائے مایا کی غلامی کے اُس سے آزاد ہوکر اُسکا مالک بن جاتا ہے اور سرور دوام کا حظ اُٹھاتا ہے یہی سرور نگر کی بود و باش ہے اور یہ صرف پران ہی کے علم سے حاصل ہوتی ہے۔ اور پران کا علم پرانایام سے حاصل ہوتا ہے۔ جب انسان پرانایام کے ذریعہ سے اپنے پران پر قادر ہو جاتا ہے تب اُسکو کل عالم کے پران پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لیے آپ پرانایام سیکھنے کی کوشش کیجیے۔ مگر یہ علم محض کتابی نہین ہے بلکہ علم سینہ ہے جو بغیر اُستاد کے نہین آسکتا چونکہ آپ سچے طالب ہین اس لیے مین آپ کو اُسکا مستحق پاتا ہون۔ اگر آپ سچے دل سے اُسکے طالب ہون تو مین بتانے مین دریغ نہ کرونگا۔ میرے چند اور بھی مرید ہین جو اسکی تعلیم پاتے ہین۔ آپ چند روز یہان قیام کیجیے اور اس علم العلوم کو حاصل کیجیے۔ اگر آپ پوری کوشش کرینگے تو جلد پورے یوگی ہو جائینگے۔

کچھ دیر اُن سے گفتگو کرکے ہم رخصت ہوئے اور بستی مین جو قریب تھی چلے گئے۔ وہان پہونچے تو اسکو بہت آباد و گلزار پایا۔ چھوٹا سا شہر کوچے اور سڑکین کشادہ و وسیع۔ مکانات صاف ستھرے۔ بازار چوڑا۔ اور جا بجا مسجد اور مندر بنے ہوے تھے۔ جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہان کے باشندے دیندار اور راسخ الاعتقاد ہین۔ بھجن پوجن کا اس بستی مین بہت چرچا تھا۔ ایک خوبی یہان کی یہ تھی کہ ہر شخص کے ہاتھ مین مالا یا تسبیح رہتی

اور اثنا گفتگو مین برابر چلی جاتی تھی۔ یہان کے لوگون کو اس بات کا بڑا ربط تھا کہ مصروفیت کی حالت مین بھی مالا تسبیح برابر چلتی رہتی تھی۔ یہان کے باشندون پر "دل بکار و دست بیار" کا مضمون صادق آتا تھا۔ ہندوؤن کی پیشانی پر ٹیکا لگا رہتا تھا کسی کے ترپنڈ کسی کے کھور نظر آتی تھی۔ عیسائیون کے سینے پر صلیب پڑی رہتی تھی اور ہر شخص کی یہ دلی آرزو رہتی تھی کہ کسی طرح دولت جمع کر کے مندر یا مسجد یا گرجا بنوا دیا جائے تاکہ اس سے اہل دین کو نفع پہونچے۔ دنیا مین نام اور عقبیٰ مین آرام ہو۔

کچھ دیر بستی کی سیر کر کے ہم ایک عالیشان مندر مین پہونچے جو شہر سے کچھ فاصلے پر ایک عمدہ باغ کے درمیان واقع تھا۔ بستی کے ایک متمول ساہوکار مسمی ہر بھجن لال صاحب نے یہ مندر بہت روپیہ صرف کر کے بنوایا تھا اور اُسکے صرف کے لیے بہت جائداد وقف کر دی تھی جب ہم اندر پہونچے تو پوجاری جی ہم سے بہت تپاک سے ملے اور بہت دیر تک استفسار حالات کرتے رہے۔ اسکے بعد ایک ملازم کو بلا کر حکم دیا کہ آپ کو فلان کمرے مین لیجاؤ اور اشنان وغیرہ کا انتظام کرو۔ پوجاری جی موٹے تازے خوش رو آدمی تھے اور مندر کی کارروائی اور ٹھاکر جی کی سیوا پوجا دل و جان سے کرتے تھے۔ جاتریون سے بہت اخلاق اور مہمان نوازی سے پیش آتے تھے۔ اگرچہ کم علم تھے مگر نہایت مہذب اور ذی فہم تھے۔ دنیوی معاملات کو خوب سمجھتے تھے۔ نوکر ہمین ایک کمرے مین لیگیا جو پر تکلف خوشنما فرش فروش جھاڑ فانوس وغیرہ سے آراستہ تھا۔ ایک جانب دو پلنگ لگے ہوے تھے جن پر مخمل کے دبیز گدے بچھے ہوے تھے۔ ہم لوگ کمرے مین جا بیٹھے۔ ہمارے نہانے کا انتظام کیا گیا اور ہمنے غسل کیا اتنے مین مہاراج کا بھوگ لگا اور پوجاری جی ہمارے واسطے خود پرشاد لائے اور ایک کمرے مین بٹھا کر ہمین کھلایا۔ ایسا خوش ذائقہ اور خوشبو پرشاد ہمنے کبھی نہین کھایا تھا۔ ٹھاکر جی کا

دن بھر مین چھہ مرتبہ بھوگ لگتا تھا۔ پہلے صبح کو دودھ کا۔ پھر دن چڑھے انواع واقسام کے پکوان کا۔ دوپہر کو کچی رسوئی کا۔ سہ پہر کو پھل اور میوہ جات کا۔ شام کو بیالو کا۔ پھر رات گئے دودھ بالائی کا۔ ہر مرتبہ منون کا بھوگ لگتا تھا۔ پوجاری جی کے ماتحت چند آدمی محض اسی انتظام کے لیے متعین تھے۔ پوجاری جی کو بھی اوسکے انتظام مین بہت توجہ کرنی پڑتی تھی۔ کھانے سے فراغت پاکر ہمنے اپنے کمرے مین تھوڑی دیر آرام کیا۔ سہ پہر کو پرشاد پاکر باغ کی سیر کو نکلے۔ شام کو درشن کا وقت آیا اور سب درشن کرنے والے ایک وسیع کمرے مین جمع ہوئے۔ جو نقش و نگار اور جھاڑ فانوس وغیرہ سے آراستہ اور پیراستہ تھا۔ روشنی نہایت عمدہ تھی۔ سنگ مرمر و سنگ موسی کا فرش تھا۔ مندر کا دروازہ کھلا تو دیکھا کہ سری کرشن جی مہاراج اور رادھکا جی کی نہایت خوبصورت مورتین زری کے لباس اور پھولون کے زیور سے آراستہ سنگھاسن پر رونق افروز تھین۔ مہاراج مرلی بجا رہے تھے اور رادھا جی اُن کے چہرے کی طرف پریم بھری نظرون سے دیکھ رہی تھین۔ یہ دونون مورتین نہایت دلکش اور منوہر تھین اور اُنکا سنگار بھی بہت خوبی کے ساتھ کیا گیا تھا جس سے ناظرین کے دل پر ایک عجیب پاک اثر ہوتا تھا۔ درشن کرکے اور پرشاد لیکر ہم مندر کے باہر بارہ دری مین جا کر بیٹھ گئے۔ یہان عمدہ گویے سورداس جی اور تلسی داس جی کے پد بڑے پریم کے ساتھ گا رہے تھے۔ ایسا دلچسپ و مُوثر گانا تھا اور ایسے عمدہ بھگتی کے مضامین تھے کہ ہم برابر دو تین گھنٹے تک گانا سُنتے رہے یہانتک کہ نوکر نے آکر کہا پوجاری جی پرشاد لینے کو بلاتے ہین۔ چنانچہ ہم اُٹھکر اپنی قیام گاہ مین گئے۔ کھانا کھایا اور سو رہے۔

ایک روز اثناے گفتگو مین مین نے سوامی جی سے کہا۔ مہاراج! یہ مقام مجھکو نہایت دلچسپ معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہان حواس خمسہ کی تفریح کے لیے اعلی درجے کے سامان مہیا ہین

اور لطف یہ ہے کہ تمام چیزین دینداری کا پہلو لیے ہوئے ہین عیش نگرمین بھی یہ سب چیزین موجود ہین مگر وہان دینداری کا نام و نشان نہین۔ یہان چونکہ حظوظ جسمانی اور لذائذ روحانی دونون موجود ہین لہذا یہی منزل مقصود ہے۔ سوامی جی مسکرا کر کہنے لگے یہ عجیب بستی ہی جہان ایک جانب جسم آزاری ہے اور دوسری جانب تن پروری۔ سچ پوچھو تو روح کا تعلق نہ یہان ہے نہ وہان ہے ع

ہنوز بلبل کے عشق کی بو مشام گل تک نہین گئی ہے

ایک روز مین نے پوجاری جی سے پوچھا کہ مورتی پوجن کا اصل اصول کیا ہے جواب دیا۔ مین کم علم شخص ہون آپ کو شافی جواب نہین دے سکتا۔ میری رائے مین مورتی پوجن کا اصل اصول یہ ہے عقیدہ کو رامی جنبانذ۔ مثل مشہور ہے ایشور لامکان ولازمان۔ حاضر و ناظر ہر شے مین ہر وقت موجود ہے بقول شاعر ؎

نہ گوہر مین ہے وہ نہ ہے سنگ مین
ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ مین

لہذا جس شے مین اسکی صدق دلی اور سچے پریم سے پرستش کیجائے مقبول ہو گی کیونکہ ع

عشق مین تاثیر ہے پر جذبۂ دل چاہیے

چند روز بعد ہم نے پوجاری جی سے رخصت چاہی۔ فرمایا کچھ دن اور ٹھہرو ٹھاکر جی کے ساون کے ہنڈولے دیکھکر جانا۔ چنانچہ ہم ٹھہر گئے۔ جب ساون کا مہینہ آیا تو مندر بڑی خوبی سے سجائے گئے اور اُن مین بہت خوشنما طلائی اور نقرئی ہنڈولون پر ٹھاکر جی کے سنگھاسن رکھے گئے۔ جس ٹھاکر دوارے مین ہم مقیم تھے اُسمین تو بہت ہی تکلف کی آرائش و زیبائش کیگئی تھی۔ کیونکہ یہ مندر دیگر مندرون سے بہت عمدہ و دولتمند تھا۔ لہذا اُسمین ہمیشہ

خاص تیوہارون اور تقریبون مین اعلی درجے کا انتظام کیا جاتا تھا۔ مندر کے باہر کی بارہ دری نہایت تکلف کے ساتھ سجائی گئی اس مین ریشم کی دوڑیون سے ایک زرنگار اور جواہرات سے مرصع ہنڈولہ لٹکایا گیا اور اُس مین مہاراج کی مورتی تکیون کے سہارے بٹھائی گئی اس لطف کو دیکھیے کہ جسکے سہارے خلا مین بیشمار عالم قائم ہین اوسکو عالم اسباب مین تکیون کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ نوعمر خوبصورت بچے خوشنما بیش بہا لباس پہنے ہنڈولا جھولا رہے تھے اور چارون طرف عقیدت مند ناظرین کا مجمع تھا۔ آسمان پر کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ اور ترشح ہو رہا تھا۔ ایک عجیب سہانا سمان اور دلکش نظارہ تھا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جب یہ جلسہ ختم ہوا تو ہم لوگ اپنے کمرے مین جا کر سو رہے۔ صبح کو پوجاری جی سے رخصت ہو کر آگے کی راہ لی۔

منزل چہارم

عالم نگر

کچھ دور چل کر ہم ایک کھلے ہوئے دروازے پر پہونچے جسپر موٹے حروف مین یہ رباعی تحریر تھی ؎

ذات باری علم مطلق گفتہ اند	قربت اومی شود از علم وپند
تا کجا گرویدئی بر ربط و ضبط	تا کجا طفلانہ این حرکات چند

ایک جانب ایک چوکی پر ایک بزرگ بیٹھے ایک کتاب کا مطالعہ کررہے تھے مین نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیا مقام ہے۔ فرمایا یہ عالم نگر کا دروازہ ہے چونکہ عامل نگر مین مقصود اصلی کا کوئی پتہ نہین چلتا اسلیے سچے طالب وہان سے مایوس ہوکر اس بستی مین آتے ہین اور علم کے ذریعہ سے علم کل کی جستجو کرتے ہین۔ غور کیجیے کہ جہان محض عقل کو رسائی ہے وہان عمل کیا کارآمد ہوسکتا ہے۔ اس جگہ صرف علم ہی کام دیسکتا ہے۔ مثلاً اگر آپ کو اقلیدس جاننا منظور رہے تو آپ ہزار آسن اور پرانایام کیجیے مگر اقلیدس آپ کو نہ آئیگی تا وقتیکہ آپ اُسکو نہ پڑھین۔ اِسی طرح ذات باری کی معرفت کے لیے علم ہی موضوع لہ ہے ع

کہ بے علم نتوان خدارا شناخت

عمل یہان کچھ کام نہین دیسکتا۔ اس بستی مین علم ہی کی تعظیم کیجاتی ہے اور عمل نظر تحقیر سے دیکھا جاتا ہے۔ یہان ہر قسم کے علوم و فنون کی ترقی مین انسان مشغول رہتا ہے۔

یہان کئی بڑے بڑے کالج ہین جن مین منطق۔ طب۔ فلسفہ۔ ریاضی وغیرہ علوم کی تعلیم ہوتی ہے اور طلبا کی مدد کے لیے سرکاری کتب خانے ہین جو مختلف علوم کی کتابون سے معمور ہین وقتاً فوقتاً علما کے مباحثے بھی ہوتے ہین جن کو سامعین بہت شوق سے سُنتے ہین اور جنسے وہ بہت مستفید ہوتے ہین۔ ایک بڑے کتبخانے مین جسکا نام مخزن العلوم ہے ہفتہ وار علما اور فضلا کے لکچر ہوتے ہین۔ جن سے یہان کے باشندے بہت مستفیض ہوتے ہین الغرض اس بستی مین علم ہی کا چرچا ہے۔ یہان کے باشندے معقول مسلک پر چلتے ہین منقول صرف اِسقدر تسلیم کرتے ہین کہ جو معقول کے مطابق ہوتا ہے۔ جائیے اور علم کے ذریعہ سے منزل مقصود تلاش کیجیے۔ یہی ایک ذریعہ خود شناسی اور خدا شناسی کا ہے۔

ان بزرگ کے ایما کے مطابق ہم آگے چلے اور بستی مین پہونچے۔ شہر مثل عالم نگر کے گلزار تھا اور باشندے خوشحال جگہ جگہ مدرسے اور کالج تھے جن مین لڑکے اور لڑکیان تعلیم پاتی تھین۔ شہر کی سیر کرتے ہوئے ہم ایک دھرم شالے مین جو شہر کے باہر تھا جا اُترے۔ عالم نگر کے ایک رئیس نے یہ دھرم شالہ مسافرون کے قیام و آرام کے لیے تعمیر کرایا تھا منتظم دھرم شالہ نے ہماری سائش کا بخوبی انتظام کردیا اور ہم چند روز یہان مقیم رہے۔ مین نے ایک روز منتظم صاحب سے پوچھا کہ یہان قابل دید و لائق تعریف کیا کیا چیزین ہین۔ فرمایا کہ اس عالم نگر مین صرف دو چیزین دیکھنے کے قابل ہین۔ ایک تو مخزن العلوم کے ہفتہ وار لکچر۔ دوسرے علما و فضلا کے مباحثے۔ اور ان کے علاوہ یہان کا کالج۔ کتبخانہ۔ باغات وغیرہ۔ اور بہت چیزین ہین جنکو دیکھکر آپ خوش ہو سکتے ہین مگر یہان کے لکچر اور علمی مباحثے واقعی قابل تعریف ہین جنکے سُننے کو دُور دُور سے شائقین یہان آتے ہین۔

ایک روز منیجر صاحب نے ایک اشتہار ہمارے پاس بھیجا جسکا یہ مضمون تھا کہ ۔ ماہ حال کو

شام کے چھہ بجے مخزن العلوم مین پنڈت د و یارام جی۔ و دیت ۔ بشِشٹا دویت ادویت پر ویاکھیان دینگے۔ چنانچہ ہم وقت معینہ سے پیشتر مخزن العلوم مین پہونچے۔ یہ ایک عظیم الشان کتبخانہ عوام کے فائدے کے لیے تھا۔ ایک عالیشان عمارت تھی جسمین بڑے بڑے کئی کمرے تھے۔ ان کمرون مین بڑی بڑی الماریان رکھی تھین جو مختلف علوم کی کتابون سے معمور تھین۔ ہر الماری پر ٹکٹ لگے تھے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ فلان علم کی کتابین اس الماری مین ہین۔ طلبا ء علم کی سہولت کی غرض سے ہر کمرے کے وسط مین ایک بڑی میز لگی تھی جسکے گرد کرسیان پڑی تھین۔ میز پر اُس کمرے کی جملہ کتابون کی فہرست رکھی رہتی تھی جن صاحب کو جو کتاب درکار ہوتی مہتمم کتبخانہ سے کہتا وہ فوراً کتاب مطلوبہ نکال دیتا۔ کتب خانہ چھہ بجے صبح سے دس بجے شام تک کھلا رہتا تھا۔ ہر شخص کو کتاب اور اخبار پڑھنے کی اجازت تھی مگر اُنکو باہر لیجانے کی اجازت نہ تھی۔ کتبخانہ مخزن العلوم بڑے پُرفضا باغ مین واقع تھا۔ چھت پر ایک وسیع کمرہ تھا جسمین چار ہزار آدمیون کی نشست کی گنجایش تھی مختلف مضامین پر ہفتہ وار لکچر وعظ اُپدیش اور طرح طرح کے علمی مباحثے اسی کمرے مین ہوا کرتے تھے۔ کتب خانہ و باغ کی سیر کرکے ہم لوگ وقت معینہ پر کمرے کے ایک گوشے مین آ بیٹھے۔ قریب دو ہزار آدمیون کے مجمع تھا ٹھیک وقت پر پنڈت جی صاحب تشریف لائے اور ویاکھیان شروع کر دیا جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

دویت بشِشٹا دویت ۔ ادویت

حاضرین جلسہ! اس عالم کی کل اشیا ناشوان یعنی فانی ہین۔ اسکے یہ معنی نہین کہ اُنکا اصل جوہر کالعدم ہو جاتا ہے بلکہ اسکے یہ معنی ہین کہ اُن کے اسماء و اشکال متغیر ہوتے رہتے ہین۔ مثلاً گھڑا ٹوٹ کر کنکریون مین تبدیل ہو جاتا ہے۔ گھڑا ٹوٹتے ہی فنا ہو جاتا ہے اور کنکریون کا وجود قائم

ہوتا ہے۔اسی طرح ہر شے ہر لحہ تبدیل ہوتی رہتی ہے جب وہ تبدیلی ایک خاص درجہ پر پہونچتی ہے تب ہمکو محسوس ہوتی ہے۔کوئی شے یہان تبدیلی سے مبرّا نہین۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس تبدیلی کی وجہ کیا ہے۔یہان کی چیزون کو کیون قیام نہین۔کیون وہ ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہین۔وجہ یہ ہے کہ یہان کی ہر شے اجزاے مختلف سے مرکب ہے۔مرکب شے کے اجزا مین ہمیشہ کمی وبیشی ہونا لازمی ہے۔لہذا کوئی مرکب شے ہمیشہ ایک سی نہین رہ سکتی۔یہ صلاحیت صرف مفرد ہی مین ہوسکتی ہے کہ اُسمین تغیر و تبدل نہو مرکب مین یہ بات ممکن نہین۔حکماے یورپ نے اکثر اشیا کے اجزا بذریعہ علم کیمیا علٰحدہ کرکے دریافت کیا ہے کہ قریب نشر کے اس عالم مین مفرد ہین جنکی باہمی ترکیب سے تمام عالم کی اشیا ترتیب پاتی ہین مگر ان مفردات مین بھی تحقیقات علمی سے بعض مرکب ثابت ہوئی ہین اور تعداد مفردات کی روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔حکماء متقدمین کی تحقیقات سے دو ہی مفرد پائے جاتے ہین۔یقین ہے کہ تحقیقات آیندہ سے حکماء یورپ بھی اسی نتیجہ پر پہونچینگے گو ابھی تک علم کیمیا اُس درجہ کمال تک نہین پہونچا کہ اُسکو بخوبی ثابت کرسکے مگر ترقی علم کی موجودہ تیزی رفتار سے یقین ہوتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ حکماء متقدمین کا مسلک اونکو اختیار کرنا پڑیگا۔عقل بھی اِسکو تسلیم کرتی ہے کہ جیسے ایک ہی پانی کے مختلف اشکال اُولہ برف۔کُہرا۔بھاپ۔بادل وغیرہ ہوتے ہین اسی طرح ایک ہی مفرد مختلف صورتون مین بطور اشیاء عالم ظہور پذیر ہوتا ہے۔

اسی مفرد کو مادہ کہتے ہین۔دوسرا مفرد وہ قوت ہے کہ جو مادہ مین انواع و اقسام کی تبدیلیان پیدا کرتی ہے۔یہی قوت جمادات و نباتات مین بطور مختلف آثار و خواص ظاہر ہوتی ہے کہین کشش کہین حرارت کہین روشنی کہین بجلی۔اِسی قوت کا ظہور مادہ مین دیکھنے مین آتا ہے۔

حیوانات مین بھی یہی قوت بطور جیتنا ظہور کرتی ہے اور یہی دونون مفرد انسان مین بطور جسم
اور روح ظہور کرتے ہین۔ اس بارے مین حکمار کی رائے مین اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہین کہ
روح کوئی شئے قائم بالذات نہین بلکہ وہ صرف دماغ کی ایک قوت ہے۔ مگر اب بذریعہ علم مقناطیس
یہ بخوبی پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ روح دماغ سے علٰحدہ بھی کام کر سکتی ہے پس روح
مادی نہین ہے اور نہ اجزائے مادی سے مرکب ہے بلکہ ایک شئے مفرد قائم بالذات ہے
جس طرح شمع کی روشنی کا ظہور چمنی کی صفائی پر موقوف ہے۔ اسی طرح روح کا ظہور جسم کی
لطافت پر منحصر ہے۔ اگر ہمارے اجسام ایک شفاف شیشے کی طرح صاف اور لطیف ہو جائین
تو اُن مین روح کا پورا ظہور ہو یعنی اوسکا ظہور دائمی اور مکمل ہو۔ دائمی اس لیے کہ روح مفرد
شئے ہے تبدیلی اُس مین غیر ممکن ہے اور مکمل اسلیے کہ اُسکے پورے ظہور کی مانع کوئی
چیز نہ رہے۔ کل یوگ کا مطلب یہی ہے کہ بنی نوع انسان کے اجسام ایسے صاف و
لطیف ہو جائین کہ روح اُن مین پورا ظہور کر سکے۔ اس بحث سے دو ہی مفرد کا اثبات
ہوتا ہے۔ ایک روح دوسرا مادہ جن کے میل سے کل اشیاء عالم بنتے ہین ہم کل اشیاء
مادی کو تبدل پذیر پاتے ہین اور نیز کل ظہور روح متغیر ہوتے رہتے ہین یعنی یہ دونون
چیزین فانی ہین۔ اشیاء مادی اس لیے فانی ہین کہ وہ مرکب ہین مختلف ظہور روح اسلیے
فانی ہین کہ وہ اُن مرکبات مین ہوتی ہین جو خود فانی ہین جس وقت روح اپنا ظہور
محض مفرد مادے مین کریگی یعنی جسوقت روح کا ظہور صاف ترین اور لطیف ترین اجسام
مادی مین ہوگا اُسوقت انسان کی حیات علم و سرور مکمل ہونگے۔ کاملین کے اجسام معمولی
انسانی اجسام کے مثل نہین ہوتے بلکہ وہ لطیف ہوتے ہوتے اس درجہ لطافت کو پہونچ
جاتے ہین کہ وہ سراپا نور ہو جاتے ہین جنمین روح کا مکمل ظہور ہوتا ہے۔ الغرض سارے کائنات

ہین صرف یہی دو مفرد ہین مگر اُن کے مرکبات جن سے یہ عالم بنتا ہے فانی ہین۔ یہ دونون مفرد ہمیشہ باہم مخلوط رہتے ہین کبھی ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتے۔ انھین کو سنسکرت مین پرکرتی اور پرش کہتے ہین۔ پس کل عالم دوئی پر مبنی ہے۔ اس دوئی کے مسلک کو دویت کہتے ہین۔

اس پر دوسرا فریق معترض ہے کہ اگر دو مفرد تسلیم کیے جائین تو ستر کے ماننے مین کیا نقص ہے۔ کل عالم کی اصل ایک ہی مفرد ہوسکتا ہے نہ دو یا ستر۔ اسی ایک مفرد کو سنسکرت مین پربرہم کہتے ہین جسکے پرکرتی و پرش دو ظہور ہین۔ وہی ایک ذات وحدہٗ لاشریک ایک طرف سے پرکرتی اور دوسری طرف سے پُرش بنکر پیدایش و بقا و فنا سے عالم کا باعث ہوتی ہے ؎

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ
خود بر سرِ آن کوزہ خریدار بر آمد

اُس مین ذاتی صلاحیت پرکرتی اور پرش ہونے کی ہے۔ ایک ہی کپڑا دھوپ چھاؤن کی گرنٹ ایک رُخ سے سُرخ اور دوسرے رُخ سے سبز معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح پرکرتی اور پرش اُسی ذات واحد کے دو رُخ یا ظہور ہین نہ کہ دو مفرد قائم بالذات۔ اس مسلک کو وششٹا دویت یعنی وحدت فی الکثرت کہتے ہین ع

ہر دو عالم یک فروغ روئی اوست

اس پر تیسرا فریق معترض ہوتا ہے کہ یہ بھی در اصل دوئیتی ہین کیونکہ اونکا پربرہم پرکرتی اور پرش سے مرکب ہے۔ اگر مفرد ہے تو اُس سے دوئی کیونکر پیدا ہوسکتی ہے۔ اگر مرکب ہے تو فانی ہے۔ یہ تیسرا فریق ادویتیون کا ہے جو وحدت مطلق کے قائل ہین۔ وہ پربرہم کو مفرد مانتے ہین۔ اُن کے بھی دو فریق ہین۔ ایک فریق کا بیان ہے کہ پربرہم اور پرکرتی ہم معنی

الفاظ ہین۔ ایک ہی مفرد پرکرتی ہے جو کل عالم کی اصل ہے۔ روح بھی اُسی کا ایک ظہور ہے۔ انکو پرکرت وادی یعنی دہریے یا نیچریے کہتے ہین۔ ادویتون کا دوسرا فریق اسپر معترض ہے کہ ایک مفرد سے مختلف مرکبات پیدا نہین ہوسکتے۔ مرکبات کم سے کم دو اجزا کے بغیر نہین ہوسکتے لہذا محض پرکرتی سے پیدایش عالم نہین ہوسکتی۔ علاوہ ازین روح مادی نہین جیسا کہ پرکرت وادی کہتے ہین اسلیے یہ مسلک ٹھیک نہین۔ اس دوسرے فریق ادویتون کا اصول ہے کہ پربرہم اور پرش ہم معنی الفاظ ہین۔ صرف ایک روح ہی اس عالم مین مفرد ہے۔ ان پر جب یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک مفرد سے گوناگون عالم کیونکر پیدا ہوا تو وہ جواب دیتے ہین کہ عالم پیدا ہوا ہی نہین۔ وجود عالم ہرسہ زمانے مین پایا نہین جاتا محض خواب و خیال ہے کہ جو اصل مین کچھ وجود نہین رکھتا رباعی

درحقیقت نسب عاشق و معشوق یکیست
بوالفضولان صنم و برہمنے ساختہ اند
یک چراغیست درین خانہ کہ از پرتو آن
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

اس مضمون کو ایک قائل وحدانیت ذات باری نے اس طرح ادا کیا ہے ؎

جز عکس رُخ یار بعالم دگری نیست
دردا کہ مرا لائق دیدن نظری نیست

جب اُن سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ جو کچھ نظر آتا ہے آخر کیا ہے تو وہ جواب دیتے ہین کہ یہ محض طلسم اور دھوکا ہے۔ جیسے رسّی مین سانپ اور ریت مین سراب اور سیپ مین چاندی کا دھوکا ہوتا ہے ایسے ہی آتما مین یہ عالم نظر آتا ہے۔ جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ اس غلطی کی وجہ کیا ہے تو وہ کہتے ہین کہ اودیا یعنی لاعلمی۔ جب پوچھا جاتا ہے کہ اودیا کہان سے آئی تو وہ کہتے ہین کہ علم کے نہ ہونے سے۔ غرض کوئی ایسا اعتراض نہین کہ جسکا جواب اودیت

مین نہو۔ادویتیون کا دعویٰ ہے کہ اگر انسان کی تسکین ہوسکتی ہے تو ادویت ہی سے ممکن ہے کیونکہ جب تک دوئی باقی رہتی ہے انسان کا رنج وخوف دور نہین ہوسکتا جب دوئی دور ہوتی ہے تب رنج وخوف سے رہائی ہوتی ہے جب ذات واحد کے ماسوا اور کچھ موجود ہی نہین ہے تو رنج وغم کسکا اور خوف وخطر کس سے ٭

دوئی را چون بدر کردم دو عالم را یکی دیدم
یکی بینم یکی دانم یکی گویم۔یکی خوانم ٭

اونپشد مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین کہ یہ کل برہم ہے اختلاف کوئی شے نہین جو یہان اختلاف دیکھتا ہے وہ موت کی موت کو پاتا ہے۔میری رائے ناقص مین دویت۔بششٹادویت۔اورادویت تینون روحانی ترقی کے منازل ومدارج ہین۔ابتدا مین انسان دویت کا قائل ہوتا ہے اور معبود اللہ اُسکا مسلک ہوتا ہے ٭

بگو لیش جان بدہ اے شمس تبریز
کہ جان دادن بگوی او روا ہست

اُسکے بعد دوسری منزل بششٹاادویت پر پہونچتا ہے جہان مقصود اللہ اُسکا مذہب ہوتا ہے ٭

مقصود من از کعبہ وبتخانہ توئی ہست
مقصود توئی کعبہ وبتخانہ بہانہ

آخرکار ادویت پر پہونچکر موجود اللہ اُسکا مشرب ہوجاتا ہے ٭

بی نشان ست کزو نام ونشان چیزی نیست
بخدا غیر خدا در دو جہان چیزی نیست

مین امید کرتا ہون کہ آپ صاحبان اس پر غور کرینگے ۔مین نے صرف سرسری طور پر یہ مضمون آپ سب صاحبون کے گوش گزار کردیا تاکہ آپ کو تحقیقات آیندہ مین مدد دے۔

ایک روز منیجر صاحب نے ہمکو ایک اشتہار دیا جسکا مضمون یہ تھا کہ ۷ ارماہ حال کو چار بجے شام کو مخزن العلوم مین مکتی یعنی نجات کے مسئلہ پر باہم علما کے مباحثہ ہوگا شائقین شریک جلسہ ہو کر اُس سے مستفیض ہون چنانچہ ہم وقت مقررہ سے کچھ پیشتر مخزن العلوم مین پہونچے اور اوپر کے کمرے مین جا بیٹھے۔قریب ایک ہزار آدمیون کا مجمع تھا۔ٹھیک چار بجے بحث شروع ہوئی۔ایک عالم صاحب نے کھڑے ہو کر بہت فصاحت و بلاغت کے ساتھ حسب ذیل تقریر کی

مُکتی یا نجات

مکتی یا نجات کے لغوی معنی چھوٹنے یا رہائی پانے کے ہین۔لفظ مکتی یا نجات سے ہمیشہ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اُسکے حصول سے پیشتر کسی طرح کا بندھن یعنی گرفتاری ضرور تھی جس سے اب رہائی پائی چنانچہ عام گفتگو مین بھی کہتے ہین کہ ہمکو فلان بیماری یا آفت سے نجات ہوئی مگر اصطلاح فلسفہ مین ان الفاظ کے یہ معنی ہین کہ آواگون یعنی دور تناسخ سے جوام التکالیف ہے رہائی پانا۔اول تشکم مادر مین بجہ تکلیف دوم پیدا ہونے کے وقت کی سخت مصیبت سوم دنیا مین انواع و اقسام کی جسمانی تکالیف و دماغی تفکرات چہارم ایام پیری کے بیشمار مصائب پنجم مرنے کے وقت نزع و جان کنی کی حالت انسان کے لیے سخت عذاب ہے اور نہ ایکبار بلکہ بار بار اس عذاب سے رہائی پانا مکتی کہلاتا ہے بقول مولانا ؎

کاش ازین طوفان بیداری و ہوش
وارہیدی این ضمیر و چشم و گوش

اب یہان چند سوال پیدا ہوتے ہین۔ اول نپر جنم ہوتا ہے یا نہین دوم اگر ہوتا ہے تو اُس سے رہائی ہوسکتی ہے یا نہین سوم اگر رہائی ہوسکتی ہے تو اُسکے وسائل کیا ہین چہارم بعد نجات ورہائی انسان کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔

نپر جنم ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ہم حالات انسانی مین پیدائشی اختلاف پاتے ہین مثلاً ایک امیر دوسرا غریب ایک تندرست وتوانا دوسرا بیمار وناتوان۔ ایک ذہین دوسرا غبی۔ ایک نیک دوسرا بد۔ چونکہ معلول بلا علت نہین ہوتا لہٰذا اس اختلاف کی کوئی وجہ ہونی چاہیے اور وہ بجز اسکے کہ ہمارے افعال ماضیہ کا نتیجہ ہو دوسری نہین ہوسکتی جو اس مسئلہ کو پورے طور پر حل کرے۔ دوم یہ کہ ایک جنم مین انسان کی روحانی ترقی کی تکمیل نہین ہوسکتی لہٰذا بعد مرگ اگر انسان کا وجود کالعدم ہوگیا تو اُسکی تخلیق کا منشا بیکار ہوگیا۔ سوم اگر ہمیشہ کو بہشت یا دوزخ ہوا تو محدود وقت کے افعال واعمال کی غیر محدود وقت تک سزا وجزا قرین انصاف نہین چہارم مرتے وقت جو خواہشات انسان کے دل مین باقی رہتی ہین اُن کے پورے ہونے کے لیے نپر جنم کی ضرورت ہے ؎

آرزوے دید جانان بزم مین لائی مجھے	
بزم سے مین آرزوے دید جانان لیچلا	

مسئلہ نپر جنم بہت دقیق ہے اور بہت غور وتعمق سے سمجھ مین آتا ہے۔ اگر مین تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان کرون تو مضمون زیر بحث ناتمام رہجائیگا۔ اس واسطے مین اُسکو مختصر بیان کرکے نفس مطلب کی طرف رجوع کرتا ہون۔ سامعین کو اُسکی پوری تحقیقات کرنی چاہیے کیونکہ یہی ایک مسئلہ کل حوادث زندگی کو مکمل ومطمئن طور پر حل کرتا ہے دوسرے کسی مسئلہ سے کل زندگی کے حالات وواقعات پورے طور پر حل نہین ہوتے ؎

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام	ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

جب اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ سوال پیش نظر ہوتا ہے کہ آیا ہم دور تناسخ سے چھوٹ سکتے ہین یا نہین۔ انسان اپنی خواہشات کی وجہ سے اُن مقامات مین پیدا ہوتا ہے کہ جہان اُن خواہشون کے پورا ہونے کا کافی سامان بہم پہونچے۔ خواہش انسان مین ایک قلبی قوت ہے جو اپنی کشش سے اُسکو اُس مقام پر لیجاتی ہے جو بلحاظ جملہ حالات اُسکی طبیعت سے مناسبت رکھتا ہے اور جسمین اُسکی خواہشات کے پورا ہونے کا موقع ملتا ہے۔ پس جب تک انسان کے دل مین اس عالم کے متعلق خواہش باقی ہے تب تک اُسکو پھر جنم یعنی یہان آنے کی ضرورت ہے۔ جب انسان کی کل دنیوی خواہشین دور ہوجاتی ہین تو ظاہر ہے کہ اُسکو پھر یہان آنے کی ضرورت نہین رہتی کیونکہ کوئی دنیوی کشش باقی نہین رہی جو اُسکو کھینچ کر یہان لائے۔ لہذا دور تناسخ سے رہائی پانا ممکن ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ رہائی کے وسائل کیا ہین۔ روح اور جسم کے اجتماع سے ابتدا مین خودی پیدا ہوتی ہے یعنی انسان اپنے آپ کو جسم سمجھکر جسمانی راحت کی تلاش مین انواع واقسام کے تعینات مین گرفتار ہوجاتا ہے اور جب وہ گران معلوم ہوتے ہین تو خودی کی بیخکنی کے ذریعہ سے جو اِن کا اصلی سبب ہے اُن سے رہائی پاتا ہے۔ خودی دور ہونے پر اُسکی کل خواہشات معدوم ہوجاتی ہین اور انسان دور تناسخ سے رہائی پاتا ہے۔ پس خودی کی بیخکنی ہی ایک ذریعہ دور تناسخ سے رہائی پانے کا ہے۔

یہان تک ہمنے مُکتی کا ایک رُخ دکھایا یعنی جبکو مُکتی حاصل ہوتی ہے اُسکو دور تناسخ اور اُسکے بیشمار مصائب سے رہائی ہوتی ہے۔ بعض اشخاص ان مصائب سے تنگ آکر اُسے رہائی پانے کے لیے خودکشی کر لیتے ہین مگر اس سے مطلب حاصل نہین ہوتا ہے

متاع وصل جانان بس گران است
گراین سودا بجان بودے چہ بودے

مکتی محض دنیاوی تکالیف سے رہائی پانے کا نام نہین بلکہ مکتی کا دوسرا رخ سرور ہے۔ تکالیف سے رہائی پاکر سرور سرمدی کا پانا مکتی ہے۔ سخت تکلیف مین بھی انسان مرنا پسند نہین کرتا کیونکہ مرنے سے ظاہر مین تکلیف تو جاتی رہتی ہے لیکن آیندہ مسرت کا جلوہ نظر نہین آتا۔ انسان ہمیشہ راحت کا جویان رہتا ہے جہان راحت نہین وہان وہ ہرگز جانا نہین چاہتا گو تکلیف مین ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ محض تکلیف سے چھوٹنا مکتی نہین ہے۔ بیماری سے نجات پانے سے نہ صرف بیماری کی تکالیف سے رہائی ہوتی ہے بلکہ اُسکے ساتھ تندرستی کا سرور حاصل ہوتا ہے اسی طرح قید تناسخ سے رہائی پانے مین نہ محض تکالیف دنیوی سے رہائی ہوتی ہے بلکہ اُسکے ساتھ سرور سرمدی بھی حاصل ہوتا ہے کہ جسکے لیے نجات حاصل کرنے کی کوشش کیجاتی ہے یہ رُخ مکتی کا اس لیے اکثر پیش نظر نہین کیا جاتا کہ مبادا امید سرور طالب کی خودی کو افزون کرے خواہش کتنی ہی لطیف کیون نہو گرفتاری کا سبب ہوتی ہے۔ مکتی کے سرور کی خواہش بھی طالب کی خودی پر مبنی ہے اور اُسکو سرور جاوید کے حصول سے باز رکھتی ہے کیونکہ جب تک خودی موجود ہے تب تک مکتی کیسی۔ سرور اصلی تو روح مین موجود ہے جب سب پردے دور ہوتے ہین تب اُسکا ظہور ہوتا ہے۔ خواہش بھی خودی کا ایک پردہ ہے کہ جو اُسکے ظہور کا مانع ہوتا ہے ۞

ذوق وصال و ہجر کی یان ہاے وہو نہین
آ سئے اب اوس جگہ یہ جہان آرزو نہین

جب انسان کی خودی دور ہوجاتی ہے تو اُس مین انانیت اصلی اپنا ظہور کرتی ہے جسکے ذریعہ سے وہ سرور سرمدی محسوس کرتا ہے۔ یہ سرور احاطۂ بیان مین نہین آسکتا۔ کاملین کا بیان ہے کہ وہ سرور حصول پر ہی محسوس ہوتا ہے ادراک وحواس کی اُس تک رسائی نہین ہے ۞

کے رسد شاہین فکراندر ہوائے اوج او
بے پروبال ست اینجا طائر طیّار ما

یہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ جسقدر خواہش انسان مین کم ہوتی جاتی ہے جسقدر اُسمین شانتی آتی جاتی ہے اُسی قدر اُسمین سرور زیادہ ہوتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب خودی اور کل خواہشین دور ہونگی اور پوری شانتی انسان کو حاصل ہوگی۔ اُسوقت اوسکو وہ سرور محسوس ہوگا جو خواہشات کی آلائش کی وجہ سے اِس وقت ہماری سمجھ مین نہین آسکتا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خودی کیونکر دور ہو۔ خودی دور ہونے کا ذریعہ محبت ہے اہل ہند کے شاسترون مین تکمیل تعلیم کے بعد طالب علم کو گرہست آشرم کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ اوسکو اپنی بی بی اور بچون سے محبت و اُنس پیدا ہو اور اس طرح پریم کا انکر اور محبت کی بنیاد پڑے جو بڑھتے بڑھتے کسی وقت درخت ہو کر بھگتی کے مرتبہ کو پہونچے۔ نوع انسان سے محبت اور ذات باری سے عشق بھگتی کہلاتی ہے۔ جب انسان مین بھگتی یعنی عشق حقیقی کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ پریم کے دریا مین غرق ہو جاتا ہے تب وہ قید خودی سے رہائی پاتا ہے اور ذات باری سے قربت حاصل کرتا ہے۔ اوسکا محدود علم و سرور لامحدود کی طرف چلتا جاتا ہے لیکن کبھی اختتام کو نہین پہونچتا ہے ؎

ہر کجا منزل آرام تصور کردیم
چون نفس راست نمودیم رسیدن بہ بود

محدود کو کتنا ہی بڑھاؤ لیکن کبھی وہ غیر محدود نہین ہوتا۔ عابد و معبود کا رشتہ مثل اُن دو خطوط ریاضی کے ہے کہ جو بڑھانے سے قریب تر ہوتے جاتے ہین لیکن کبھی نہین ملتے۔ بس یہی

عشق کا سرور ہے یہی بھگتون کی مکتی ہے۔

بعض حکما کی یہ راے ہے کہ جب تک فردیت موجود ہے تب تک تعین باقی ہے۔ لہذا جب فردیت قطعی دور ہوتی ہے تب تعینات سے پوری رہائی حاصل ہوتی ہے۔ پس مکتی مین فردیت باقی نہین رہتی۔ یہ خیال غلطی پر مبنی ہے کیونکہ فردیت باقی نہ رہی تو جس سرور کی تلاش مین ہم بکوشش بلیغ مکتی تک پہونچتے ہین اُس سرور کو کون محسوس کریگا۔ جب ہمین نہ رہے تو مکتی کسکو ہوئی۔ یہ وہی قصہ ہے کہ ایک طبیب صاحب کی تعریف مین کسی صاحب نے فرمایا کہ آپ ایسے طبیب حاذق ہین کہ جنکے معالجہ سے نہ مرض باقی رہے نہ مریض۔ اونپشد مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین کہ مکت شخص جو خواہش کرتا ہے وہ ارادے کے ساتھ ہی پوری ہوتی ہے اور جس لوک مین جانا چاہتا ہے معًا خیال کے ساتھ پہونچ جاتا ہے۔ پس مکتی مین فردیت ضرور باقی رہتی ہے کہ جسکے ذریعہ سے انسان سرور سرمدی کو محسوس کرتا ہے اور اپنے معبود کے تجلیات کو دیکھکر ہمیشہ حظ جاودانی حاصل کرتا ہے۔ وہ ہرگز مکتی نہین ہے کہ جس مین فردیت فنا ہوجائے وہ تو خودکشی ہے۔ ایک عابد اپنے معبود سے التجا کرتا ہے کہ اسے میرے مالک ! اے میرے معبود ! تو مجھکو ہمیشہ اپنے پاک قدمون سے لگائے رکھ ایسا نہو کہ بھول کر تو مجھکو ویدانتیون کی مکتی دیدے۔ جس مین تو اور مین دونون فنا ہوجائین۔

جب یہ مضمون ختم ہوا تو دوسرے عالم صاحب نے کھڑے ہوکر حسب ذیل اپنا بیان شروع کیا۔

طوطا جب مدت دراز تک پنجرے مین بند رکھا جاتا ہے تو وہ اپنی آزادی کو اسقدر بھول جاتا ہے کہ تعین ہی مین اُسکو آرام معلوم ہوتا ہے۔ پنجرے کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے تو بھی وہ باہر نہین جاتا۔ اُسکو مدت سے قیود مین رہتے رہتے آزادی بالکل فراموش ہوجاتی ہے اور

تعین ہی مین رہنا پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک قیدی کو جب بہت عرصے کی قید کے بعد رہا کیا گیا تو اُس نے منتظمان جیل سے التجا کی کہ براہ عنایت مجھے یہین رہنے کی اجازت دیجیے مین یہین خوش ہون باہر نہین جانا چاہتا۔ بقول غالب ؎

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلین مجھپر پڑین اتنی کہ آسان ہوگئین

یہی کیفیت اُن حکما کی ہے کہ جو فردیت کے احاطہ سے باہر نکلنا نہین چاہتے۔ تعینات مین مدت دراز سے رہتے رہتے آزادی اُن مین اسقدر معدوم ہوگئی ہے کہ اُسکی بو بھی باقی نہین رہی تعینات ہی مین وہ راحت پاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ پوری آزادی مین پہونچنا گویا کالعدم ہوجانا ہے ع

برین عقل و دانش بباید گریست

چونکہ روح مین آزادی فطری ہے اس واسطے وہ تعینات مین کبھی سیر نہین ہوسکتی۔ دور تناسخ سے رہائی اس لیے تلاش کی جاتی ہے۔ چونکہ حکما موصوف دوربین نہین لہذا وہ سمجھتے ہین کہ دور تناسخ سے رہائی پاکر پوری آزادی کی تلاش باقی نہ رہیگی اور انانیت اعلیٰ مین روح مطمئن ہوجائیگی مگر یہ اُنکی خام خیالی ہے۔ جب ہم پہاڑ پر چڑھتے ہین تو خیال کرتے ہین کہ اُس حصہ کوہ پر پہونچنے سے جو پیش نظر ہے منزل کی تکمیل ہوجائیگی مگر اُسپر پہونچتے ہی دوسرا حصہ پہاڑ کا شروع ہوجاتا ہے اور منزل کا اختتام نہین ہوتا جب ہم سب سے اونچی چوٹی پر پہونچتے ہین تب لطیف و پسندیدہ آب و ہوا ہمکو میسر ہوتی ہے۔ اسی طرح جب تک انسان مین کچھ بھی تعینات باقی رہتے ہین تب تک روح کو پوری سیری اور سچی مسرت حاصل نہین ہوتی۔ جب تک انسان پورا آزاد نہین ہوتا حصول آزادی کی کوشش کرتا رہتا ہے

اس سے ظاہر ہے کہ کتنی ہی کم تعینات باقی رہجائین مگر روح ذراسی بھی قید اور پابندی مین ہرگز مطمئن نہین ہوسکتی قید خودی سے آزادی اور دورتناسخ سے رہائی پانے پر آگے انانیت اعلی کے تعینات باقی رہتے ہین جب تک یہ بھی دور نہونگے تب تک ہم منزل مقصود کو نہ پہونچینگے یہ بیان کہ روح محدود ہے وہ کتنی ہی ترقی کرے غیر محدود نہین ہوسکتی سراسر غلطی پر مبنی ہے کیونکہ روح دراصل محدود نہین صرف پردون کی وجہ سے محدود معلوم ہوتی ہے اور جب سب پردے دور ہوجاتے ہین اور تمام تعینات سے رہائی حاصل ہوتی ہے تب روح کا پورا ظہور ہوتا ہے اگر روح مین اصلی تعینات ہوتے تو وہ بیشک باقی رہتے مگر وہ ہر قسم کی تقییدات وتعینات سے مبرا و منزہ ہے ۔ پردون مین بھی وہ لاتعین اور ہمیشہ مکت ہے ؎

صورتم پست ست لیکن معنیٔ دارم بلند	باطنم آزاد مطلق ظاہرم در قید و بند
ایکہ خود را در لباس قطرہ می بینی غریب	چون کشائی دیدۂ حق بین بخود دریا توئی

مگر اوسکا ظہور محدود پردون کی وجہ سے محدود ہوتا ہے اور اُنکے علیحدہ ہونے پر غیر محدود ولاتعین ہوجاتا ہے ۔ یہ بیان بالکل غلط ہے کہ ہم ہمیشہ ترقی کرتے رہینگے اور ذات باری سے قریب تر ہوتے جائینگے مگر کبھی اُس تک نہ پہونچین گے کیونکہ ذات لاتعین ہماری اصل ہے اور وہی ہمارا مرجع ہے اسلیے ہمارا اُس مین پہونچنا ہی اصلی مکتی اور نجات ہے ۔ اگر ہم اُس تک نہ پہونچین تو وہ ہماری اصل نہین قرار پاسکتی ۔ اگر ذات لاتعین ہماری اصل نہ ہوتی تو ہم ہمیشہ تعینات سے رہائی تلاش نہ کرتے ۔ علم ایک فضیلت ہے جسکے عالم اور معلوم دو رذالتین ہین ۔ جب دونون رذالتین دور ہوکر علم محض باقی رہجاتا ہے تو انسان مکت ہوتا ہے ۔ جب تک وہ عالم بن رہا ہے تب تک تعینات مین گرفتار ہے ۔ ہستی دوام علم مطلق و سرور عین مکتی کے خواص ہین ۔ لہذا جب خودی وانانیت اعلی دونون دور ہوتی ہین اور فردیت قطعی باقی نہین رہتی

تو انسان مکت ہوتا ہے ۵

کھاتا ہے ابھی پل مین طلسمات جہان کا		پردے کو تعین کے در دل سے اُٹھا دے	

اد نپشد مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین کہ جیسے دریا اپنے نام اور روپ کو چھوڑ کر سمندر مین داخل ہوتا ہے اسی طرح انسان کی روح کل تعینات سے مبرا ہو کر و اصل ذات لاتعین ہوتی ہے ۵

بدریا قطرہ چون واصل شود دریاست در معنی
حباب و موج ہم آب اند لشبگان این معمہ را

اس بیان کے ختم ہونے کے بعد تیسرے صاحب نے کھڑے ہو کر حسب ذیل تقریر شروع کی۔

اے سامعین باتمکین! آپ صاحبون نے دو علماء کی دلچسپ گفتگو مکتی کے بارہ مین سنی غالباً اس سے آپ بہت محظوظ ہوئے ہونگے مین ان دونون صاحبون کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون کہ اُن کے عالمانہ بیانات سے ہمکو بہت واقفیت و راحت حاصل ہوئی۔ آپ صاحبون نے مکتی کا ایک ایک جز بہت صحت کے ساتھ بیان کیا۔مین آپ صاحبون کے یہ گوش گذار کرنا چاہتا ہون کہ دونون حضرات کے بیانات کا کسقدر حصہ قابل تسلیم ہے۔ ایک ذات واحد ہر قسم کے تعینات سے مبرا واجب الوجود ہر سہ زمانہ مین موجود ہے۔ اس ذات لاتعین مین ظہور کے وقت ایک مرکز انانیت نمودار ہوتا ہے۔ بلا انانیت پیدائش عالم ممکن نہین۔یہ وہ انانیت ہے جسکی روحانی تکمیل ظہور گذشتہ مین ہو چکی تھی۔اس انانیت کی قوت ارادی کے ذریعہ سے پیدائش عالم ہوتی ہے جسمین ارواح انسان کمال انسانی حاصل کر کے مراتب اعلیٰ کو پہونچتی ہین۔پس جو انانیت اس عالم مین روحانی ترقی کے

ذریعہ سے اعلی مرتبہ کو پہونچتی ہین اگر وہ زائل ہوجائین تو پیدایش عالم مسدود ہوجائے اور انسان کی تخلیق کا منشا فوت ہوجائے۔ یہ انانیت دائمی ہوتی ہین جو سرور سرمدی سے فیضیاب ہوکر انتظام عالم مین مدد دیتی ہین اور اپنے مصیبت زدہ بھائیون کو انابت اعلی کے حصول مین امداد پہونچاتی ہین۔ مکت شخص اپنے مصیبت زدہ بھائیون کی امداد کے لیے اپنی خوشی سے نہ مجبوری بدھ دیوجی کی طرح باربار اس عالم مین جنم لیتے ہین۔

اونیشد مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین کہ جسکو مکتی کی خواہش ہو وہ مکت شخصون کی خدمت مین حاضر ہوکر اُن سے گیان حاصل کرے اسکے سوا اور کوئی طریقہ گیان کے حاصل کرنیکا نہین ہے۔ لہذا اگر مکتی مین فردیت قایم نہ رہے تو تعلیم و تلقین کا سلسلہ مسدود ہوجائے پس مکتی مین فردیت ضرور باقی رہتی ہے جسکے ذریعہ سے انسان سرور سرمدی کا حظ اُٹھاتا ہے۔ انتظام عالم مین مدد دیتا ہے اور اپنے بھائیون کو امداد پہونچاتا ہے۔ لہذا پہلے معترض صاحب کا بیان بابت بقاء فردیت میری راے مین صحیح ہے۔ دوسرے صاحب کا یہ اعتراض کہ اگر روح کبھی لاتعین نہوگی تو ذات لاتعین اوسکی اصل و مرجع نہین ہوسکتا قابل تسلیم ہے۔ ذات لاتعین روح انسان کی اصل ہے وہ ضرور کسی وقت لاتعین ہونی چاہیے ورنہ وہ اوسکی اصل قرار نہین پاسکتی۔ پرلے یعنی قیامت مین اعلی ترین مکت پرش کل تعینات سے مبرا و اصل بحق ہوکر سرور عین ہوجاتے ہین اور اُس مرتبہ کو پہونچ جاتے ہین جس مین انانیت کی ضرورت نہین رہتی۔ مگر جیسے خواب غفلت مین انانیت محجوب رہتی ہے اسی طرح پرلے مین بھی انانیت و فردیت مستور رہتی ہین اور ظہور کے وقت نمودار ہوکر عالم کی خلقت کا کام انجام دیتی ہین پس مکت شخص ایک وقت مین باسرور اور دوسرے وقت مین سرور عین ہوتے ہین۔ ایک وقت مین عالم ہوکر سرور سرمدی کا حظ اُٹھاتے ہین اور اپنے چھوٹے بھائیون کو تعلیم و تلقین کرتے ہین

اور دوسرے وقت علم مطلق ہوکر سرور عین ہوجاتے ہین مگر دونون صورتون مین تعینات سے مبرا رہتے ہین۔

ہمین ایک امر قابل غور یہ ہے کہ انانیت اعلیٰ جو باعث تعین سمجھی جاتی ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ پردون کی کثافت کے باعث ہم خودی کو بہت سی قیود کا سبب پاتے ہین اور اسی سے اندازہ کرتے ہین کہ انانیت حقیقی مین بھی کچھ قیود ضرور باقی رہتے ہونگے۔ مگر یہ خیال صحیح نہین ہے جب شمع کی چمنی پوری صاف ہوتی ہے تو اُسکی روشنی کی وہ قطعی مانع نہین ہوتی اسی طرح جب انسان کے پردے پورے صاف ہوجاتے ہین اور بجائے پردون کے انانیت روح مین آجاتی ہے تب وہ صاف پردے سچدانند کے ظہور کمل کے قطعی مانع نہین ہوتے پس فردیت و انانیت کے ساتھ تعین لازمی نہین۔ یوگیون کی انانیت اعلیٰ صاف ستوگنی پردون مین تعینات سے قطعی مبرا ہوتی ہے۔ انانیت اعلیٰ کا ہمکو اُس وقت تک قیاس نہین ہوسکتا جب تک خودی دور نہین ہوتی۔ جب خودی مٹ جاتی ہے اور انسان کو حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اُس وقت کی حالت کا اندازہ اس قید و گرفتاری کی حالت مین ہو ہی نہین سکتا۔

بعض اصحاب کا یہ اعتراض ہے کہ جب تک روح مین فردیت باقی رہتی ہے تب تک دوئی نہین مٹتی اور جب تک دوئی باقی رہتی ہے تب تک نجات نہین ہوتی یہ خیال صحیح نہین ہے۔ کیونکہ فردیت کی موجودگی مین بھی دوئی مٹ جاتی ہے جیسا کہ اونپشد مین مندرج ہے کہ جو شخص ہر جگہ آتما کو دیکھتا ہے وہ دوئی سے رہائی پاتا ہے۔ دوئی جہل سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ فردیت سے اور وہ پورے گیان ہونے پر دور ہوجاتی ہے۔ مکتی و نجات پورے گیان کو کہتے ہین پورا گیان ہونے پر تعین و دوئی ایسی دور ہوجاتی ہین جیسے

طلوع آفتاب پر تاریکی ۔

بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ انسان کی روح جب تک اس قفس عنصری مین مقید ہے تب تک وہ مکت نہین ہوسکتا ۔ مکتی مرنے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے ۔ یہ خیال بھی صحیح نہین ہے کیونکہ شاسترون مین بار بار یہی لکھا ہے کہ انسان مکت پرش کی ہدایت و تعلیم کے بغیر مکت نہین ہوسکتا ۔ لہذا اگر انسان اس جسم خاکی مین مکت نہین ہوتا تو وہ تعلیم کیونکر کرسکتا ہے ۔ مکت پرشون کے دو درجے ہوتے ہین ایک بدیہہ مکت اور دوسرا جیون مکت ۔ بدیہہ مکت وہ لوگ ہین جن کی روحانی ترقی ایک خاص درجہ تک اس جنم مین ہوگئی ہے ۔ مرنے کے بعد اُنکو یہان آنے کی ضرورت نہین ہوتی کیونکہ وہ یہان کی کشش سے باہر ہوگئے ہین دیگر مقامات مین اُنکی روحانی ترقی کی تکمیل ہوتی ہے اور بعد کو وہ مکت ہوجاتے ہین ۔ جیون مکت وہ ہین جو اس جسم خاکی ہی مین مکت ہوجاتے ہین جنکے کل پردے ایسے لطیف ہوجاتے ہین کہ وہ ہر پردے مین باختیار خود جاسکتے ہین ۔ یہ خیال کہ ہم اس جسم کثیف مین مکت نہین ہوسکتے اسوجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ ہم اُسکو قیود کا سبب پاتے ہین ۔ لہذا یہی خیال ہوتا ہے کہ سب کے لیے وہ ایسے ہی قیود کا باعث ہوگا مگر یہ قیود ہر فرد بشر مین کم و بیش ہوتے ہین اسلیے یہ کبھی تصور نہ کرنا چاہیے کہ جو ہماری حالت ہے وہی اور شخصون کی بھی ہوگی ۔ اوپنشد مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین کہ کامل یوگیون کے اجسام مثل ہمارے اجسام کے پنچ عناصر کثیف کے نہین ہوتے بلکہ وہ لطیف ہوکر پنچ عناصر لطیف کے بن جاتے ہین اور ایسے نورانی ہوتے ہین کہ اُن مین بیماری پیری و موت اثر نہین کرسکتی ۔

اس بحث کے ختم ہونے پر کہا گیا کہ یہ مضمون ہنوز ختم نہین ہوا جلسہ ہاے آیندہ مین

اسی روز اسی وقت ہر ہفتہ تا اختتام جاری رہیگا۔ سامعین کو چاہیے کہ وقت معینہ پر آکر اُس سے مستفیض ہون۔ اسکے بعد سوامی جی نے مجھسے فرمایا کہ اب چلنا چاہیئے ایسی دماغی لذتون مین بہت وقت صرف کرنا مناسب نہین جو اسون کے مزے کی طرح یہ بھی ناپائدار ہین لہذا منزل آیندہ کی فکر کرنی چاہیے۔ چنانچہ ہم دوسرے روز عالم نگر سے چلدیے اور بہت سفر طے کر کے ایک روز ایک دروازے پر پہونچے جو بند تھا۔

منزل پنجم

اطمینان نگر عرف شانتی پور

یہان ایک صاحب سنجیدہ مزاج ایک چوکی پر بیٹھے تھے اور دروازے کی کنجی اُن کے ہاتھ مین تھی- وہ انسان کی صورت دیکھکر اور امتحان لیکر جسکو مناسب سمجھتے تھے اندر جانے کی اجازت دیتے تھے- کم اشخاص اندر جانے کی اجازت پاتے تھے باقی واپس جاتے تھے اور دوبارہ سہ بارہ کوشش کرکے بعد حصول صفات مطلوبہ اندر جانے پاتے تھے- ہمکو بھی بعد امتحان اندر جانے کی اجازت ملی- دروازے پر یہ شعر تحریر تھا ؎

من ز قرآن مغز را برداشتم
اُستخوان پیش سگان انداختم

محافظ صاحب نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ شانتی پور کا دروازہ ہے بہت کم انسان اس مین داخل ہونے کا استحقاق رکھتے ہین- آپ اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھیے کہ آپ کو اندر جانے کی اجازت ملی- یہ منزل چارون منازل طے شدہ سے زیادہ دشوار ہے- یہان وہی شخص قیام کر سکتے ہین جنکو بقول شاعر ؎

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کرین
دل ہی نہین رہا ہے جو کچھ آرزو کرین

کچھ درجہ بذریعہ ترک شانتی حاصل ہے - ایک خصوصیت یہان کی یہ ہے کہ اضطراب و پریشانی اس بستی مین انتہا درجہ کی معیوب سمجھی جاتی ہے کیتنی ہی تکلیف ہو مگر اوسکو صبر سے برداشت کرنا اور اُسکا اصلا اشا کی نہونا یہان کی تہذیب ہے مگر اُسی کے ساتھ اُسکے دفعیہ کا انتظام بھی لازمی سمجھا جاتا ہے - دوم یہ کہ حتی المقدور کوئی دوسرے کا مرہون منت نہین ہونا چاہتا جو کچھ اُس سے دوسرون کی امداد ہوسکتی ہے بخوشی کرتا ہے مگر آپ کسی کا ممنون ہونا ہرگز ہرگز نہین پسند کرتا سوم فرائض منصبی کا کما حقہ ادا کرنا یہان کا مذہب ہے اور ہر شخص اپنے اداے فرائض منصبی مین ایسا مشغول رہتا ہے کہ معمولی آدمی نہین سمجھ سکتا کہ وہ دراصل اندر سے کسقدر آزاد ہے - چہارم یہان نمائشی فقر کی عزت نہین کیجاتی - باطنی فقر و ترک جسکا ذکر لبون تک نہ آئے قابل تحسین سمجھا جاتا ہے - پنجم دل بیار و دست بکار یہان کے باشندون کا دستور العمل ہے - ششم باشندگان شانتی پور کے خیالات کلام و افعال سچائی پر مبنی ہوتے ہین جاہے جان جاتی رہے مگر سچائی کو نہ چھوڑینگے - ہفتم تحصیل علوم ظاہری و باطنی اور اُنپر پورا عمل درآمد یہان کا مذہب ہے فضول بحث و مباحثہ و بیکار عمل یہان نظر تحقیر سے دیکھے جاتے ہین - یہ شہر تین محلون - دھرم نگر - دیانگر - پریم نگر - سے آباد ہے - دھرم نگر مین وہ ضابط شخص رہتے ہین جو افعال ناجائز کے ہرگز مرتکب نہین ہوتے - اپنے فرائض منصبی کو پورا ادا کرتے ہین اور تعلق ذاتی کو اُن کے پاس نہین آنے دیتے - دیانگر مین وہ رحیم شخص بود و باش کرتے ہین جو ہمہ تن دوسرون کی بہتری و بہبودی مین مصروف رہتے ہین - پریم نگر مین وہ نیک و پاک دل انسان رہتے ہین جو سراپا محبت و ہمدردی ہین اور بذریعہ بیخ کنی خودی دوئی کو دل سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہین سب مین ایک ہی آتما دیکھتے ہین اور سب سے سچی محبت کرتے ہین - آپ جائیے اور بستی مین چند روز قیام کیجیے تاکہ آپ مین قابلیت روحانی

ترقی کی پیدا ہو۔ یہ کہکر ہم سے کہا خدا حافظ

ہم اندر داخل ہوئے کچھ فاصلہ طے کرکے شانتی پور مین پہونچے۔ کچھ عرصہ تک بستی کی سیر کرتے رہے شہر بہت صاف ستھرا اور سٹرکین اور کوچے صاف وکشادہ پائے اور سب آدمی اپنے اپنے کام مین مشغول دیکھے۔ ایک بات یہان ہمنے عجیب دیکھی وہ یہ تھی کہ مثل دیگر شہرون کے یہان امیرون اور غریبون کے مکان علیحدہ نہ تھے بلکہ عالیشان محلون کے قریب غریبون کے جھونپڑے تھے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہان کے امیر بجاے اسکے کہ اپنے غریب بھائیون کے مکانات لیلینے کی کوشش کرین اُنکو ہر طرح کی امداد دینے پر آمادہ رہتے ہین اور بہت چاہتے ہین کہ وہ اُنکی مدد سے اپنے مکانات بہتر بنالین۔ مگر وہ جھونپڑون مین ہی قناعت سے بسر کرتے ہین اور اپنی حالت مین خوش وخرم رہتے ہین اور سمجھتے ہین کہ جو جسکی قسمت مین ہے سو اُسکو ملا اُس مین شکایت کا موقع نہین۔ مگر باوجود صبر وقناعت کے کاہل نہ تھے۔ بلکہ اپنے سامان ظاہری کی ترقی بھی اپنی ذاتی کوشش کے ذریعہ سے مدنظر رکھتے تھے۔ مگر دوسرے کی امداد اُس مین ہرگز گوارا نہین کرتے تھے ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابرست
رفتن بپاے مردی ہمسایہ در بہشت

غرض سب امیر وغریب اپنی حالت موجودہ مین خوش وخرم رہتے تھے۔

مین نے ایک صاحب سے دریافت کیا کہ یہان مسافرون کے قیام کے لیے بھی کوئی مقام ہے اُسنے جواب دیا کہ دیا نگر مین ایک وسیع دھرم شالہ ہے آپ وہان چلے جائیے جبتک جی چاہے قیام کیجیے وہان آپ کو ہر قسم کا آرام ملیگا چنانچہ مین دھرم شالہ مین چلا گیا۔ سوامی جی نے بستی مین رہنا پسند نہ کیا اسلیے وہ شہر سے باہر دریا کے کنارے ایک

مندر ہین جا ٹھہرے ۔ شانتی پور ایک بلند پر فضا پہاڑ پر واقع ہے۔ ہر چہار طرف خوشنما پہاڑ سبزہ سے پر ہین جا بجا نہرین چشمے جاری ہین اور بوجہ بلندی کوسون تک دلچسپ منظر ہے۔
روایت ہے کہ مہاراج یدہسٹر نے یہان کی قدرتی فضا و عمدہ آب و ہوا کی وجہ سے گرد و نواح کے کل پہاڑون مین سے اس مقام کو کسی وقت تپ کرنے کے لیے پسند کیا تھا اور اُن کے ہمراہ ارجن وغیرہ چارون بھائی دروپدی و کُنتی و دیگر چند اشخاص آئے تھے۔ اور کچھ عرصہ یہان قیام کیا تھا اونکو یہان بہت تسکین و شانتی حاصل ہوئی تھی۔ لہذا اُنھون نے اِس مقام کا نام شانتی پور رکھا بعد کو یہ جگہ آباد ہوکر ایک پُر فضا بستی ہوگئی ہنوز اُن کے تپ و شانتی کا اثر یہان پایا جاتا ہے ؎

اس سرزمین مین ہے اثر روح پروری
آب و ہوا یہان کی محبت سے ہے بھری

جو شخص یہان ایک مرتبہ بھی آجاتا ہے وہ اوسکو محسوس کرتا ہے۔ پانی شیرین مفرح و ہاضم ہے۔ اکثر امراض صرف یہان کے پانی سے جاتے رہتے ہین۔ ہوا لطیف و خوشگوار و صحت بخش ہے۔ چونکہ اکثر مکانات کے متعلق پائین باغ ہین لہذا اُن مین بھینی بھینی خوشبو آتی ہے جو بہت تازگی بخش ہوتی ہے۔ اس پُر فضا مقام مین چند روز کا قیام انسان کو سُرخ و سفید اور مطمئن و بشاش کر دیتا ہے۔ بہت خوش قسمت ہین وہ لوگ جن کو یہان کی بود و باش نصیب ہوتی ہے۔ برفستان کے پہاڑ بھی یہان سے نظر آتے ہین کہ جن کی بلندی و صفائی دیکھکر قدرت کی عظمت و شان معلوم ہوتی ہے اور صانع حقیقی کی صنعت کا مانظر آتی ہے جیسے دلمین کسی اعلیٰ مرتبت سادھو کے پاک و صاف قلب کو دیکھکر خوشی و تعظیم پیدا ہوتی ہے اسی طرح برفستان کے پہاڑون کو دیکھکر اُنکی

صفائی وعظمت دل پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے۔ بستی کے قریب ایک چھوٹا تیز
روان دریا ہے جو پتھرون پر سُریلی آواز سے بہتا ہے اور جسکا پانی مثل موتی کے صاف
وشفاف ہے۔ اس دریا کے کنارے امرا نے شانتی پور نے جا بجا پختہ گھاٹ پل
باغات مندر اور مسجد بنوا دیے ہین اور سادھوؤن اور فقرا کے آرام کے لیے دھرم شالے
تعمیر کرا دیے ہین کہ جہان وہ فروکش ہوتے ہین اور سدابرت کے ذریعہ سے کھانا پاتے
ہین۔ اس بستی کے اکثر مرد و عورت صبح و شام وہان جاتے ہین اور اشنان کرکے مندر
یا مسجد مین عبادت کرتے ہین۔ دیانگر کے دھرم شالہ مین جاکر مین نے اشنان کیا۔ کھانا
کھایا اور سہ پہر کو منتظم صاحب سے التجا کی کہ مین مسافر ہون بستی سے واقف نہین
آپ عنایت فرما کر بتائیے کہ کیا کیا چیزین اس بستی مین قابل دید ہین تاکہ مین اُنکی سیر کرون
منتظم صاحب نے فرمایا کہ دھرم نگر مین تین چیزین قابل دید ہین۔ ایک کالج جسمین شانتی پور
کے کل طلبا تعلیم پاتے ہین۔ دوسرے تھیٹر جو ایک بڑا ذریعہ تعلیم کا ہے تیسرے عدالت
کہ جسمین کل شانتی پور کے مقدمات فیصل ہوتے ہین۔ دیانگر مین شفاخانہ و ہسپتال قابل
دید ہین کُل بستی کے مریض اسی مین شفا و آرام پاتے ہین۔ پریم نگر مین ایک عالیشان مندر
قابل دید ہے کہ جس مین پنڈت گیان پرکاش جی ہر روز صبح کو چھ بجے سے آٹھ بجے تک
کتھا کہتے ہین۔ اُن کے روحانی مضامین و فصیح بیانات سامعین کے لیے بہت تسکین بخش
ہوتے ہین۔ ایک عالیشان مسجد اور گرجا مین بھی وعظ ہوتے ہین وہ بھی قابل سننے کے ہین
ایک خوبی یہان کی کتھا اور وعظ کی یہ ہے کہ اُن مین اعلیٰ درجہ کا فلسفہ و روحانی مضامین
اپنے اپنے مذہب کے مطابق بیان کیے جاتے ہین۔ مگر ایک مذہب کو دوسرے پر ترجیح
نہین دی جاتی اور تبدیل مذہب یہان بہت معیوب سمجھا جاتا ہے ع

راستے گو مختلف ہون منزل مقصد ہی ایک

لہذا ہندو و مسلمان و عیسائی باہم گر بلا تعصب کتھا اور وعظ مین شریک ہوکر اُنکی تعلیم سے مستفیض ہوتے ہین۔ ان مقامات کا آپ ضرور ملاحظہ کیجیے۔ بعد کو بشرط فرصت دریا کی سیر کیجیے وہ مقام بھی بہت پر فضا اور خوش منظر ہے۔ بعد ازان آپ یہان کے باشندون سے ملاقات کیجیے۔ محض بیرونی اشیاء کے دیکھنے سے آپ باشندگان کی اندرونی حالت نہین سمجھ سکتے۔ اکثر سیّاح ملکون کی سیر کرتے ہین اور چند روز اُنکے بیرونی حالات دیکھکر وہان کے باشندون کی تاریخ لکھتے ہین۔ مگر یہ تاریخ کبھی قابل اطمینان نہین ہوتی ہے کیونکہ اُنکو باشندگان ملک کی حالت باطنی سے واقفیت نہین ہوتی۔ لہذا آپ یہان کے باشندون سے مخلی بالطبع ہوکر ملیے تو آپ کو یہان کی اصلی کیفیت معلوم ہوگی۔ یہان معمولی طور پر آپ اظہار دینداری کم پائیے گا مگر کچھ عرصے تک قیام کرنے سے آپ پر واضح ہوگا کہ سچی اندرونی دینداری یہان کے باشندون مین ہے۔ آپ بمقابلہ اور بستیون کے مندر و مسجد یہان بہت کم پائینگے مگر سچائی کا برتاؤ۔ ایمانداری کا بیوہار۔ اکل حلال۔ اوامر و نواہی کی پوری پابندی۔ فرائض منصبی کا پورے طور سے ادا کرنا۔ اپنے ہمجنسون سے سچی محبت اور اُنکی امداد۔ تکالیف و مصائب مین مستقل مزاجی۔ ان سب کو یہان کے باشندے عبادت کا جز سمجھتے اور اُن پر عمل کرتے ہین ؎

گر ز سرِّ معرفت آگہ شوی
لفظ بگذاری سُوے معنی روی

مین نے منتظم صاحب کا شکریہ ادا کیا اور اُن سے رخصت ہوا۔

دوسرے روز صبح کو قریب آٹھ بجے کے مین کالج مین پہونچا۔ بستی کے باہر ایک وسیع احاطہ تھا کہ جسمین عمدہ باغ لگا ہوا تھا اس باغ مین سات عالیشان کوٹھیان بنی ہوئی تھین ـــ

پرنسپل صاحب کو اطلاع کرائی فوراً مجھے بلالیا اور پوچھا کہ آپ کس لیے یہان آئے ہین۔ مین نے
جواب دیا کہ مین ایک مسافر ہون اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو مین آپکا کالج دیکھنا چاہتا ہون۔
فرمایا مین آپ کو بہت خوشی کے ساتھ کالج کی سیر کراؤنگا مگر اس وقت مجھے ایک درجے کو
پڑھانا ہے۔ آپ کتب خانہ مین تشریف رکھیے اور مہتمم سے کوئی کتاب لیکر اوسکا مطالعہ کیجیے
مجھکو نو بجے سے دس بجے تک فرصت ہے اوسوقت آپ کو کالج کی خود سیر کرادونگا
یہ کہکر چپراسی سے کہا آپ کو کتبخانے مین لیجاؤ اور مہتمم سے کہو کہ آپ کو کتبخانے کی سیر کرائین
اور جو کتاب دیکھنا چاہین دیدین۔ چنانچہ مین کتب خانے مین گیا منجملہ سات کوٹھیون کے یہ
ایک کوٹھی تھی۔ مین دیر تک ہمراہ مہتمم اوسکی سیر کرتا رہا۔ کئی وسیع کمرے مختلف علوم کی کتابون
سے معمور تھے۔ بعد سیر مہتمم سے بھگوت گیتا لیکر پڑھتا رہا نو بجے پرنسپل صاحب نے مجھے
ہمراہ لیکر کالج دکھانا شروع کیا۔ اول کئی درجے دکھا کر فرمایا یہ سنسکرت کے درجے ہین ان مین
اعلی درجے کے پنڈت جو شانتی پور مین سکونت پذیر ہین پڑھاتے ہین بعد کو عربی و انگریزی
کے درجے دکھائے اوسکے بعد فرمایا کہ یہ کوٹھی زباندانی کے لیے مخصوص ہے یہان سنسکرت
عربی و انگریزی زبان کی تعلیم ہوتی ہے۔ مدرس جو یہان تعلیم دیتے ہین عالم و فاضل ہین بعض
بلاتنخواہ پڑھاتے ہین بعض قلیل تنخواہ برائے بسر اوقات لیتے ہین اور درس و تدریس کو
فرض عین سمجھتے ہین۔ طلبا بہت شوق سے پڑھتے ہین اور باہم دگر محبت و امداد کرتے ہین
کیونکہ یہان امتحان و رقابت نہین حصول علم سے اُن کی اور اُنکے والدین کی غرض اصلی تحقیقات
ماہیت عالم و اصلیت روح ہوتی ہے نہ بحث و مباحثہ دولت و عزت شہرت و نیکنامی۔
بعد اختتام تعلیم جو کام اُن کے سپرد کیا جاتا ہے بہت خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہین اُنکے
والدین و مدرسین کی عمدہ تہذیب کا اثر اُن پر اسقدر ہوتا ہے کہ اس کالج مین کسی قسم کی سزا یا

جرمانے کی ضرورت نہین ہوتی جب کوئی طالب علم اپنا کام نہین کرتا یا کبھی اتفاقاً خلاف تہذیب حرکت کرتا ہے تو مدرس صرف اتنا کہدیتا ہے کہ ہم تمھارے والدین کو اسکی اطلاع کرینگے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم اپنے قصور کی معافی مانگتا ہے اور آیندہ کو اُس سے پرہیز کرتا ہے جب دوبارہ ایسی حرکت کرتا ہے تو اُسکی اطلاع اُسکے والدین کو کی جاتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسکے مان باپ بہن بھائی دوست اور ہمسائے اُسکو اس نظر تحقیر سے دیکھتے ہین کہ اُسکی زندگی تلخ ہوجاتی ہے۔ جب سے مین پرنسپل ہوا ہون جسکو عرصہ قریب دس سال کے ہوا صرف ایک مرتبہ والدین سے کہنے کی نوبت پہونچی ہے۔ مدرس طلباء کا رجحان دیکھکر اُن کو جس چیز کے لیے موزون سمجھتے ہین تعلیم دیتے ہین۔ لہذا ہر طالب علم اپنے میلان طبع کے مطابق تعلیم پاتا ہے اور اکثر اپنے مرغوب طبع مضمون مین کامیابی حاصل کرتا ہے جن کی رغبت علوم کی طرف کم ہوتی ہے اُنکو فنون سکھائے جاتے ہین۔ سولہ برس کی عمر سے طلباء یہان لیے جاتے ہین۔ آٹھ برس کی عمر تک وہ والدین سے تعلیم پاتے ہین۔ بعد کو کسی چھوٹے مدرسے مین پڑھتے ہین سولہ برس کی عمر سے یہان آتے ہین اور عموماً چھبیس برس کی عمر تک پڑھتے ہین۔ بعد کو شادی کرکے گرہست آشرم کرتے ہین۔ بعض صاحب زیادہ عرصہ تک بھی حسب دلخواہ تعلیم پاتے رہتے ہین۔ تعلیم نسوان اُن مدرسون مین ہوتی ہے جو عورتون کے لیے مخصوص ہین۔ سولہ برس کی عمر مین عموماً لڑکیون کی تعلیم ختم ہوجاتی ہے۔ بعد کو اُنکی شادی ہوتی ہے۔ تعلیم یہان جبریہ ہے سب لڑکے لڑکیان تعلیم پاتے ہین۔ اخراجات تعلیم چندہ سے ادا ہوتے ہین۔ شانتی پور کے باشندے علم کے ایسے شائق ہین کہ مدرسہ چھوڑنے کے بعد بھی کتب بینی اُن سے نہین چھوٹتی۔ مرد و عورت اکثر بعد تعلیم اسکول و کالج جب فرصت پاتے ہین پڑھتے رہتے ہین اور اکثر اس تعلیم ما بعد کے ذریعہ سے

عالم و فاضل ہوجاتے ہین۔ شائقین پر ہین وقت بہت قیمتی سمجھا جاتا ہے اور کوئی شخص خواہ امیر ہو
خواہ غریب اپنا وقت ضائع نہین کرتا۔ یہ کہکر مجھکو باقی پانچ کوٹھیون کی سیر کو لے گئے منجملہ اُن
پانچ کوٹھیون کے ایک مین ریاضی و علوم مادی کی تعلیم ہوتی ہے۔ دوسرے مین علم طب و کیمیا
سکھایا جاتا ہے تیسرے مین علم موسیقی کی تعلیم ہوتی ہے۔ چوتھے مین انواع و اقسام کے
فنون و دستکاری سکھائے جاتے ہین۔ پانچوین مین منطق فلسفہ و دینیات کی تعلیم ہوتی ہے یہان
مذاہب کا بیرونی اختلاف اور اندرونی اتفاق علما، دین طلبا کو تلقین کرتے ہین اور سب مذاہب
کی بنیاد اور مخرج اصلی جو ایک ہے تعلیم کرتے ہین ع

سب مذاہب اور ملل ہین شاخہای یک درخت

اور روح کی ماہیت اوسکا مادے مین تنزل اور کوشش ذاتی کے ذریعہ سے اپنے مرجع
اصلی کیطرف عروج طلبا کے دل پر منقش کرتے ہین۔ سیر کے بعد مین نے پرنسپل صاحب کا شکریہ
ادا کیا اور اُن سے رخصت ہوکر جائے قیام پر واپس آیا۔

ایک روز منتظم صاحب نے فرمایا چلیے آج آپ کو تھیٹر دکھلائین شہزادہ آزاد و بی بی
عیش کا بہت عمدہ تماشا ہے۔ قریب نو بجے رات کے ہم تھیٹر پہونچے۔ ایک عالیشان عمارت
تھی جو برقی روشنی سے جگمگا رہی تھی بہت سریلا خوش آواز باجا بج رہا تھا نو بجتے ہی نظر فریب
طلسم آمیز پردہ اُٹھا اور تماشا شروع ہوا۔ پردے نفیس و خوشرنگ تھے اور کل سامان عمدہ تھا۔
تماشا کرنے والے خوبصورت خوش گلو اور خوش بیان تھے۔ اُن کی جملہ حرکات و سکنات معنی خیز و
پسندیدہ تھین اور اُن کا مذاق شائستہ و مہذب تھا۔ قصہ یہ تھا کہ ایک شاہنشاہ اپنے وزرا سے
مشورہ کرتا ہے کہ شہزادہ آزاد اب سن بلوغ کو پہونچا لیکن اُسکے مزاج مین ایسی بے پروائی ہے
کہ کسی چیز کی طرف اُسکا رجحان نہین پایا جاتا۔ نہ کسی چیز کا شوق ہے نہ کسی شے سے دل بستگی۔

عام لوگون کے خلاف اسے عیش و عشرت سے بھی نفرت ہے اور اسقدر خلوت پسند ہے کہ اسکو یہ بھی خبر نہین کہ عالم مین کیا ہو رہا ہے جب یہ حالت ہے تو سلطنت کا کاروبار اُس سے کیونکر چل سکیگا۔ غرض جسطرح بنے اُسکے طرز زندگی کو بدلنا چاہیے کہ تعلقات دنیا سے اُسکا دل وابستہ ہو جائے اور تجربات کے ذریعہ سے اُسمین قوت ممیزہ پیدا ہو تاکہ اُسے انتظام سلطنت کی قابلیت حاصل ہو۔ ایک وزیر با تدبیر نے عرض کیا اجازت ہو تو غلام ایک تجویز پیش کرے۔ بادشاہ نے اجازت دی اور وزیر نے عرض کیا۔ حضور شہزادے کو سیر تماشے کے واسطے ممالک غیر مین بھیجنا چاہیے تاکہ مختلف ملکون کے سفر سے اُسکی آنکھین کھلین جب دنیا کا رنگ ڈھنگ دیکھین گے رنج و راحت سے اُن کا دل آشنا ہوگا تو طبیعت مین تیزی اور دماغ مین قوت بھی پیدا ہوگی۔ حضور نے سُنا ہوگا ؎

گر مقدن صدف سے نکلتا نہین گہر رہتے سدا جو کان ہی مین سیم و زر	جوہر سے اُسکے حُسن کے ہوتی کسے خبر ہرگز نہ چشم شوق سے پھر دیکھتے بشر

رتبہ یہ سب جو لعل و گہر سیم و زر کا ہے
دیکھا جو غور سے تو یہ صدقہ سفر کا ہے

(چکبست لکھنوی)

یہ تدبیر بادشاہ اور سب وزراء اراکین سلطنت کو پسند آئی اُن کی صلاح سے بادشاہ نے چند عاقل و دانا مصاحب ہمراہ کرکے شہزادے کو ایک جہاز مین سوار کرکے سیر و سفر کو روانہ کیا اور مصاحبون سے تاکید کردی کہ بڑی دانائی و احتیاط کے ساتھ شہزادے کو مختلف مقامات کی سیر کرانا اور جب اُسمین اُنس و صحبت کا مزہ پیدا ہو جائے فوراً واپس لانا۔ اثنائے راہ مین جہاز ایک چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا اور شہزادہ ایک تختے کے سہارے بہتا بہتا ایک جزیرے کے کنارے جا پہونچا۔ وہان کے باشندون نے اُسکی خراب و خستہ حالت دیکھی

تو انھین اُس پر ترس آیا۔ کچھ کھانے کو دیا اور کہا آگے چلے جاؤ کچھ فاصلے پر تعین نگر ہے وہان جاکر کوئی روزگار کر لینا چنانچہ آزاد اس خراب وخستہ حالت سے بستی مین پہونچا اور ایک سوداگر کی دوکان کے پاس تھک کر بیٹھ گیا۔ اتفاقاً اُس سوداگر کی بیٹی جسکا نام عیش تھا اُدھر آنکلی اور شاہزادے کو دیکھا جب اُسکے خوبصورت چہرے پر نظر ڈالی اور پھر اُسکے پھٹے شاہی لباس پر نگاہ پڑی تو سمجھ گئی کہ کسی رئیس کا بیٹا ہے مگر پریشان حال ہے۔ قریب آکے پوچھا تو کون ہے اور کہان سے آیا ہے شہزادے نے جواب دیا مجھے خبر نہین کہ مین کون ہون اور کہان سے آیا ہون ؎

ظاہر مین گرچہ بیٹھا لوگون کے درمیان ہون	پر یہ خبر نہین ہے مین کون ہون کہان ہون
اے ساکنان دُنیا آرام دو گے اک شب	بچھڑا ہون دوستون سے گم کردہ کاروان ہون

عیش نے گھر آکے اپنے باپ سے کہا یہ لڑکا لاوارث ہے غلام کی طرح اسے اپنی خدمت مین رکھ لیجیے ابھی تو بے شعور ہے لیکن چند روز بعد بڑا ہوشیار اور تمیزدار ہوجائے گا۔ عیش کے کہنے سے سوداگر نے آزاد کو غلام بنا کے اپنے گھر رکھ لیا اور تاکید کی کہ سب کام محنت اور ہوشیاری سے کرنا ورنہ کھانے کو نہ ملیگا آزاد کچھ دنون سوداگر کے گھر کام کرتا رہا اور رفتہ رفتہ ہوشیار و صاحب تمیز ہو گیا۔ سوداگر بھی بہت خوش ہوا کہ ایسا شائستہ غلام مفت ہاتھ آیا۔

اب آزاد کے دل مین سوداگر کی بیٹی عیش کی محبت پیدا ہوئی اُسکی پیاری صورت و عمدہ سیرت نے آزاد کے دل مین ایسی جگہ کر لی کہ سُرخ و سفید چہرہ پر زردی چھا گئی اور اُداس رہنے لگا ہر وقت معشوقہ کی یاد دل مین کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی اور روز بروز گھلتا جاتا تھا۔ نہ اسکا موقع تھا کہ زبان سے اُف نکالے اور نہ یہ مجال تھی کہ آہ کھینچ سکے۔ غرض یہ حالت تھی کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ بار بار یہ غزل پڑھتا تھا غزل

آتش عشق جی جلاتی ہے — یہ بلا جان ہی پہ آتی ہے
تو ہے اور سیر باغ ہے ہر وقت — داغ ہیں اور میری چھاتی ہے
کچھ مناسب نہیں ہے کیا کہیے — جی ہی میں جو کچھ کہ اپنے آتی ہے
ٹک خبر لے کہ ہر گھڑی ہم کو — اب جدائی تری ستاتی ہے

ذرا اس کو بھی دید کر لیجے
نوجوانی یہ مفت جاتی ہے

چونکہ عشق صادق تھا بے اثر نہ رہا اور عیش کے دل میں بھی آزاد کی محبت پیدا ہونے لگی۔ ایک دن اتفاقاً تنہائی میں عیش کا سامنا ہوگیا اپنی جان پر کھیل کر قریب گیا اور اپنا درد دل ظاہر کرنے کے لیے ایک آہ کھینچ کے یہ شعر پڑھ دیا ؎

آرے بہ سیم و زر ہمہ کس بندہ میشوند
ما بندۂ تو ایم کہ بے زر خریدۂ

اتنا سننا تھا کہ عیش نے بگڑ کر کہا اے غلام تیری اتنی مجال ہوئی کہ میرے سامنے ایسے کلمات زبان سے نکالے۔ آزاد قدموں پر گر پڑا اور زار و قطار رونے لگا۔ یہ جوش عشق دیکھکر عیش کا دل قابو سے جاتا رہا بے اختیار زمین سے اٹھا کر گلے سے لگا لیا۔ اب آزاد کی مسرت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ چند روز بعد عیش نے اپنے والدین کو آزاد کے ساتھ شادی کر دینے پر رضامند کر لیا اور بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ دوست احباب نے شادی کی خوشی میں دولھا دولھن کو مبارک باد دی۔ تحفہ تحائف بھیجے اور کچھ دنون بڑے عیش و عشرت میں گذری۔ چند روز میں انکے ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام مرزا اندوہ رکھا گیا۔ مرزا اندوہ کے پیدا ہوتے ہی انواع و اقسام کی تکلیفیں شروع ہو گئیں۔

آزاد تو یہ سمجھتا تھا کہ ہمیشہ عیش و آرام سے زندگی بسر ہو گی اب اپنے آپ کو مصیبت مین مبتلا پاتا ہے رفتہ رفتہ اُس کا دل تعلقات دنیوی سے ہٹنے لگا۔ اور حالت افسردگی مین وہ اکثر بیٹھ کے سوچتا ہے کہ دنیوی تعلقات ایک حالت پر نہین رہتے لہذا اُن سے دل بستگی فضول ہے۔ بارہا اپنی اصلی حالت پر غور کرتا اور سوچتا کہ ایک وہ دن تھا جب مین تختے پر بہتے بہتے یہان تک پہنچا۔ یہ بات کہ مین کون ہون اور کہان سے آیا ہون۔ میرے اُس وقت کے بچے کھچے شاہی لباس سے ظاہر ہے کہ ضرور مین پہلے کوئی شہزادہ تھا مگر اب سوداگر ہون۔ دنیا عجیب گورکھ دھندا ہے کہین راحت ہے کہین رنج کہین شادی ہے کہین ماتم ؎

درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش است
زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است

لہذا اس کائنات بے ثبات کی عارضی راحت پر مسرور نہ ہونا چاہیے نہ اسکے زوال پذیر رنج پر مغموم و ملول ہونے کی ضرورت ہے۔ ان دنون ساون کا مہینہ تھا اور وہ بالاخانہ پہ بیٹھا ہوا تھا۔ کالی کالی گھٹا آسمان پر چھائی ہوئی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی بادل گرج رہا تھا کچھ کچھ ترشح ہو رہا تھا کہ یکایک آزاد کے دل سوختہ کو والدین کی مفارقت کے غم نے آگھیرا طرح طرح کے خیالات دماغ مین چکر کھانے لگے اتنے مین کچھ غنودگی سی آگئی اور اس حالت مین اوسکو وطن کی یاد آگئی جو جہاز کے ٹکرانے کے صدمے سے اوسکو فراموش ہو گئی تھی۔ والدین کی محبت اور وطن کی آزادی و راحت اس وحشت کدے کی جلاوطنی کے مقابل مین یاد آئی تو زار و قطار رونے لگا۔ اُس دن سے یہ حالت ہو گئی کہ نہ کبھی پیٹ بھر کھاتا نہ نیند بھر سوتا۔ ظاہر مین تو سب کام کرتا مگر گھر کی یاد اور باپ سے ملنے کی آرزو مین ہر گھڑی

غلطان و پیچان رہتا رباعی

حبّ وطن از ملک سلیمان خوشتر
خارِ وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد
می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

اودھر عیش کی بھی حالت ابتر تھی۔ مرزا اندوہ کے پیدا ہونے کے بعد سے برابر بیمار و مغموم رہتی تھی۔ ایک روز آزاد نے عیش سے پوچھا تم کیون مغموم رہتی ہو۔ تمھارا وہ حسن و جمال ناز و تبسم کہان گیا عیش نے آبدیدہ ہوکر جواب دیا جس دن سے اندوہ پیدا ہوا ہے مصیبت کی ایک زبردست گھٹا مجھپر چھا گئی ہے۔ کسی چیز مین جی نہین لگتا۔ تمھین بھی تو اپنے سے زیادہ مغموم پاتی ہون اسکا کیا سبب ہے۔ آزاد نے اُسے سمجھایا کہ دنیا کی تغیر پذیر اشیا مین خوشی نہین ہوسکتی۔ راحت دائمی اُسی جگہ ہوسکتی ہے جہان تبدیلی نہو۔ ہماری روح کو بقاء دائمی حاصل ہے لہذا اُسکو اس عالم عارضی مین کیونکر تسکین ہوسکتی ہے رباعی

یہ عشرت و عیش و کامرانی کب تک
ہو یہ بھی اگر تو نوجوانی کب تک
گر یہ بھی سہی قیام دولت ہے محال
اور یہ بھی ہوا تو زندگانی کب تک

عیش نے کہا یہ تمھارا محض وہم و خیال ہے۔ ازلی راحت ایک خیالی ڈھکوسلا ہے موجودہ مسرت کو ایک خیالی راحت کے لیے چھوڑنا بعید از عقل ہے۔ یہ سُن کر آزاد خاموش ہوگیا اور ہمیشہ اس جستجو مین رہنے لگا کہ گھر کا کچھ پتہ چلے اور وطن جانے کی کوئی تدبیر ہاتھ آئے اتفاقاً ایک روز ایک سادھو سے ملاقات ہوگئی اور اُسکو اپنا دُکھ درد کہہ سُنایا۔ سادھو اُسکے وطن کی کیفیت اُس سے بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمھارے والد بزرگوار کو تمھارے دیدار کی ایسی ہی آرزو ہے جیسی تمکو انکی قدمبوسی کی تمنا ہے۔ وطن کا حال بیان کرتا ہے ٹھیک پتہ دیتا ہے اور جانے کی تدبیرین بتلاتا ہے۔ آزاد کا ذوق و شوق بڑھتا جاتا ہے اُس روز سے

وہ ہمیشہ اس جستجو مین رہتا ہے کہ وطن کی طرف جانے والا کوئی جہاز ملے تو فوراً روانہ ہوجاؤن معمول کرلیا ہے کہ روز بندرگاہ پر جاتا ہے اور گھر کی طرف جانے والے جہازون کی تحقیقات کرتا ہے۔ آخر ایک روز ایک جہاز ملتا ہے اور آزاد جہاز کے منتظم سے گفتگو کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مین اپنے چند روزہ عزیزون سے رخصت ہوآؤن تب آپ کے ساتھ چلونگا۔ یہان آکر عیش سے کل کیفیت بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بھی میرے ہمراہ چل۔ مگر وہ اندوہ کے ساتھ اپنے وطن تعین نگر ہی مین رہنا پسند کرتی ہے اور آزاد عیش و اندوہ دونون سے رخصت ہوکر خوشی خوشی اپنے گھر کی راہ لیتا ہے۔ راستے مین سمندر کے حبشی چور اسکو پکڑ لیجاتے ہین اور مدت تک وہ سخت مصیبت مین مبتلا رہتا ہے آخرکار اپنی کوشش اور دانائی سے رہائی پاتا ہے اور وطن پہونچتا ہے۔ آزاد کو دیکھکر اور اُسکی سرگذشت سُن کر شاہنشاہ بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ اِسکے ذریعہ سے اُسکے علم و شعور مین ترقی ہوئی۔ پھر ایک حسین شاہزادی تسکین نامی سے اوسکی شادی کردیتا ہے اور اُسے ایک صوبہ کا ناظم مقرر کرتا ہے اسکے بعد اُسکے دو لڑکے رحمت اللہ اور راحت اللہ پیدا ہوتے ہین جن کے ساتھ اوسکی باقی زندگی آرام سے بسر ہوتی ہے۔ دو بجے ہم تماشے سے مکان واپس آئے۔

ایک روز صبح کو مین عدالت پنچان کی سیر کو گیا۔ ایک بلند عمارت بستی سے باہر واقع تھی جس مین شانتی پور کے پنچ اجلاس فرماتے تھے۔ پانچ پنچ دھرم نگر سے ہر سال کثرت راے سے منتخب کیے جاتے تھے۔ تین دیا نگر سے اور ایک سرپنچ پریم نگر سے۔ ہر ہفتہ دو دو پنچ مل کر اجلاس کرتے تھے۔ مقدمات اپیل اجلاس کامل مین ہوتے تھے جنکا کل پنچ و سرپنچ کثرت رائے سے تصفیہ کرتے تھے۔ رجوعات بہت کم تھی۔ مدعی و مدعا علیہ اصالتاً اپنے مقدمات کی پیروی کرتے تھے۔ سادے کاغذ پر عرضی دعوی دائر ہوتا تھا۔ صرف ایک قانون دیوانی کم

جس مین قانون مال بھی شامل تھا جاری تھا محکمہ او رقانون فوجداری نہ تھے کیونکہ مقدمات فوجداری یہان نہ ہوتے تھے۔ شانتی پور ارتکاب جرائم سے مبرا تھا ہر کہ و مہ قانون دیوانی و مال سے واقف تھا اور اپنے مقدمات کی پیروی بخوبی کرلیتا تھا جس وقت مین عدالت مین پہونچا اُسوقت یہ دلچسپ مقدمہ اجلاس پنچان مین پیش تھا۔

عرضی دعوی

مقدمہ دیوانی نمبر فلان سنہ فلان

بعدالت پنچان شانتی پور

مسماۃ کرپابائی زوجہ پنڈت دیارام قوم برہمن عمر تخمیناً ۶۰ سال ساکن محلہ دیانگر شہر شانتی پور مدعیہ

بنام

سنتوکھ سنگھ ولد دھیرج سنگھ قوم ٹھاکر عمر تخمیناً ۷۰ سال ساکن محلہ دھرم نگر شہر شانتی پور مدعاعلیہ

مدعیہ حسب ذیل عرض پرداز ہے

(۱) یہ کہ مدعاعلیہ مذکور الصدر ایک کٹورا جو زنگ آلود تھا اور بادی النظر مین پیتل یا تانبے کا معلوم ہوتا تھا مدعیہ مذکور الصدر کے پاس لایا اور بیان کیا کہ یہ پرانا کٹورا میرے دادا کے وقت کا ہے اور اب مین اسکو فروخت کرنا چاہتا ہون مدعیہ نے اوسکو تانبے یا پیتل کا سمجھکر بالعوض آٹھ آنہ کے خرید کیا۔

(۲) یہ کہ جب مدعیہ نے وہ کٹورا گھسکر صاف کیا تو وہ سونے کا نکلا۔ اسپر مدعیہ نے مدعاعلیہ سے کہا کہ جو کٹورا تم نے آٹھ آنے کو پیتل یا تانبے کا سمجھکر میرے ہاتھ فروخت کیا وہ صاف ہونے پر سونے کا نکلا لہذا میری قیمت مجکو واپس کرو اور اپنا کٹورا تم واپس لو۔

(۳) یہ کہ مدعا علیہ نے کٹورا واپس لینے اور قیمت دینے سے بتاریخ فلان سنہ فلان بمقام دھرم نگر انکار کیا۔

(۴) بناء مخاصمت بتاریخ فلان سنہ فلان بمقام محلہ دھرم نگر اندر حدود اختیار عدالت ہذا پیدا ہوئی۔

(۵) مدعیہ مستدعی ہے کہ ڈگری خلاف مدعا علیہ اس امر کی فرمائی جاوے کہ مدعا علیہ کٹورا مذکور مدعیہ سے واپس لیکر اسکی قیمت بقدر آٹھ آنہ مدعیہ کو واپس دے۔

فدویہ مسماۃ کرپا بائی زوجہ پنڈت دیارام قوم برہمن ساکن محلہ دیانگر
شہر شانتی پور مصدقہ بتاریخ فلان سنہ فلان

میں مدعیہ تصدیق کرتی ہوں کہ مضمون دفعات ۱ لغایت ۴ میرے علم ذاتی میں صحیح ہے۔

مقام تصدیق محلہ دیانگر شہر شانتی پور

مورخہ فلان سنہ فلان

دستخط مسماۃ کرپا بائی بقلم خود

مقدمہ دیوانی نمبر فلان سنہ فلان

بیان تحریری منجانب مدعا علیہ

بعدالت پنچان شانتی پور

مسماۃ کرپا بائی زوجہ پنڈت دیارام قوم برہمن عمر تخمیناً ۶۰ سال ساکن محلہ دیانگر شہر شانتی پور مدعیہ

بنام

سنتوکھ سنگھ ولد دھیرج سنگھ قوم ٹھاکر عمر تخمیناً ۷۰ سال ساکن محلہ دھرم نگر شہر شانتی پور مدعا علیہ

مدعا علیہ حسب ذیل عرض پرداز ہے

(۱) مضمون دفعہ ۱ عرضی دعوی تسلیم ہے۔

(۲) مضمون دفعہ ۲ عرضی دعوی تسلیم ہے۔

(۳) مضمون دفعہ ۳ عرضی دعوی تسلیم ہے۔

(۴) مضمون دفعہ ۴ عرضی دعوی تسلیم نہین ہے۔

(۵) مدعیہ دادرسی مندرجہ عرضی دعوی کی مستحق نہین ہے۔

عذرات مزید

(۶) کٹورا مذکورہ عرضی دعوی ملکیت مدعیہ ہے۔ مدعیہ نے اُسکو بالعوض آٹھ آنہ خرید کیا اور مدعیہ بوجہ مالک ہونے کے کٹورۂ مذکور کے واپس دینے کی مستوجب نہین ہے۔ پیتل یا تانبے یا سونے کے کٹورے کی کچھ بحث نہین ہے۔

مین مدعا علیہ تصدیق کرتا ہون کہ مضمون مندرجہ دفعات بیان تحریری ہذا میرے علم و یقین مین صحیح ہے۔

مقام تصدیق محلہ دھرم نگر شہر شانتی پور

مورخہ فلان سنہ فلان

دستخط سنتوکھ سنگھ بقلم خود

مدعوی سنتوکھ سنگھ ولد دھیرج سنگھ قوم کھتری ساکن محلہ دھرم نگر
شہر شانتی پور معروضہ بتاریخ فلان سنہ فلان

تنقیح

آیا مدعیہ مستوجب واپس دینے کٹورے کی اور مستحق واپس پانے آٹھ آنہ زر قیمت کی ہے یا نہین۔

تجویز

مدعیہ اس بیان سے دعویدار ہے کہ اُسنے ایک زنگ آلودہ کٹورا پیتل یا تانبے کا سمجھکر مدعا علیہ سے بالعوض آٹھ آنے کے خرید کیا لیکن جب مدعیہ نے کٹورے کو گھسکر صاف کیا تو معلوم ہوا کہ کٹورا سونے کا ہے۔ مدعیہ نے مدعا علیہ سے کہا کہ چونکہ مدعا علیہ نے کٹورا پیتل یا تانبے کا سمجھکر فروخت کیا تھا اور وہ دراصل سونے کا ہے۔ لہذا مدعا علیہ قیمت واپس کردے اور اپنا کٹورا لے لے۔ مدعا علیہ کٹورا لینے اور قیمت واپس دینے سے انکار کرتا ہے۔ مدعیہ کا دعوی ہے کہ اوسکو مدعا علیہ سے آٹھ آنے واپس دلائے جاوین اور مدعا علیہ کو حکم ہو کہ وہ کٹورا واپس لیلے۔ مدعا علیہ واقعات مندرجہ عرضی دعوے کو تسلیم کرتا ہے مگر اُسکا عذر یہ ہے کہ مدعیہ قیمت دیکر اُس کٹورے کو خرید چکی ہے وہ اُس کٹورے کی مالک ہے تنقیح یہ ہے آیا مدعیہ مستوجب واپس دینے کٹورے کی اور مستحق واپس پانے آٹھ آنے زر قیمت کی ہے یا نہین۔

عدالت نے فریقین کی بحث کو سُنا اور اُس پر کماحقہ غور کیا نتیجہ عدالت کے نزدیک یہ ہے کہ مدعیہ مستحق ڈگری ہے۔ فریقین نے کٹورے کو پیتل یا تانبے کا سمجھکر معاملہ کیا تھا نہ سونے کا سمجھکر۔ لہذا

حکم ہوا کہ

دعوی مدعیہ ڈگری کیا جاوے۔

مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان

دستخط حاکم عدالت

دستخط حاکم عدالت اول درجہ برائے منصفی پنجاب

اس مقدمہ کے بعد دوسرا دلچسپ مقدمہ پیش ہوا۔

عرضی دعوی

مقدمہ دیوانی نمبر فلان سنہ فلان

بعدالت پنچاں شانتی پور

منشی خوشوقت رائے ولد منشی خوشحال رائے قوم کایستھ عمر تخمیناً ۵۰ سال ساکن محلہ دھرم نگر شہر شانتی پور مدعی

بنام

میر معرفت علی ولد میر طریقت علی قوم سید عمر تخمیناً ۶۸ سال ساکن محلہ دیانگر شہر شانتی پور مدعا علیہ

مدعی حسب ذیل عرض پرداز ہے

(۱) یہ کہ مدعی نے ایک منزل حویلی واقع محلہ دیانگر شہر شانتی پور نمبری ۴۸ بذریعہ بیعنامہ مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان میر طریقت علی ولد میر شریعت علی صاحب مرحوم والد میر معرفت علی مدعا علیہ مذکور الصدر سے عرصہ قریب پچاس سال کے ہوا خرید کی۔

(۲) یہ کہ مکان مذکور بہت بوسیدہ ہوگیا تھا لہذا مدعی نے اوسکی تعمیر از سر نو شروع کی بوقت انہدام دیوار جنوبی پختہ کے ایک تانبے کا کلسہ جسکا مُنہ تانبے کے پتر سے ڈھکا تھا برآمد ہوا اُسکے کھولنے پر مبلغ دس ہزار دینار سکہ مروجہ اُس میں نکلے۔

(۳) یہ کہ مدعی نے فوراً ایک خط مدعا علیہ مذکور کو بتاریخ فلان سنہ فلان لکھا کہ آپ اپنی امانت منگوا لیجیئے۔

(۴) یہ کہ مدعا علیہ نے مال برآمد شدہ کے لینے سے انکار کیا۔

(۵) بنائے مخاصمت بتاریخ فلان سنہ فلان بمقام دیانگر اندر حدود علاقہ اختیار عدالت ہذا پیدا ہوئی۔

(۶) مدعی مستدعی دادرسی ذیل کا ہے۔

(الف) ڈگری خلاف مدعا علیہ اس امر کی صادر فرمائی جاوے کہ تا نبے کا کلسہ دس ہزار دینار کے مدعی سے مدعا علیہ واپس لے۔

(ب) دیگر دادرسی جو بہ نظر حالات مقدمہ قرین انصاف عدالت ہو صادر فرمائی جاوے۔

مین مدعی تصدیق کرتا ہون کہ مضمون مندرجہ دفعات عرضی دعویٰ مذکور میرے علم و یقین مین صحیح ہے۔

مقام محلہ دھرم نگر شہر شانتی پور

مورخہ فلان سنہ فلان

دستخط خوشوقت رائے بقلم خود

عـ فدوی خوشوقت رائے ولد خوشحال رائے قوم کایستھ ساکن محلہ
دھرم نگر شہر شانتی پور معروضہ تاریخ فلان سنہ فلان

فہرست دستاویزات مدخلہ مدعی

(۱) بیعنامہ مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان

(۲) نقل خط مدعی تاریخ فلان سنہ فلان

(۳) خط مدعا علیہ مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان

(۱) بیعنامہ مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان

منکہ میر طریقت علی ولد میر شریعت علی قوم سید ساکن محلہ دیانگر شہر شانتی پور کا ہون۔۔

ہرگاہ ایک منزل حویلی پختہ نمبری ۴۸ واقع محلہ دھرم نگر ملکیت موروثی مُقر ہے اب چونکہ مُقر کو حویلی مذکور فروخت کرنا منظور ہے ۔ لہذا بحالت صحت نفس برضا و رغبت خود حویلی مذکور کو بدست منشی خوشوقت رائے ولد منشی خوشحال رائے قوم کایستھ ساکن محلہ دھرم نگر شہر شانتی پور بالعوض مبلغ ایک ہزار روپیہ سکہ مروجہ کہ نصف جسکے مبلغ پانچ سو روپیہ ہوتے ہیں مع جمیع حقوق داخلی و خارجی موجودہ وقت بیع اور جو بعد بیع پیدا ہوں فروخت و بیع کی اور زر ثمن تمام و کمال وصول پایا ۔ اب مُقر کو اور وارثان و قائم مقامان مُقر کو کسی قسم کا حق بابت حویلی مذکور مبیعہ کے باقی نہ رہا اور مشتری مذکور مالک کامل مثل ذات مُقر ہے خدانخواستہ اگر کوئی دعویدار نسبت حویلی مذکور پیدا ہو تو دعوی اوسکا باطل ہوگا اور اگر کسی قسم کا نقصان بابت مکان مذکور مشتری موصوف کو پہونچے تو مواخذہ اوسکا ذمہ مُقر ہوگا ۔ لہذا یہ چند کلمے بطریق بیعنامہ لکھدیے کہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آوے ۔

المرقوم تاریخ فلان سنہ فلان ۔

گواہ شد

گواہ شد

نقل خط مدعی مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان

کرم فرمائے من میر معرفت علی صاحب زاد عنایتہ ۔ بعد تسلیمات عرض یہ ہے کہ ایک منزل حویلی پختہ نمبری ۴۸ واقع محلہ دیانگر آپ کے والد بزرگوار میر طریقت علی صاحب مرحوم نے میرے ہاتھ بالعوض مبلغ ایک ہزار روپیہ بیع کی کہ جسکو عرصہ قریب پچاس سال کے ہوا نقل بیعنامہ واسطے ملاحظہ جناب ہمرشتہ خط ہذا ہے اب تک اُس مکان میں ایک کرایہ دار رہتا تھا چونکہ وہ

بہت بوسیدہ ہوگیا لہذا اوسکی تعمیر از سرنو شروع کی۔ بروقت انہدام دیوار جنوبی بچنہ کے ایک تانبے کا کلسہ جسکا مُنہ تانبے کے پتّر سے بند تھا برآمد ہوا جب وہ کھولا گیا تو اوسمین دس ہزار اشرفی سکہ رواجی نکلین وہ آپکی امانت میرے پاس محفوظ ہے متصدع خدمت عالی ہون کہ آپ اوسکو جلد منگوا لیجیے مجھپر عین کرم ہوگا۔ آپکا خادم خوشوقت رائے مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان

خط مدعا علیہ مورخہ فلان تاریخ فلان سنہ فلان

شفیق عالم منشی خوشوقت رائے صاحب زاد عنایتہ۔ بعد آداب عرض یہ ہے کہ نوازشنامہ جناب معہ ایک نقل بیعنامہ پہونچا حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ مجھکو بیع مکان کی خبر بھی نہ تھی بیعنامہ دیکھنے سے واقفیت ہوئی مین آپکی خوش قسمتی پر مبارکباد دیتا ہون نہین معلوم آپ مجھکو کیون زیربار کرنا چاہتے ہین مکان مذکور میرے والد صاحب مرحوم نے مع جمیع حقوق داخلی وخارجی آپ کے ہاتھ بیع کیا لہذا میرا برآمد مذکور مین کوئی حق نہین ہے۔ پس آپ عنایت فرماکر اوسکو اپنے صرف مین لائیے اور مجھکو مرہون منت فرمائیے۔

آپکا نیازمند میر معرفت علی مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان

مقدمہ دیوانی نمبر فلان سنہ فلان

بیان تحریری منجانب مدعا علیہ

منشی خوشوقت رائے ولد منشی خوشحال رائے قوم کائستھ عمر تخمیناً ۵۷ سال ساکن محلہ دھرم نگر شہر شانتی پور مدعی

بنام

میر معرفت علی ولد میر طریقت علی قوم سید عمر تخمینا ۶۰ سال ساکن محلہ دیانگر شہر شانتی پور مدعا علیہ

مدعا علیہ مذکور حسب ذیل عرض پرداز ہے

(۱) مضمون عرضی دعوی دفعہ ۱ تسلیم ہے۔

(۲) مضمون عرضی دعوی دفعہ ۲ تسلیم ہے۔

(۳) مضمون عرضی دعوی دفعہ ۳ تسلیم ہے۔

(۴) مضمون عرضی دعوی دفعہ ۴ تسلیم ہے۔

(۵) مضمون عرضی دعوی دفعہ ۵ سے انکار ہے۔

(۶) مدعی دادرسی مندرجہ عرضی دعوی کا مستحق نہین ہے

عذرات مزید

(۷) یہ کہ پدر مدعا علیہ نے مکان متذکرہ دفعہ ۱ عرضی دعوی مع جمیع حقوق داخلی و خارجی جو بروقت بیع موجود تھے اور جو بعد بیع پیدا ہون بدست مدعی فروخت کیا اب مدعا علیہ کو کسی قسم کا حق درباب مکان مذکور یا کسی شے کے جو مکان سے تعلق رکھتی ہو حاصل نہین ہے لہذا دعوی مدعی خارج فرمایا جاوے۔

مین مدعا علیہ تصدیق کرتا ہون کہ مضمون
مندرجہ دفعات بیان تحریری ہذا میرے علم
و یقین مین صحیح ہے۔

مقام تصدیق محلہ دیانگر شہر شانتی پور
مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان
دستخط معرفت علی بقلم خود

خط
بدستخط معرفت علی ولد لطیف علی قوم سید ساکن محلہ دیانگر شہر
بزبانی ... مورخہ تاریخ فلان سنہ فلان

تنقیح

آیا مدعا علیہ مستحق دلائے جانے کلسہ و دینار برآمد شدہ کا ہے یا نہین ۔

تجویز

مدعی دعویدار ہے کہ ایک کلسہ اور دس ہزار دینار جو مکان مبیعہ مین برآمد ہوے ہین مدعا علیہ کو دلائے جاوین برین بیان کہ کلسہ مذکور مع دینار شئے مبیعہ نہین ہے صرف مکان بیع ہوا تھا اُسی کے بابت مدعی کو حق ملکیت حاصل ہے اُس سے زیادہ کی بابت نہین مدعا علیہ جواب دہ ہے کہ اُسکے باپ نے جملہ حقوق بابت مکان مبیعہ موجودہ وقت بیع اور جو بعد بیع پیدا ہون بحق مدعی منتقل کردیے کلسہ متنازعہ مع دینار بعد بیع مکان مبیعہ مین برآمد ہوا وہ ملکیت مدعی ہے

تنقیح ۔ آیا مدعی مستحق دلائے جانے کلسہ و دینار برآمد شدہ مدعا علیہ کو ہے یا نہین ۔

عدالت نے بحث فریقین کو سُنا اور دستاویز بیعنامہ کو بغور پڑھا نتیجہ یہ ہے کہ پدر مدعا علیہ نے جملہ حقوق بابت مکان مذکور جو بروقت بیع مکان اور اراضی مکان موجود تھے اور جو بعد بیع پیدا ہون بحق مدعی منتقل کردیے تھے حقوق مذکور مین محض وہ حقوق داخل ہین جو متعلق مکان و اراضی مکان ہون کلسہ و دینار متنازعہ نہ مکان سے تعلق رکھتے ہین اور نہ اراضی مکان سے وہ ایک قسم کا دفینہ آبا و اجداد مدعا علیہ کا ہے جسکا علم پدر مدعا علیہ کو اور مدعی کو بروقت بیع نہ تھا لہذا کلسہ و دینار مذکور شئے مبیعہ مین داخل نہین ہے لہذا

حکم ہوا کہ

دعوی مدعی ڈگری کیا جاوے ۔

المرقوم تاریخ فلان سنہ فلان

دستخط شرافت علی ولیاقت علی نجان شہر شاہجہانپور

اس مقدمے کے ختم ہونے پر مین مکان واپس آیا۔

دوسرے روز مین دیانگر کا شفاخانہ دیکھنے کو گیا۔ایک عظیم الشان عمارت تھی۔ایک وسیع کمرے مین دواخانہ تھا۔ایک بڑا بھاری ہسپتال مریضون کے لیے بنا ہوا تھا جسمین ہر قسم کا سامان آسایش مہیا تھا۔ایک کمرے مین لائق اطبا شانتی پور کے مریضون کو دیکھکر اور اُن کے امرض کی تشخیص کرکے بغور نسخے لکھتے تھے اور دواخانے سے مریضون کو نسخہ کے بموجب دوا ملتی تھی۔جن مریضون کو ضرورت شفاخانہ مین رہنے کی ہوتی تھی اونکو ہسپتال مین بآرام تمام رکھا جاتا تھا اور اُنکی بہت نگرانی کیجاتی تھی۔لائق اطبا مدرسہ طب مین تعلیم پائے ہوے جو ایک ایک جزو بدن کی تشریح و علاج مین کامل تھے یہان معالج تھے۔بقدر ضرورت تنخواہ لیتے تھے اور بڑی محنت و ہمدردی سے علاج کرتے تھے۔مریضون کے مکان پر اوقات شفاخانہ کے بعد بلا فیس جاتے تھے اور علاج کرتے تھے اور اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتے تھے کہ اُن کو اپنے بھائیون کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ایک بات یہان کے شفاخانے مین عجیب و غریب یہ تھی کہ اطبا شانتی پور کو عجیب پر تاثیر بوٹیون سے واقفیت تھی۔ایک ایسی بوٹی معلوم تھی کہ جسکو پیس کر زخم پر باندھنے سے وہ ایک دن مین بھرجاتا تھا۔کیسی ہی ٹوٹی ہڈی ہو اس بوٹی سے ایک دن رات مین اپنی اصلی حالت پر آجاتی تھی اور بہت سی بوٹیان ایسی بھی معلوم تھین کہ جن سے مریضون کو بہت جلد شفا ہوتی تھی۔جب کسی کو کوئی سخت مرض لاحق ہوتا تھا تو کئی اطبا ملکر علاج کرتے تھے اور اکثر شفا دینے مین کامیاب ہوتے تھے۔اکثر تو باشندگان شانتی پور بیمار ہی کم ہوتے تھے کیونکہ وہ لوگ بڑے محتاط تھے اور تشویش و تفکرات سے مبرا تھے۔اگر اتفاقیہ کبھی بیمار بھی ہوتے تھے تو یہان کے طبیب حاذق اپنی پر تاثیر بوٹیون سے اُنکو بہت جلد صحیح و سالم بنا دیتے تھے۔لہذا مصائب بیماری شانتی پور مین بہت کم تکلیف

دیتے تھے اور یہان کے باشندے عموماً خوش وخرم رہتے تھے اور عمر دراز کو پہونچتے تھے ۔

ایک روز مین ہر درشن کرنے اور کتھا سننے کو پریم نگر کے مندر مین گیا یہ ایک عالیشان عمارت تھی جو دور سے قلعہ سا معلوم ہوتی تھی۔ بلند چار دیواری بنی تھی اور ایک بڑا پھاٹک دروازے پر لگا تھا۔ پھاٹک کے اندر گیا تو ایک پر فضا باغ مین پہونچا جس مین انواع واقسام کے پھول کھلے ہوے تھے اور خوشبودار بوٹیان مہک رہی تھین۔ آگے بڑھا تو ایک وسیع وبلند بارہ دری مین پہونچا جس مین فرش سنگ مرمر کا تھا اور ستون سنگ موسی کے چھت مین اور دیوارون پر بڑی صنعت کے ساتھ پرانون کے مضامین الفاظ سے اشکال مین تبدیل کیے گئے تھے مثلاً ایک جگہ بشنو بھگوان سو رہے تھے اور لچھمی جی اُن کے پانون دبا رہی تھین اور بشنو جی مہاراج کی ناف سے برہما جی برآمد ہو رہے تھے۔ دوسری جگہ سُر اور اسُر سمندر کو متھ رہے تھے اور جو اشیا کہ اُس سے برآمد ہوئی تھین قریب رکھی تھین تیسری جگہ راون سیتا جی کو ہر کے لیجا رہا تھا اور جٹایو رتھ کو آگے جانے سے روک رہا تھا چوتھی جگہ سیتا جی اشوک باٹکا مین لنکا کے اندر غمگین بیٹھی تھین اور ہنومان جی اونکو رامچندر جی کی خبر سُنا رہے تھے۔ پانچوین مقام پر دروپدی جی کا چیر دوساسن کھینچ رہا تھا کہ جو ختم نہ ہوتا تھا۔ چھٹی جگہ چیر ہرن لیلا ہو رہی تھی۔ ساتوین بھیم ۔۔۔ کا یُدھ ہو رہا تھا وغیرہ وغیرہ - یہ تصاویر ایسی خوبصورت اور خوش رنگ بنی تھین کہ بیان سے باہر ہے ۔۔۔ تھا عمدہ گویے گا رہے تھے اور دلکش موثر روحانی مضامین کے ذریعے دل کو دنیا کی جانب سے ہٹا کر عقبیٰ کی طرف مائل کر رہے تھے اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے مین کچھ دیر گانا سنتا رہا۔ اس بارہ دری سے ملحق مہاراج کا عالیشان مندر تھا کہ جس کی صنعت وکاریگری

دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ تھوڑے عرصے مین گانا بند ہوا ٹھاکرجی کا مندر کھلا اور مہاراج کی منوہر مورتی دیکھکر دل پر عجیب اثر طاری ہوا۔ بعد کو پرشاد دے کر بارہ دری مین آبیٹھا اور پنڈت گیان پرکاش جی کی کتھا شروع ہوئی۔ ایک مکلف چوکی پر بیٹھکر مہاراج نے اول چند اشلوک بطور مناجات پڑھے بعد کو حسب ذیل کتھا شروع کی۔ پنڈت جی کا خوب صورت مسکراتا ہوا چہرہ اور شیرین زبان اور فصیح بیان بہت ہی دلکش تھے ع

ہونٹون سے ٹپک رہی تھی تاثیر

کتھا

انسان اپنی قسمت پر قادر

جس قدر علوم طبیعی کی ترقی اور قوانین قدرت سے واقفیت ہوتی جاتی ہے۔ اُسی قدر یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہونچتا جاتا ہے کہ قوانین قدرت تغیر و تبدل سے مبّرا اور مستقل و مستحکم ہستیان ہین۔ علم کیمیا سے ثابت ہے کہ چند مفردات کو ملا کر جو مرکب بنتا ہے اُن مفردات سے حالات مخصوص مین وہی مرکب بنے گا کبھی سرمو فرق نہوگا۔ روزمرہ کے تجربے سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ آم کے بیج سے ہمیشہ آم اور جامن کے بیج سے ہمیشہ جامن پیدا ہوتے ہین کبھی اسکے خلاف نہین ہوتا۔ ان قوانین قدرت کو انسان کسیطرح تبدیل نہین کرسکتا۔ قدرت کی کارروائی ہمیشہ ان مستقل قوانین کے مطابق ہوتی ہے۔ انسان ہمیشہ ان قوانین سے محدود رہے اور اُسکے کل افعال پر یہ قوانین حاوی ہین۔

جب علم طبیعی یہ بات ڈنکے کی چوٹ کہتا ہے کہ قوانین قدرت اٹل ہین تو بعض صاحب اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ انسان ان مستحکم و مستقل قوانین قدرت کے زیر اثر ایک ناچار و بے بس چیز ہے۔ چونکہ قوانین قدرت غیر متغیر ہین اور وہ ہمارے افعال پر حاوی ہین۔ لہذا ہم مثل کلون اور کھلونون کے خاص قسم کے افعال کرنے پر مجبور ہین اُن کے کرنے مین ہمکو قدرت اور آزادی حاصل نہین ہم مثل برگ کاہ ہین جسکو ہوا جدھر چاہے اُڑا لیجاسکے یا مثل کشتی شکستہ کے ہین جسکو سمندر کی لہرین جدھر چاہین لے جائین پس انسان پابند حالات و حادثات زمانہ ہے نہ آزاد و مختار، اُسکے جسم کی قوت و توانائی اُسکے والدین پر اور اُن حالات پر جن مین وہ پرورش پاتا ہے منحصر ہے اور اُسکا دماغ اُن حالات اور تعلقات جماعتی سے محدود ہے جس مین وہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اوسکی تعلیم و تربیت اُسکے جسم و دماغ پر موقوف ہے جن پر انسان کو اختیار و قابو نہین۔ پس یہ خیال کہ انسان آزاد ہے اور اپنے افعال پر قادر ہے محض لغو و بے بنیاد ہے۔

اب ذرا غور کیجیے قوانین قدرت کے استقلال و استحکام ہی پر کل علوم طبیعی مبنی ہین۔ اگر قوانین قدرت مستقل و مستحکم نہوتے تو علوم طبیعی کا وجود نہوتا اور ہم مثل اندھون کے حوادث قدرت سے ہر قسم کی بلا و مصیبت مین مبتلا رہتے۔ جیسے کہ جاہل آدمی رہتے ہین۔ یہ قوانین قدرت کے استحکام کا ہی نتیجہ ہے کہ ہم اُن کا علم حاصل کرکے اُن پر قادر ہوتے ہین اور اُن سے ہر قسم کا نفع اُٹھاتے ہین۔ جسقدر ہم ان قوانین مستقل کا علم حاصل کرتے ہین اُسی قدر یہ قوانین ہمارے محکوم ہوجاتے ہین اور بجاے ہم پر حکومت کرنے کے ہمارے مطیع و مددگار ہوجاتے ہین۔ جس طرح ایک علم کیمیا کا عالم چند اجزا کو ملاکر ایک مرکب مطلوب پیدا کرتا ہے اسی طرح دیگر قوانین قدرت کا عالم چند قوانین قدرت سے نتائج

مقصود پیدا کرتا ہے - دیکھیے بجلی کی قوت کیسی زبردست ہے کہ جس مکان پر بجلی گرتی ہے اوسکو خاک سیاہ کر دیتی ہے مگر علم طبیعی کا جاننے والا بجلی کا تار لگا کر مکانون کو بجلی سے محفوظ کرتا ہے اور بجلی سے ریل تار وغیرہ صدہا قسم کی خدمات لیتا ہے اور جاہل بوجہ لاعلمی اُس سے صدہا قسم کے تکالیف اُٹھاتا ہے ؎

کرتے ہین آگ پانی بھی کیا خدمت بشر ۔۔۔ توسن اگر دخان ہے تو بجلی پیامبر
عقل اپنی کیون کرشمۂ یورپ سے دنگ ہے ۔۔۔ اعجاز علم سے یہ طلسم فرنگ ہے

جسقدر علوم طبیعی کی ترقی ہوتی ہے اُسی قدر انسان ان قوانین مستحکم سے فائدہ اُٹھاتے ہین اور بجاے غلام بننے کے اُن کے آقا بن جاتے ہین - لہذا استحکام قوانین قدرت ہماری قدرت و آزادی کا ذریعہ ہے نہ کہ مجبوری و ناچاری کا سبب -

جس طرح قوانین مادی مستحکم و ناقابل تغیر ہین اسی طرح قوانین کرم بھی مستقل و مستحکم ہین انسان اس عالم مین عموماً تین اجسام کے ذریعہ سے کام کرتا ہے - اول جسم کثیف جسکے ذریعہ سے کل افعال ظاہری ہوتے ہین - دوم جسم لطیف جسکے ذریعہ سے کل خواہشات انسانی ظہور کرتی ہین - سوم کارن شریر جسکے ذریعہ سے انسان کے خیالات کا ظہور ہوتا ہے - ان تینون قسم کے کرم کے متعلق جو قوانین ہین وہ ایسے ہی مستقل و مستحکم ہین جیسے کہ قوانین مادّی ہین -

قبل اسکے کہ ہر سہ قسم کے افعال کی تشریح کیجاوے اس قانون قدرت کو بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ ہر فعل اپنی تکرار کی طرف میلان رکھتا ہے یعنی اپنا اعادہ چاہتا ہے - جو فعل جسمانی یا دماغی انسان ایک مرتبہ کرتا ہے دوبارہ اُسکے کرنے کی اُسمین ترغیب و تحریک پیدا ہوتی ہے اور دوبارہ سے سہ بارہ اور اسی طرح آہستہ آہستہ عادات بنتی ہین - اس

قانون کے علم سے انسان بہت نفع اُٹھا سکتا ہے یعنی اپنے آپ مین وہ عادات پیدا کرسکتا ہی جو پسندیدہ و مطلوب ہین خلاف اسکے اوسکی لاعلمی باعث مضرت کثیر ہوتی ہے۔ شاستر مین ایک جگہ مندرج ہے کہ جو شخص ایشور کی طرف ایک قدم چلتا ہے ایشور بھی اوسکی طرف ایک قدم چلتا ہے۔ اس طرح ایک قدم چلنے مین دو قدم کا فاصلا بین عابد و معبود طے ہوتا ہے اسکے یہ معنی ہین کہ ایک نیک فعل کے کرنے سے ایک تو وہ فعل ہوتا ہے دوسرے دل مین اُسکے دوبارہ کرنے کی ترغیب و تحریک ہوتی ہے یہی ایشور کا ایک قدم چلنا ہے۔ اسی کو نزول رحمت الٰہی کہتے ہین۔ بڑے خوش قسمت ہین وہ لوگ جو اس رحمت ربانی سے مستفیض ہوتے ہین۔

اول افعال۔ جو افعال جسمانی نیک یا بد انسان اس زندگی مین کرتا ہے اُسکے مطابق اُنکے نتائج پاتا ہے۔ بعض افعال تو ایسے ہوتے ہین کہ اُن کا نتیجہ انسان کو اسی جنم مین مل جاتا ہے بعض کا نتیجہ موقع نہ ملنے کی وجہ سے اس جنم مین نہین ملتا وہ سنچت مین شامل ہوجاتے ہین اور کسی جنم آیندہ مین جب حالات موزون و موافق پیش آتے ہین اپنے نتائج پیدا کرتے ہین۔ فرض کرو کہ ایک انسان اپنی دولت کے ذریعہ سے اپنے خاندان اپنے شہر اور اپنے ملک کو راحت پہونچاتا ہے تو اُسکے معاوضہ مین اوسکو راحت پہونچنی چاہیے اور جب حالات موزون پیش آتے ہین تو وہ راحت رسانی کے معاوضے مین راحت و آرام پاتا ہے۔ جو دوسرے کو تکلیف پہونچاتا ہے وہ اُسکے صلے مین تکلیف پاتا ہے ؎

کرم پردھان بشو کر را کھا
جو جس کین سو تس پھل چاکھا

روایت ہے کہ دروپدی جی ایک روز گنگا جی مین نہا رہی تھین اونھون نے دیکھا کہ

کچھ فاصلے پر نیچے کی جانب دریا مین ایک رشی کچھ عرصے سے کھڑے ہین غور کرنے سے معلوم ہوا کہ شاید ننگے ہین لہذا پانی سے شرم کے مارے نہین نکلتے - درو پدی جی نے فوراً اپنی ساری مین سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر بہا دیا - رشی جی اوسکو پہن کر باہر نکلے اور دعا دی کہ جیسے تونے میری لاج رکھی ایشور تیری لاج رکھے چنانچہ جب پانڈوون اور کوروون کی سبھا مین دوساسن نے دروپدی جی کی ساری کھینچی اور اُن کو ننگا کرنا چاہا تو اُنھون نے سری کرشن جی مہاراج کو یاد کیا مہاراج نے اُس ساری کو اسقدر بڑھا دیا کہ دوساسن جس مین دس ہزار ہاتھی کا بل تھا کھینچتے کھینچتے تھک گیا اور ساری ختم نہ ہوئی - ع

دس ہزار گج بل تھکو گھٹو نہ گج بھر چیر

روایت ہے کہ ایک مسافر ایک تھانے مین شام کو پہونچا اور دارو غہ سے بیان کیا کہ مین تھکا ماندہ مسافر ہون کچھ روپیہ بھی میرے پاس ہے براہ عنایت آپ رات بھر کے لیے مجھکو رہنے کی اجازت دیجیے تاکہ مین چورون وغیرہ سے محفوظ رہون دارو غہ صاحب نے بہت مہربانی سے فرمایا کہ آپ یہان شوق سے رہیے کسی طرح کا کھٹکا آپ کو نہوگا اطمینان رکھیے یہ کہکر ایک کانسٹبل سے کہا کہ ایک چارپائی فلان درخت کے نیچے ڈال دو جس پر لالہ سو رہین چنانچہ اُس چارپائی پر وہ لالہ سو رہے - مگر روپیہ کی وجہ سے کھٹکا لگا رہا نیند نہ آئی - کچھ عرصہ کے بعد اُسنے سُنا کہ دارو غہ کانسٹبل سے آہستہ سے کہہ رہے ہین کہ جب یہ مسافر سوجاوے تو اوسکو مار کر دریا مین پھینکدو اور اُسکا روپیہ لے لو - کانسٹبل نے کہا کہ حضور ایسا ہی ہوگا - تھوڑے عرصے کے بعد اندھیرے مین آہستہ سے لالہ حفاظت جان و مال کے لیے اُس درخت پر جسکے نیچے سوتے تھے چڑھ گئے - جب بہت رات گذری تو دارو غہ صاحب گشت سے واپس آئے اور تھکے ہوے اُسی چارپائی پر سو رہے جس پر مسافر سویا تھا جب وہ خراٹے لینے لگے تب سپاہی نے اونکو

تلوار سے مار دیا لیکن جب مُنھ کھول کر دیکھا تو متحیر ہوا کہ مقتول دار وغہ صاحب تھے چپکے سے اُنکی نعش کو دریا مین ڈال دیا۔ صبح کو جب انسپکٹر صاحب تحقیقات کو آئے تو اُس مسافر نے درخت سے اُتر کر کل قصہ بیان کیا ع

نتیجہ کار بد کا کار بد ہے

غرض یہ کہ انسان اپنے افعال حال سے اپنی قسمت آئندہ بناتا ہے ؎

این جہان کوہ است و فعل ما ندا
سوے ما آید ندا ہا را صدا

دوم خواہشات۔ خواہش ایک قلبی قوت ہے جو انسان کو بعد مرگ اُس مقام پر لے جاتی ہے کہ جہان اُسکے پورا ہونے کا سامان بہم پہونچے۔ مثلاً ایک انسان کی خواہش تمام عمر روپیہ جمع کرنے کی رہی ہے تو وہ دوسرے جنم مین ایسے اشخاص کے درمیان پیدا ہوگا جہان تجارت وغیرہ کے ذریعے سے وہ روپیہ جمع کرنے کا موقع پاوے اور اوسکو ایسا جسم لطیف ملیگا جو ہمیشہ اوسکو فراہمی دولت کی ترغیب دے۔ افسوس انسان حرص وطمع کے نتائج کو نہین جانتے ورنہ ہرگز اپنا دل عارضی وفانی اشیاء کی خواہشات مین نہ لگاتے اور اپنی قسمت آئندہ کو پست وتنگ نہ کرتے۔ فرض کرو کہ ایک شخص خود غرضی وبیرحمی سے معمور تمام عمر حصول حکومت کی خواہش وکوشش کرتا رہا تو وہ جنم آئندہ مین ایسے حالات مین پیدا ہوگا جہان ہزار ہا کشت وخون کے بعد وہ تخت سلطنت پر پہونچیگا اور نوع انسان کے لیے مثل نادر شاہ باعث ہیبت وآزار ہوگا۔ بر خلاف اسکے جن شخصون کی خواہشین زندگی ناسوتی مین عالم بالا کی طرف مائل رہی ہین وہ بعد مرگ ایسے والدین کے گھر پیدا ہوتے ہین جو دیندار وخدا پرست ہین۔ وہان وہ شروع عمر سے یعنی بچپن مین مشغول روحانی اشیاء کی خواہش کرتے ہین اور بتدریج روحانی ترقی کرتے ہین حتی کہ

بہت جنموں مین تکمیل روحانیت کے ذریعے سے مرتبہ عرفان کو پہونچتے ہین۔ پس انسان اپنی قسمت آیندہ اپنی خواہشات حال کے ذریعہ سے تعمیر کرتا ہے۔ خواہشات نیک سے یہ تعمیر خوشنما ہوتی ہے اور خواہشات بد سے بدنما۔ لہذا انسان کو خواہشات نیک و پاک کو دل مین جگہ دینا چاہیئے تاکہ تعمیر قسمت آیندہ خوبصورت ہو۔

سوم خیالات۔ روزمرہ انسان خیالات مین مصروف رہتا ہے۔ روزمرہ وہ صدہا بلکہ ہزارہا خیالات پیدا کرتا ہے منجملہ اُن کے بعض نیک ہوتے ہین بعض بد بعض پاک ہوتے ہین بعض ناپاک بعض محبت و ہمدردی پر مبنی ہوتے ہین بعض حسد و کینے سے معمور ہوتے ہین۔ انسان کا دل مثل ایک بڑے انجن کے ہے کہ جو ہر لحمہ حالت بیداری مین خیالات بناتا ہے اور زندہ مخلوقات پیدا کرتا ہے کیونکہ ہر خیال ایک قلبی قوت ہے کہ جو مادہ عالم جبروت مین ملبوس ہو کر ایک زندہ مخلوق بن جاتی ہے اور عالم خیال مین رہتی ہے اور اُسی قسم کے خیالات سے پرورش پاکر عرصئہ دراز تک اُسکا وجود قائم رہتا ہے۔ انسان کے خیالات سے یہ جبروتی مخلوقات پیدا ہوتے ہین اور اہل بصیرت کو اسی طرح نظر آتے ہین جس طرح اس عالم کی اشیا ہمکو دکھائی دیتی ہین اگر ہمارے خیالات نیک و پاک ہین تو یہ جبروتی مخلوق خوشرنگ خوبصورت ہوتے ہین۔ اگر وہ بد و ناپاک ہین تو یہ صورتین کریہ منظر ہوتی ہین۔ یہ مخلوقات ہمیشہ اپنے خالق کے گرد رہتی ہین اور اُسکے دل کو ہمیشہ اُسی قسم کے خیالات کی طرف مائل کرتی ہین حتی کہ آہستہ آہستہ انسان اُسی قسم کے خیالات کا عادی ہوجاتا ہے۔ انسان جس مضمون پر کچھ عرصے تک خیال کرتا ہے تو اُسکے دل مین بلاارادہ و کوشش اُس مضمون کے متعلق خیالات آتے ہین یعنی اُسکی طبیعت کو اُس مضمون سے مناسبت پیدا ہوجاتی ہے جس شخص کو کوئی فکر درپیش ہوتی ہے تو اُسکے خیالات بار بار بلاارادہ اُسی طرف جاتے ہین وہ چاہتا ہے کہ ان خیالات تشویش و پریشانی سے

نجات پائے مگر چونکہ اوسکا دماغ ایک عرصے تک اُن خیالات مین مشغول رہا ہے اسواسطے وہ اُن خیالات کو رد کر نہین سکتا باوجودیکہ وہ اُن سے تکلیف پاتا ہے۔ نیک خیالات سے عادت نیک خیالی پیدا ہوتی ہے اور بدخیالات سے عادت بدخیالی۔ اس واسطے انسان کو ہمیشہ نیک پاک خیالات کو دل مین جگہہ دینی چاہیے۔ یہ مخلوق باطنی جو انسان اپنے خیالات سے پیدا کرتا ہے اپنے خالق ہی کے لیے باعث نفع یا مضرت نہین ہوتین بلکہ اُسکے عزیز و اقارب و ہمنشینون و ہمسایون پر بھی اپنا اثر ڈالتی ہین۔ اُن کے دل کو بھی وہ اونھین خیالات کی طرف مائل کرتی ہین اس لیے بھی انسان کو خیالات کی درستی مین بہت توجہ دینی چاہیے۔

جو افعال خواہشات و خیالات کہ انسان اب کرتا ہے گویا اینٹ پتھر ہین جن سے اوسکی آیندہ قسمت کی عمارت کی تعمیر ہوگی، نہ صرف قسمت آیندہ کی بلکہ قسمت حال کی تعمیر پر بھی اوسکا بہت اثر ہوتا ہے، پس ان اینٹ پتھرون کو بہت احتیاط کے ساتھ لگانا چاہیے تاکہ عمارت پسندیدہ و دلخواہ بنے، جس طرح کہ افعال خواہشات و خیالات ماضیہ سے ہماری قسمت حال بنی ہے اسی طرح افعال خواہشات و خیالات حال سے ہماری قسمت آیندہ بنے گی۔ لہذا ہم بذریعہ اپنے افعال و خواہشات و خیالات حال کے اپنی قسمت آیندہ پر قادر ہین۔ جس طرح خاص اجزا کو ملا کر علم کیمیا کا عالم ایک خاص مرکب بناتا ہے۔ اسی طرح ہم اپنے خاص افعال و خواہشات و خیالات سے ایک خاص قسمت بناتے ہین۔ جن شخصون نے بذریعہ کوشش کامل اپنے لیے قسمت مطلوب بنالی ہے اونھین کو کاملین کہتے ہین۔

بعد کو مین کئی بار گیا اور مضامین ذیل کی نسبت پنڈت جی کے دلچسپ بیانات سُنے۔

لتھا

بھگتی یعنی عشق حقیقی

بر خرمن کائنات کردم چو نگاہ
یکدانہ محبت ست باقی ہمہ کاہ

اندھیری رات ہے آسمان مین بیشمار ستارے چمک رہے ہین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا نیلگون چھت مین بیشمار قیمتی جواہرات جڑے ہوئے ہین انمین سے بعض بہت صاف معلوم ہوتے ہین مگر اُن کے پیچھے بہت دُھندھلے نظر آتے ہین۔ جب ہم عمدہ دوربین سے دیکھتے ہین تو جو پہلے دُھندھلے دکھائی دیتے تھے وہ صاف نظر آتے ہین مگر اُنسے فاصلے پر بہت ستارے دُھندھلے معلوم ہوتے ہین۔ کیسی ہی عمدہ دوربین کیون نہو مگر تاہم روشن ستارون کے بعد ایک کثیر تعداد دھندھلے ستارون کی باقی رہتی ہے اسکے یہ معنی ہین کہ اُنکی تعداد بیشمار ہے۔ جنکا فاصلہ بہت زیادہ ہے وہ دھندھلے نظر آتے ہین۔ جتنی عمدہ دوربین ہوگی اوتنا ہی ان دُھندھلے ستارون کو صاف دکھلاویگی مگر چونکہ خلا بیحد ہے اور اُس مین یہ ستارے ہر جگہ موجود ہین لہذا ایک خاص فاصلے کے بعد ستارے دُھندھلے ہی نظر آوینگے۔ اور ان دُھندھلے ستارون کے بعد جو ستارے ہین وہ قطعی نظر نہین آتے روشنی کی رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی سکنڈ ہے۔ آفتاب کی روشنی ہم تک آٹھ منٹ مین پہونچتی ہے اسکے یہ معنی ہین کہ آفتاب کا زمین سے ۹۲۰۰۰۰۰۰ میل فاصلہ ہے بعض ستارے اسقدر فاصلے پر ہین کہ اُنکی روشنی ہم تک ہزارون برس مین پہونچتی ہے بعض کی

دنون مین بعض کی صدیون مین بعض اِسقدر دور ہین کہ پیدائش سے ابتک باوجود اس
تیز رفتاری کے اُن کی روشنی ابھی ہم تک نہین پہونچی یعنی وہ اب تک نظر نہین آتے۔
تحقیقات نجوم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک آفتاب کے گرد چند سیّارے گھومتے ہین اور
اِن سیارون کے گرد اُن کے چاند گھومتے ہین۔ ایک آفتاب مع اپنے سیارون اور اُن کے
چاندون کے ایک نظام شمسی کہلاتا ہے اِسی کو برہمانڈ بھی کہتے ہین۔ یہ ستارے جو
آسمان مین نظر آتے ہین ہر ایک اپنے نظام شمسی کا آفتاب ہے۔ اُسکے گرد گھومنے والے
سیّارے اور اُن کے چاند ایسے چھوٹے ہین کہ وہ نظر نہین آتے۔ ہر نظام شمسی کے کل
اجسام فلکی مثل ہماری دنیا کے جاندار مخلوق سے آباد ہین جو مختلف مراتب روحانیت پر
ہین بعض ہم سے کمتر ہین بعض ہمارے برابر ہین اور بعض ہم سے بدرجہا برتر ہین۔ ہم بھی
ترقی کرتے کرتے کبھی ان اعلیٰ مرتبت روحانی مخلوق کے کُرون مین پیدا ہوکر اُن کے سےسائے
عزیز و اقارب بنین گے اور اُنکے برابر مرتبہ کو پہونچینگے۔ اس طرح ہمارا نظام شمسی معہ اپنے
کل آبادی کے آسمان مین معلق ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بیشمار عالم خلا مین بے سہارے
کیونکر معلق ہین۔ اُسکے جواب مین علم ہیئت بیان کرتا ہے کہ اجسام فلکی مین ایک کشش ہے
کہ جو باندازہ جسامت و فاصلے کے ایک دوسرے پر عمل کرتی ہے جسطرح ایک مقناطیس
پتھر ایک لوہے کے ٹکڑے کو اپنی جسامت اور فاصلے کے مطابق کھینچتا ہے اسی طرح
ان اجسام فلکی مین یہ کشش کام کرتی ہے۔ ایک آفتاب اپنی جسامت اور فاصلے کے
لحاظ سے تمام سیارون اپنے نظام شمسی کو جو اُس سے بہت چھوٹے ہین اور بمقابلہ ستارون
کے بہت قریب ہین بذریعہ اپنی کشش اونکو اپنی گردش مین اپنے گرد قائم رکھتا ہے اور
اسی طرح سیّارے اپنے چاندون کو اُنکی گردش مین قائم رکھتے ہین یہ کشش ایسی تولی ہوئی

ہے کہ نہ تو کوئی سیارہ اپنے آفتاب سے بہت دور جا سکتا ہے نہ اُسکے قریب آسکتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آفتاب کے گرد گھومتا ہے۔

نظام شمسی کی بناوٹ علما ہیئت نے اسطرح بیان کی ہے کہ قبل از پیدائش عالم کل مادہ لطیف حالت مین خلا مین بشکل باریک ذرّات موجود رہتا ہو۔جب پیدائش عالم کا وقت آتا ہے تو اُس مین تحریک شروع ہوتی ہے اور ذرّات باہم دگر کشش اتصال کے ذریعے ملنا شروع ہوتے ہین جب بہت ذرّے آپس مین مِل جاتے ہین تو اُنکا ایک بڑا گولا بن جاتا ہے مگر چونکہ وہ ملائم ہوتا ہے کیونکہ ہنوز پورا منجمد نہین ہوا اور حرکت مین ہوتا ہے اس لیے اُسکے ٹکڑے علیحدہ ہوکر اُس سے دور چلے جاتے ہین اور حرکت کم ہوتے ہوتے اُس جگہ جا رکتے ہین کہ جہان بڑے گولے کی کشش اتصال اور اُنکی کشش انفصال برابر ہو جاتی ہے۔آفتاب اُن کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور وہ آفتاب سے دور بھاگتے ہین لہذا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آفتاب کے گرد گھومنے لگتے ہین۔کبھی آفتاب کی کشش اتصال سے کسی قدر اُسکے قریب ہو جاتے ہین کبھی اپنی کشش انفصال سے آفتاب سے کچھ دور ہو جاتے ہین جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آفتاب کے گرد بیضوی حلقہ مین گردش کرتے ہین نہ کہ ٹھیک دائرے مین اس طرح ہر نظام شمسی مین آفتاب کی کشش سے کل سیارے اُسکے گرد گردش کرتے ہین اور اپنے مقام پر قائم رہتے ہین۔جس طرح آفتاب سے سیارے بنتے ہین اور اسکے گرد گھومتے ہین اسی طرح سیارون کے گرد اُن کے چاند بنتے ہین اور گردش کرتے ہین۔آفتاب معہ اپنے سیارون اور چاندون کے آہستہ آہستہ منجمد ہوکر مثل ہمارے کرۂ زمین کے مدّت ہاے مدید مین جاندار مخلوق سے آباد ہوتے ہین۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نظام شمسی کے کل سیارے اور چاند اپنے آفتاب کی کشش سے اپنے مقام پر خلا مین قائم رہتے ہین

مگر آفتاب خود اپنے مقام پر کیونکر قائم رہتا ہے۔ اسکے جواب مین ہیئت دان بیان کرتے ہین کہ جسطرح چند سیارے اور اُن کے چاند آفتاب کے گرد گردش کرتے ہین اور اپنی جگہ مین قائم رہتے ہین اسی طرح چند نظام شمسی کسی دوسرے بڑے آفتاب کے گرد گھومتے ہین اور اپنی جگہ مین قائم رہتے ہین اور یہ بڑے نظام شمسی بھی کسی اور تیسرے آفتاب کے گرد گھومتے ہین اور اپنے مقام پر قائم رہتے ہین۔

	آفتاب آفتابان دیگر است	

علی ہذا القیاس جہانتک وہم وگمان پہونچے تصور کیے جائیے جب آپکا تصور تھک جاے تو غور کیجیے کہ آپکی عقل وتصور محدود اور کائنات باری تعالی غیر محدود۔ لہذا آپ غیر محدود خلقت کو اپنی محدود عقل وتصور مین کیونکر لا سکتے ہین۔ پس اسطرح کل اجسام فلکی خلا مین بذریعہ کشش معلق ہین۔

جسکو عالم مادی مین کشش کہتے ہین وہی عالم ارواح مین محبت کہلاتی ہے جب ہم اس عالم ظاہری کے تعلقات پر خواہ وہ اپنی ذات سے متعلق ہون خواہ دیگر اشخاص سے غور کرتے ہین تو سب کی تہ مین ایک سبب اصلی جسکو محبت کہتے ہین مخفی پاتے ہین جس پر کل ظہور کا کرشمہ مبنی ہے۔ اس عالم اسباب کو جب ہم نظر غور سے دیکھتے ہین تو تمام ورق در ورق کھولتے ہوئے آخر محبت کو کل معاملات کا سبب محرک پاتے ہین۔ ایک ذی عزت ذی خاندان شخص تمام بار تفکرات خورد و نوش حفاظت و تعلیم اپنے متعلقین کی اپنے سر پر رکھکر کولھو کے بیل کی طرح دن رات گردش مین رہتا ہے اور کبھی اُس سے گھبرا کر بھاگ جانے کا ارادہ نہین کرتا باوجودیکہ ظاہری بندش کوئی نہین ہے اور کوئی زنجیر اوسکو باندھے ہوئے نہین وہ قطعی آزاد ہے لیکن غور کروگے تو زبان حال سے یہی جواب ملیگا کہ محبت کی باطنی زنجیرون سے بندھا ہوا

ہے۔ اسی طرح اشخاص اور خاندان اور قومین باہم گر اتحاد کی زنجیرون سے جکڑے ہوے مثل اجسام فلکی کے گھومتے چلے جاتے ہین صرف محبت ہی کارکن اصلی اس عالم اسباب مین معلوم ہوتی ہے۔ یہی زبردست قوت سبب ظہور عالم ذات مطلق سے ہوتی ہے ایکو ہم بہوسیام اسی قوت کا نتیجہ ہے۔ یہی قوت اُس ذات پاک کو جو ہر طرح کی خواہش اور لوث سے مبّرا ہے اس شور ظہور مین وحدت سے کثرت مین لانے کا سبب ہوتی ہے ؎

شیرین لب او چونکہ بہ گفتار بر آمد
عالم ہمہ پُر ولولہ و شور و فغان شد

اور اسی پریم کی رسی سے بندھا ہوا جیو اس آواگون کے بیشمار مصائب کو خوشی سے برداشت کرتا ہے ؎

پھر نکل آؤن لحد سے سر کٹانے کے لیے
بھیج دیکھو عمرِ رفتہ کو بُلانے کے لیے

یہی محبت عالم ظاہری مین طرح طرح کے لباس پہنکر شوہر و زوجہ باپ و بیٹا عاشق و معشوق عابد و معبود وغیرہ کے نام سے موسوم ہو کر رنگ برنگ کی کیفیت پیدا کرتی ہے ؎

باغ مین بلبل و گل بزم مین پروانہ و شمع
بھیس بدلے ہوے پھرتی ہے محبت تیری

جن کو ہم خود غرض کے نام سے موسوم کرتے ہین یا جنکو نفس پرست کا خطاب دیتے ہین دراصل اسی قوت کے مظاہر ہین۔ وہ اس خطاب کے مستحق اسلیے ہوے کہ اُنکا مرجع ٹھیک نہین باقی کل کارروائی اسی قوت کی اُن مین بھی نمایان ہے۔ گویہ راز قدرت فطرتًا ہر ذرۂ موجودات مین اپنا کام کرتا ہے اِلّا جب تک یہ قوت محض قاعدۂ قدرت کے موافق کام کرتی ہے جیسا کہ

عالم مادی مین دیکھا جاتا ہے تب تک اوسکو محبت کے نام سے موسوم نہین کرتے بلکہ کشش سے اوسکو نامزد کرتے ہین مگر جب یہی قوت مخلوق ذی روح مین پہونچتی ہے تب اوسکو محبت کے نام سے خطاب کرتے ہین۔ ادنی درجہ کے جانورون مین محبت کا آغاز شروع ہوجاتا ہے اور اعلی درجہ کے جانورون اور معمولی انسان مین وہ بخوبی نمایان ہوجاتی ہے۔ جانور اپنے بچون کی محبت مین ایسے ازخود رفتہ ہوجاتے ہین کہ اُن کی حفاظت کے لیئے ہر قسم کا خطرہ برداشت کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہین اور حتی المقدور اُن کو تکلیف نہین پہونچنے دیتے جب ہمارا کوئی عزیز تکلیف مین ہوتا ہے تو اوسکی تکلیف رفع کرنے مین ہم اپنی تکلیف بھول جاتے ہین۔ سچے پریم مین انسان کو اپنی خبر نہین رہتی۔ مجنون کے دماغ مین بجز لیلی کے دوسرا خیال ہی نہین آتا تھا بقول شاعر ؎

	بیار محو شدم چون حباب در دریا ز چشم خلق نہانم دگر نمی دانم	

یہی قوت جب اپنے دوران ترقی مین اُس مقام پر پہونچتی ہے کہ جہان سے اوسکو اپنا اصلی مرجع نظر آتا ہے اور انسان اپنے آپ مین وہ کشش محسوس کرتا ہے جو جُز کو کُل سے ہے اور عابد و معبود کے رشتہ کو اپنا مسلک بناتا ہے تو یہی قوت بھگتی کے نام سے موسوم کیجاتی ہے۔ جب یہ عرصے کا بھولا بھٹکا مسافر اپنی منزل مقصود کا پتہ پاتا ہے اور اُسکی طرف چلنا شروع کرتا ہے تو عالم ظہور مین ہوا و ہوس کے جال مین پھنسا ہوا دور تک غلطان و پیچان چلا جاتا ہے اور بہت زندگیان اس فرویت کی پختگی پر آنے تک مجادلہ مین قربان ہوجاتی ہین الا چونکہ اوسکی فطرت مین ایک کشش باطنی موجود ہے وہ اُسکو وقتاً فوقتاً اندر سے تحریک کرتی رہتی ہے گو ہم کتنا ہی اوسکو مصنوعی راحت کے سامانون مین فراموش کرنا چاہین لیکن

چونکہ اُن مین اصلی راحت نہین لہذا قدرتی کشش جو سرور اصلی کی جانب ہمکو ہے رک نہین سکتی۔ گو کچھ عرصے کے لیے ہم اوسکی تحریک کو اُن کے اغوا سے نہ سنین لیکن تا بہ کے اصلی خواہش کو کتنے ہی پردون مین محجوب کرین لیکن وہ سب کو خاک کر کے ایک روز اپنا رنگ ضرور دکھاتی ہے ؎

کب لباس ظاہری مین چھپتے ہین روشنضمیر
پردۂ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا

اور وہی فردیت جسکو ایک روز بہت محدود دنیوی سامان چھوڑنا مشکل تھا بھگتی کے جوش مین اکثر سلطنت پر لات مار کر چل دیتی ہے بقول شاعر ؎

بستر ٹاٹ کا دو پارچے کمبل کی کلاہ
تاج خسرو ہے یہی تخت سلیمان ہے یہی

جب انسان جذبات و خواہشات بہیمی سے رہائی پاتا ہے اور اس دنیا کی ہوا و ہوس جو معمولی انسان کو مثل برگ کاہ کے سنسار کی لہرن پر ادھر ادھر لیے پھرتی ہے اُسکو اپنی جگہ سے نہین ہلا سکتی پورا ویراگ اور شانتی ہو جاتی ہے بغیر یار کے دُنیا اور عقبیٰ مین اُسکے لیے کچھ باقی نہین رہتا ؎

احمد بہشت و دوزخ بر عاشقان حرام است
ہردم رضای جانان رضوان شد ست مارا

تب انسان کو بھگتی کا سرور آتا ہے جس شخص مین یہ ذوق پیدا ہو جاتا ہے اوسکی نظرون مین ہفت طبقات عالم ہیچ ہو جاتے ہین اور ایک ہی منظر قابل دید باقی رہجاتا ہے اور یہ عالم پیدا ہو جاتا ہے ؎

دل وہ کیا دل ہے نہ ہو جس مین محبت تیری
آنکھین بیکار ہین دیکھین جو نہ صورت تیری

جب عشق حقیقی کی آتش انسان کے دل مین روشن ہوتی ہے تو وہ کل تعینات کو جلا کر خاک کر دیتی ہے ہ

دود آہ سینۂ نالان من
سوخت این افسردگان خام را

جب ذات باری کے انوار تجلی عابد کے پاک دل پر طاری ہوتے ہین تو وہ از خود رفتہ ہو کر محو نظارہ ہو جاتا ہے اور قید خودی سے رہائی پاتا ہے ہ

سر بسر محوِ تجلّیٔ رخ جانانہ باش
آشنائے یار چون گشتی زخود بیگانہ باش

اور انانیت حقیقی کے ذریعہ سے سرور خارج از حد بیان محسوس کرتا ہے جسطرح خلا مین ستارونکی انتہا نہین اسی طرح انوار و تجلیات ذات باری بھی لا متناہی ہین- لہذا جس مقام پر طالب پہونچتا ہے آگے انوار تجلی جلوہ فگن نظر آتے ہین ہ

بے نہایت ہے کہ جسکا نہین پایا پایان
جس جگہ پہونچیے آغاز ہے انجام نہین

اسی طرح عابد اپنے معبود کی طرف منزل بمنزل ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور جلوہ ہای تجلی ذات باری دیکھ دیکھکر مسرور ہوتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ یہی کیفیت اوسپر ہمیشہ طاری رہے ہ

مرا کمال محبت ترا کمال جمال
مباد آنکہ پذیرد زوال ہر دو کمال

کتھا

علم و سرور

جب ہم اس عالم مین نظر غور سے دیکھتے ہین تو ہر انسان کو بادشاہ سے لیکر فقیر تک عالم سے لیکر جاہل تک بچّے سے لیکر بوڑھے تک سب کو راحت کی تلاش وجستجو مین پریشان وسرگردان پاتے ہین نہ صرف انسان بلکہ حیوان بھی اُسکی جستجو مین فطرتاً مصروف رہتے ہین- یہ قدرتی اور فطرتی خواہش ہر ذی روح مین پائی جاتی ہے- ہر کہ ومہ راحت کے حصول کی کوشش مین مشغول رہتا ہے اور اپنے فہم وادراک کے مطابق اُسکو اُن چیزون مین تلاش کرتا ہے جن مین اُس کا حصول ممکن سمجھتا ہے- اے سرور تو در اصل کیا شے ہے اور تیرا اصلی مسکن کہان ہے- جب ہم تیری طرف نظر غور سے دیکھتے ہین تو تجھکو زمانے کی طرح رنگ بدلتے ہوے پاتے ہین- کبھی تو آسائش وآرام کے لباس مین ظاہر ہوتا ہی کبھی تو خوشی اور لطف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہی کبھی تو عیش وعشرت کے نام سے خطاب کیا جاتا ہے کبھی تو حظ ونشاط کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے کبھی تو ہی راحت وسرور بن جاتا ہے- جب ہم تیرا مسکن تلاش کرتے ہین تو کبھی تجھکو بچون کے کھلونون مین پاتے ہین- کبھی لڑکون کے گیند بلّے مین- کبھی نوجوانون کے زرق برق لباسون مین کبھی بڈھون کے گُدگُدے مخملی گدّون مین کبھی تو دولت وحشمت کے شاندار سامانون مین چمکتا ہے- کبھی تو عالیشان محل سراؤن کے مکلف اور سجے ہوے کمرون مین رہتا ہر کبھی تو آراستہ باغون مین سیر کرتا ہے- کبھی تو چرخ گھنی مین ہوا کھاتا ہے- کبھی تو لذیذ

کھانون مین مزا دیتا ہے۔کبھی خوشبویات مین تیری ہی بو پاتے ہین کبھی تو نازنینون کے گلابی رخسارون پر چمکتا ہے۔کبھی سریلی آواز مین لطف دیتا ہے کبھی تو بٹیر بازی اور مرغ بازی مین جلوہ گر ہو کر خلق خدا کو آزار پہونچاتا ہے۔کبھی شراب خانون اور چنڈو خانون مین تجھے متوالا پاتے ہین۔کبھی تو میلون تماشون مین رونق افروز ہو کر انسانون کو جوق جوق لیے آتا ہے کبھی تو اظہار خودی مین اپنا رنگ دکھاتا ہے اور رلے بہادری اور سی ایس آئی وغیرہ کے پیرایئے مین نمودار ہوتا ہے۔پھر با این ہمہ تو غریبون سے بھی ویسا ہی مانوس ہے جیسا کہ امیرون سے۔جیسا کہ تو بادشاہ کے تاج مین چمکتا ہے ویسا ہی فقیر کی گُدڑی مین بھی جھلکتا ہے۔ہر فرد بشر امیر ہو خواہ غریب اندر یون کا سُکھ اور اپنے ہمجنسون مین نام تلاش کرتا ہے اور اُن کے حصول سے خوش ہوتا ہے۔پھر حالات جسمانی کو چھوڑ کر تو ہی علوم وفنون مذہب وفلسفہ مین پایا جاتا ہے اور مذاق ذہنی مین اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔عابد کے استغراق اور عارف کے وجد مین تو ہی پایا جاتا ہے تلاش کرتے کرتے آخر کار ہم وید کی دو شرتیون سے تیرا اور تیرے مسکن کا پتہ پاتے ہین۔

ایک شرتی کہتی ہے کہ سرور ہی سے عالم کی پیدائش ہوتی ہے۔سرور ہی سے اُسکی بقا ہے اور سرور ہی مین وہ فنا ہو جاتا ہے۔ایک ذات واحد سرور عین بحر ناپیدا کنار جب جوش مین آتی ہے تو اُس مین سرور کی لہرین پیدا ہوتی ہین جن سے بیشمار برہمانڈ بن کر خلا مین معلق ہین۔سرور ہمیشہ علم کے ساتھ رہتا ہے اس لیے جب سرور عین ظہور مین آنا چاہتا ہے تو اُس نور پاک سے جو سرور عین اور علم مطلق ہے شعاعین نکلنا شروع ہوتی ہین۔جیسے آفتاب کی ہر شعاع سہ پہلو شیشے مین آکر سات رنگون مین منقسم ہو جاتی ہے اسی طرح علم مطلق کی ہر شعاع ظہور مین آکر عالِم وعلم ومعلوم مین منقسم ہو جاتی ہے۔چیونٹی سے لیکر برہما تک جتنے

ذی روح اس برہمانڈمین ہین وہ سب عالم ہین جتنی غیر ذی روح چیزین اس برہمانڈ مین ہین وہ سب معلوم ہین۔ جو عالم کو معلوم سے ملاتا ہے وہ علم ہے۔ انانیت حقیقی ایک عالم وجاہل کی دراصل ایک ہی ہے لیکن اُسکے غلاف لطیف وکثیف کی وجہ سے یہ اختلاف ظہور ہے جسقدر عقل نورانی پر ظلمات مادی کے حجاب پڑے ہین اُسی قدر علم وسرور کا ظہور عالم محسوسات مین بھونڈا اور بھدا ہوتا ہے۔ اسی لیے بعض لوگ حواسون ہی کے مزے کو سرور سمجھتے ہین بعض مذاق ذہنی ہی کو راحت تصور کرتے ہین۔ مگر یہ جتنی بھی راحتین ہین سب نقش برآب بے بنیاد عارضی وفانی ہین سے

	ہستی کے دام مین نہ کبھی آئیو اسد عالم تمام بستۂ دام خیال ہے	

ان کل عارضی راحتون سے انسان کی سیری نہین ہوتی۔ جسقدر انسان سے انانیت شخصی کے حجاب دور ہوتے ہین جسقدر وہ طبقات ادنیٰ سے طبقات اعلیٰ کو عروج کرتا ہے اُسیقدر اُسمین انانیت حقیقی اور عقل نورانی کا جلوہ ہوتا ہے حتیٰ کہ طبقۂ ہفتم پر پہونچکر اوسکا علم وسرور مکمل ہوجاتا ہے یکمل کے معنی کمال اضافی کے ہین کیونکہ یہ کمال متعلق ایک برہمانڈ کے ہے۔ نہ کل عالم کے انسان کا علم وسرور ترقی کرتے کرتے کسی وقت علم وسرور مطلق تک پہونچیگا جو اُسکا مبداء اصل ہے مگر اُسکے بیشمار منازل آگے باقی ہین۔

دوسری شرتی کہتی ہے کہ برہم آنند روپ ہے اور سرب بیاپی ہے یعنی ذات باری سرور عین ہے اور ہر خلا اوسکا مسکن ہے اس لیے وہ ہر جگہ موجود ہے مگر اُسکے محسوس کرنے کو علم چاہیے۔ جسقدر ہمارے علم مین خامی ہے اُسی قدر ہمارے سرور مین بھی خامی ہے العلم سرورٌ مسئلہ مسلمہ ہے۔ سرور کی خامی ہی کو تکلیف ورنج کے نام سے موسوم کرتے ہین۔

اس کثیف ترین طبقۂ ناسوت کے باشندے بوجہ کم علمی ہمیشہ رنج و تکالیف مین گرفتار رہتے ہین - اب امر بحث طلب یہ ہے کہ ہمارا علم کیونکر مکمل ہو تاکہ تکلیف سے رہائی اور سرور دائمی حاصل ہو -

مہاراج بُدھ دیوجی نے مرتے وقت اپنے سب مریدون کو جمع کرکے حسب ذیل تعلیم کی - اے مریدو یہ مت پوچھو کہ اس عالم کو کس نے بنایا اور کیسے بنایا اور کس واسطے بنایا - عالم کا موجد اور سبب تمھارے فہم و ادراک سے باہر ہے - اُونگلی سے سمندر کے ناپنے کا قصد مت کرو - آدمی اپنی عقل و علم ظاہری سے کتنا ہی ایک پردہ پھر دوسرا پردہ اور اسی طرح پردہ بعد پردے کے اُٹھائے مگر پھر بھی پردہ پر پردہ باقی رہتا ہے - اے مریدو ہم صرف اتنا ہی جانتے ہین کہ ہم ہین اور بیشمار سورج و چاند و ستارے ولاانتہا جز و جتین سنسار چکر مین گھوم رہے ہین اور رات دن مہینہ موسم برس اور صدیان متواتر ہوتی ہین - اسی طرح سنسار کے سمندر مین تمام مخلوق بلبلون کی طرح بار بار پیدا ہوتے اور فنا ہوجاتے ہین - یہ سنسار کا چکر کرم چکر کہلاتا ہے کیونکہ وہ کرم کے قوانین کے مطابق گھومتا ہے - عالم کی پیدائش بقا و فنا اسی چکر کے گھومنے سے ہوتی ہے - اس کرم چکر کے گھومنے سے بےشمار جیو جنم بیماری پیری اور موت کی لاانتہا تکالیف اُٹھاتے ہین اور جنم جنم واویلا مچاتے ہین - اس لیے اے مریدو ان چار اصولون کو اپنے دل پر خوب منقش کرو - اول دُکھ کا وجود - دوم دُکھ کا سبب - سوم دُکھ سے رہائی - چہارم رہائی کی تدبیر -

اول دُکھ کا وجود - آدمی کی زندگی ایک چھوٹی ندی ہے اور جنم سے لیکر بچپن جوانی پیری اور موت تک دُکھ کا پانی اُس مین برابر بہتا رہتا ہے - آدمی کی زندگی امید کی ہوا پر قائم ہے جس مین ناامیدی کے کالے بادل دُکھ کی بارش جدائی کی گرج اور موت کی بجلی گھومتی

رہتی ہین۔ یہان کی خوبصورتی و دولت عیش وعشرت عشق ومحبت مین سیری کہان سب مثل سراب ہین۔ جانداروں کے اندر ترشنا یعنی خواہش کی آگ برابر جلتی رہتی ہے اور کبھی نہین بجھتی۔ آدمی ہمیشہ دُکھ کے سمندر مین جنم جنم پیدا ہوتا اور ڈوبتا ہے۔

دوم۔ دُکھ کیون ہوتا ہے اور جیو کیون اتنا سخت دُکھ سہتے ہین؟ دُکھ کا سبب جنم ہے اگر جنم نہو تو دُکھ بھی نہو۔ جنم کا سبب کرم ہے۔ کرم ہی کے موافق انسان بیشمار اجسام وحالات مین پیدا ہوتا ہے۔ کرم کے نتیجہ سے کوئی اس عالم مین بادشاہ ہوتا ہے۔ کوئی فقیر۔ کوئی عالم کوئی جاہل۔ کوئی شکیل کوئی بدصورت۔ جو بہائم کا کام کرتے ہین وہ بہائم ہوتے ہین جو انسان کا کام کرتے ہین وہ انسان ہوتے ہین۔ جو فرشتہ کا کام کرتے ہین وہ فرشتہ ہوتے ہین۔ نیک کام سے نیک جنم اور بدکام سے بدجنم ہوتا ہے۔ اس عالم کا یہی خاصہ ہے کہ جیسا بیج بوؤگے ویسا پھل ہوگا۔ اگر اناج بوؤگے تو اناج ہوگا۔ پھل بوؤگے تو پھل ہوگا ؎

	گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو	

بُرے بیج سے کبھی اچھا پھل نہین ہوسکتا ہے اور اچھے بیج سے کبھی بُرا پھل نہین ہوسکتا جیسا کرم پہلے جنم مین کیا تھا اُسکے موافق جنم موجودہ ملا اور اب کے کرمون کے مطابق آیندہ جنم ہوگا۔ جیسے چاند اور سورج کی گردش کو کوئی بدل نہین سکتا اور دن رات کے سلسلہ کو کوئی مٹا نہین سکتا اسی طرح کرم کے نتیجہ کو کوئی ہٹا نہین سکتا۔

کرم کی وجہ ترشنا یعنی خواہش ہے۔ خواہش کی وجہ سے تمام عالم کرم مین مشغول ہے کسان کو دیکھو کہ سورج کی تیز دھوپ مین ہل چلاتا اور کھیتی کرتا ہے۔ بادشاہ کو دیکھو کہ جنگ مین

کے تخت پر بیٹھا کام مین مصروف ہے۔ سوداگر کو دیکھو کہ کن حوادث کا مقابلہ کرکے دریا و خشکی کے سفر کو تجارت کے لیے اختیار کرتا ہے۔ سپاہی کو دیکھو کہ کس طرح لڑائی مین موت کا مقابلہ کرتا ہے۔ یہ سب کے سب خواہش کی وجہ سے اپنے اپنے کام مین مشغول ہین۔

محسوسات کے ساتھ حواسون کا میل ہونے سے سُکھ اور دُکھ کا علم ہوتا ہے یہی علم محسوسات مین رغبت و نفرت کا سبب ہوتا ہے اور مرغوب اشیا کے حصول کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ لہذا خواہش کا سبب محسوسات مین سُکھ کا علم ہے۔ اُس عورت کو تم کس لیے چاہتے ہو۔ اس لیے کہ اُسکا روپ تمھارے دل کو لبھاتا ہے۔ اُس پھل کو تم کیون چاہتے ہو اسلیے کہ اُسکا ذائقہ اچھا معلوم ہوتا ہے اُس پھول کو تم کیون چاہتے ہو اسلیے کہ اُسکی خوشبو تم کو بھلی معلوم ہوتی ہے اُس گانے کو تم کیون پسند کرتے ہو اسلیے کہ وہ سُریلا اور خوشگوار معلوم ہوتا ہے کیا فی الحقیقت محسوسات مین راحت ہے۔ ہم یہ نہین جانتے کہ ہے یا نہین صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہین کہ ہمکو اُن مین راحت محسوس ہوتی ہے مگر ہم یہ بھی دیکھتے ہین کہ جن چیزون کو ایک شخص راحت بخش معلوم کرتا ہو دوسرا اُن کو تکلیف دہ جانتا ہے۔ جو کھانا ایک شخص کو لذیذ معلوم ہوتا ہو دوسرا اُس سے نفرت کرتا ہے۔ جس چیز سے ایک شخص کو رغبت ہوتی ہے دوسرے کو اُس سے نفرت ہوتی ہے۔ جو ایک شخص کو خوشبو معلوم ہوتی ہے دوسرے کو بدبو معلوم ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ محسوسات مین راحت نہین صرف ہماری بھرانتی یعنی لاعلمی سے محسوسات مین راحت معلوم ہوتی ہے۔ بچے کو کھلونون مین کیون راحت معلوم ہوتی ہے اور جوانون کو کیون نہین معلوم ہوتی اسکا سبب یہی ہے کہ کھلونون مین درحصل راحت نہین بچون کو بھرانتی سے معلوم ہوتی ہے اور جوان ہونے پر یہ بھرانتی دور ہوتی ہے لہذا جوانون کو کھلونے راحت بخش نہین معلوم ہوتے۔ اے مریدو اب تم سمجھے کہ دُکھ کا اصلی سبب بھرانتی

ہے۔ بھرانتی سے محسوسات مین راحت معلوم ہوتی ہے۔اس راحت کے خیال سے اُن کے حصول کی خواہش پیدا ہوتی ہے خواہش سے کرم ہوتا ہے۔کرم سے جنم اور جنم سے دُکھ ہوتا ہے۔

سوم اس بھرانتی کے دور ہونے پر دکھ دور ہوتا ہے۔

چہارم یہ بھرانتی آٹھ اصول مندرجۂ ذیل پر عمل کرنے سے دور ہوتی ہے۔

اول راست اعتقاد۔اسکے یہ معنی ہین کہ تم کو یقین کامل اس امر کا ہوجائے کہ نہ کوئی تم کو آرام پہونچا سکتا ہے نہ کوئی تکلیف دے سکتا ہے صرف تمھارا کرم ہی تمھارے کل آرام و تکلیف کا باعث ہے۔تم خود اپنی قسمت پر قادر ہو مگر اپنی جہالت سے تکلیف مین پڑے ہو۔ یہ جہالت تمھاری ہی کوشش سے دور ہوسکتی ہے لہذا اس اعتقاد کے ساتھ کمربستہ ہوکر اُمور ذیل پر پورا عمل کرو تو تمھاری جہالت و تکلیف دور ہوگی اور تم کو پورا علم و سرور حاصل ہوگا۔ دوم راست خیال۔سوم راست کلام۔چہارم راست فعل۔پنجم راست طریق معاش یعنی کسب حلال۔ ششم راست کوشش۔ہفتم راست یادداشت۔جو کچھ شاستر مین پڑھا ہے اور جو کچھ گرو سے سنا ہے اُسکو مصیبت کے وقت نہ بھولنا مستقل رہکر اُس پر عمل کرنا راست یادداشت کہلاتی ہے۔ہشتم راست دھیان۔جب سات اصول مذکورۂ بالا پر انسان پورا عمل کرتا ہے تو اُس مین صلاحیت راست دھیان کی پیدا ہوتی ہے۔

علم کا حصول دو طرح پر ہوتا ہے۔اول بذریعہ حواس و استدلال و شہادت۔دوم بذریعہ مکاشفہ۔بہت قلیل حصہ ہمارے علم کا بذریعہ ہمارے حواس کے حاصل ہوتا ہے۔اس جسم کثیف مین ہم اسقدر محدود ہین کہ ہمارے حواس مخصوص مکان و زمان ہی مین کام کرسکتے ہین لہذا ہمارا علم حواس کے ذریعہ بہت ہی محدود ہوتا ہے۔ایک کثیر حصہ ہمارے علم کا استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔تمام علوم اسی پر مبنی ہین۔تاریخ و جغرافیہ وغیرہ کا علم ہمکو شہادت سے

حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح جو علم ہمکو بذریعہ استدلال وشہادت حاصل ہوتا ہے بمقابلہ ہمارے علم کے جو اسکے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے بہت زیادہ ہے مگر تاہم بہت محدود ہی جب تک انسان کو دوسرا ذریعہ حصول علم یعنی مکاشفہ میسر نہین ہوتا تب تک علم کو وسعت نہین ہوتی۔ تاوقتیکہ جہاز میسر نہو وسیع سمندر کا علم محض کنارے پر بیٹھکر حاصل نہین ہوتا۔ لہذا وسیع علم حاصل کرنے کے لیے حصول مکاشفہ کی ضرورت ہے۔ مکاشفہ دھیان یعنے استغراق سے پیدا ہوتا ہے۔ استغراق یکسوئی دل سے۔ یکسوئی دل ترک وشغل سے حاصل ہوتی ہے اس لیے اول طالب کو بذریعہ ترک وشغل یکسوئی دل پیدا کرنی چاہیے۔ جبتک دل طرح طرح کی خواہشون سے متحرک رہتا ہے تب تک اُس مین اسرار حقیقت منعکس نہین ہوتے۔ لہذا سب سے پہلے مبتدی کو ترک لازمی ہے۔ منجملہ آٹھ اصول متذکرۂ بالا کے اول سات سے صفائی قلب حاصل ہوتی ہے اور اُس مین ترک اور شانتی پیدا ہوتی ہے اور دل کی تحریک دور ہوتی ہے۔ مگر دل کی عجیب کیفیت ہے جسوقت اُسکی تحریک دور ہوتی ہو تو وہ بیخبری کی طرف مائل ہوتا ہے اس بیخبری سے روکنے کے لیے شغل کی ضرورت ہوتی ہے۔ دل کا ایک خیال مین مشغول رہنا اس طرح کہ اُس مین بیخبری نہ آنے پاوے شغل کہلاتا ہو ترک وشغل کے ذریعہ سے دل مین یکسوئی آتی ہے۔ یکسوئی سے بتدریج استغراق پیدا ہوتا ہو جب دل استغراق مین پہونچتا ہے تب اُس مین حقائق عالم منکشف ہوتے ہین یا ہیت روح وجسم معلوم ہوتی ہے اور اصلیت وحقیقت ہر شے کی نظر آتی ہے۔ اُسوقت یہ بھر انتی کہ محسوسات مین راحت ہے بذریعہ عین الیقین پوری دور ہوتی ہے جب انسان کا علم بذریعہ مکاشفہ مکمل ہوتا ہے تب اُسکو سرور سرمدی حاصل ہوتا ہے اور دُکھ سے ہمیشہ ہمیشہ کو رہائی حاصل ہوتی ہے۔

ایک روز مین ایک صاحب سے ملنے گیا۔ قوم کے بنیے رئیس کوٹھی وال محلہ دھرم نگر کے ساکن تھے۔ بڑے دھرماتما تھے اور خیر و خیرات پوجن بھجن بہت کرتے تھے اپنا سب کاروبار بہت مستعدی کے ساتھ وقت معین پر کرتے تھے۔ اور کل کام کی نگرانی خود کیا کرتے تھے۔ کل کام سچا اور ایمانداری کا تھا۔ بیوپار کے پکے تھے۔ نوکر بہت لائق دیانت دار تھے۔ سب کام خوبی کے ساتھ انجام ہوتا تھا مین نے طلاع کرائی۔ آپ نے مجھے فوراً بلا لیا۔ بہت اخلاق سے پیش آئے اور پاس بٹھا لیا۔ مین نے آپ کو منتظم دھرم شالہ کا خط دیا۔ پڑھکر فرمایا مین آپ سے مل کر بہت خوش ہوا۔ آپ مسافر ہین اور بہت خطرناک منازل طے کرکے یہان تک پہونچے ہین مین امید کرتا ہون کہ یہ پُر فضا مقام اور یہان کی طرز زندگی آپ کو پسند ہوگی اور آپ یہان کی سکونت اختیار کرین گے۔ بعد کو مجھ سے دریافت کیا کہ آپ یہان کب تشریف لائے اور آپ نے کیا کیا دیکھا جب سے مین شانتی پور آیا تھا اور جو کچھ مین نے دیکھا تھا سب بیان کیا بعد کو مین نے اُن سے دریافت کیا کہ اگر آپ کو اس وقت فرصت ہو تو مین بیٹھون ورنہ کسی اور وقت حاضر خدمت ہونگا۔ فرمایا تشریف رکھیے مجھکو اس وقت فرصت ہے کوئی کام ضروری درپیش نہین ہے۔ کچھ عرصہ تک مجھسے گفتگو کرتے رہے اتنے مین آپ کا منیب آیا اور بیان کیا کہ فلان صاحب اپنا روپیہ طلب کرتے ہین کوٹھی مین اتنا روپیہ موجود نہین ہے کیا کیا جاوے آپ نے بہت سنجیدگی سے جواب دیا کہ اُنکو ہمارے پاس بھیجدو۔ چنانچہ وہ آئے قریب بٹھا لیا۔ ایک جلد سدرشن کی دیکر مجھسے کہا کہ آپ کچھ دیر اسکو ملاحظہ کیجیے اتنے مین آپ سے گفتگو کر لون۔ مین کتاب پڑھنے لگا۔ سیٹھ جی نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کچھ عرصہ سے ہماری کوٹھی کی حالت اچھی نہین ہے سبب یہ ہے کہ تجارت مین چند نقصانات لیسے

بھاری ہوئے جن کی کمی ابھی تک پوری نہین ہوسکی مجھکو آپ کا بھی روپیہ دینا ہے اور
چند اور صاحبون کا بھی روپیہ واجب الادا ہے۔ کوٹھی مین روپیہ کل امانت کے لیے کافی
نہین ہے جو آپکی رائے ہو کیا جائے۔ آپ نے فرمایا سیٹھ جی صاحب آپ کی کوٹھی بہت
مدت سے نیک نام چلی آتی ہے افسوس کہ آپ بوجہ نقصانات زیر بار ہوگئے میرے جو
امکان مین ہے مین آپ کو امداد دینے مین کوتاہی نہ کرونگا۔ مگر مین ایک معمولی آدمی ہون
آپ کا بار عظیم مجھ سے اُٹھایا نجائیگا۔ آپ مجھکو اپنے امانت دارون کی فہرست دیجیے تاکہ ہم
سب ملکر آپس مین مشورہ کرلین۔ سیٹھ صاحب نے منیب جی سے کہا کہ آپ کو امانت دارون
کی فہرست تیار کرکے دیجیے۔ بعد کو آپ نے سیٹھ صاحب سے بہت ہمدردی ظاہر کی
اور اُن کو بہت تسلی دی۔ ازان بعد یہ کہکر کہ فہرست میرے پاس بھیجدینا رخصت ہوئے۔
مین سیٹھ صاحب کو بغور دیکھتا رہا معمولی ونیادارون کی ایسے صدمہ عظیم سے نہ معلوم کیا
حالت ہوتی مگر آپ کے دل پر اُسکا مطلق اثر نہ تھا چہرے پر شکن تک نہ پڑی تھی۔ کسی
بڑے رئیس کی دو چار روپیہ نقصان ہونے سے جو کیفیت ہوتی ہے وہی کیفیت سیٹھ
صاحب کی کوٹھی کا دوالہ نکلنے سے تھی۔ مین نے آپ سے دریافت کیا کہ اب آپ کی کوٹھی
کی کیا کیفیت ہوگی۔ فرمایا کہ یہ امانت دارون پر موقوف ہے جو کچھ موجود ہے یا تو حصہ رسدی
بانٹ لین یا جو مناسب سمجھین کرین۔ مین نے دریافت کیا کہ نوبت عدالت کی تو نہین پہونچیگی
فرمایا ہرگز نہین۔ اس مین عدالت جانے کی کیا ضرورت ہے آپس مین سب تصفیہ ہو جائیگا
مین نے دریافت کیا کہ آپکی کارروائی کیونکر چلیگی۔ ہمارے ملک مین تو جب دوالہ
نکالتے ہین تو اپنا انتظام پہلے کرلیتے ہین سیٹھ جی صاحب نے مسکراکر فرمایا یہان کوئی
کارروائی بدنیتی سے نہین کیجاتی ہے یہان دوالہ نکالا نہین جاتا بلکہ دوالہ نکل جاتا ہے

کل زرنقد مکانات جائداد اسباب وغیرہ کی فہرست امانت دارون کو دیدی جاتی ہے وہ سب
آپس مین مشورہ کرکے جو مناسب سمجھتے ہین کرتے ہین کبھی حصہ رسدی آپس مین تقسیم
کر لیتے ہین جو شاذ ہوتا ہے۔ زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ کچھ اور روپیہ دیکر کام بدستور جاری رکھا
جاتا ہے اور بتدریج حصہ رسدی سب امانت دار منافع سے لیتے جاتے ہین۔ اگر اسقدر
روپیہ نہو یا اُس شخص مین لیاقت اُس کام کے چلانے کی نہو تو دوسرا کوئی کام اسکی طبیعت
اور لیاقت کے موزون تجویز کر دیتے ہین اور اپنی امانت آہستہ آہستہ وصول کرتے ہین۔
اگر مجھکو کوئی کام شروع کرا دیا اور غالبًا ایسا ہیگا تو مین امانت کا روپیہ بشرط زندگی برابر ادا
کرتا رہونگا۔ اگر حصہ رسدی سب نے بانٹ لیا تو مین بذریعہ ملازمت اپنا گذارہ کرونگا اور جب
مجھکو روپیہ نصیب ہوگا امانت دارون کو ادا کرونگا۔ مین منیب کا کام بخوبی کرسکتا ہون
اور مجھکو یہ خدمت ضرور ملجاویگی۔ اس لیے خورونوش کی چندان فکر نہین مگر ان امانت کی
فکر تا ادائے زر ضرور رہیگی۔ مین نے کہا سیٹھ جی صاحب مجھکو آپ کی حالت پر افسوس آتا
ہے۔ ایک یہ حالت ہے کہ آپ ایک بڑے رئیس کوٹھی وال ہین۔ ایک وہ حالت ہو
کہ آپ دوسرے کی منیبی کرتے ہین۔ ان دونون حالتون مین بہت بڑا فرق ہے۔ آپنے
فرمایا اس مین افسوس کی کیا بات ہے۔ یہ خیالی اور فرضی فرق ہے درصل کچھ فرق نہین۔
ایماندار منیب کی جیسا کہ میرا منیب ہے ایسی ہی عزت کی جاتی ہے جیسے کہ ایماندار
کوٹھی وال کی۔ میرا دوالہ نکلنے سے میری عزت مین کچھ بھی کمی نہوگی کیونکہ مین نے اُس مین
کچھ بھی بدنیتی نہین کی۔ کوٹھی کا کام مین بھی کرتا تھا منیب بھی کرتا تھا لہذا دونون مین
صرف نام کا فرق تھا وہ منیب کہلاتا تھا مین کوٹھی وال باقی کچھ بھی فرق نہ تھا بحث تو
ادائے فرائض منصبی سے ہے نہ نام سے جس مقام پر ہمارے کرم ہمکو لیجاوین اُس

مقام کے متعلق جو فرائض واجب لادا ہین وہ پورے پورے ادا ہونے چاہییں ۔ اداے فرائض منصبی تمغۂ شرافت ہے نہ حالات و مقامات کچھ عرصہ تک آپ سے گفتگو کر کے مین رخصت ہوا۔ سیٹھ صاحب کی سچائی جرأت و استقلال پر مجھے حیرت آتی تھی اور تسکین ہوتی تھی کہ ایسے انسان بھی اِس عالم مین ہین جنکو دنیا کی ہوا و ہوس اپنے مقام سے ہلا نہین سکتی۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ کا اکلوتا بیٹا عین شباب مین کچھ عرصہ ہوا فوت ہو گیا مگر اُس صدمہ کو بھی آپ نے ایسے صبر و استقلال سے برداشت کیا کہ باید وشاید۔ ایسے سخت صدمات مین انگریزی تہذیب یہ ہے کہ دردمند شخص کے ہمراہ ایک ڈاکٹر کو کر دیتے ہین کہ مبادا شدت رنج مین وہ کوئی امر خلاف عقل و تہذیب کر بیٹھے ۔ مگر شانتی پور کی تہذیب یہ ہے کہ شانتی مین فرق نہ آوے رونے اور خلاف تہذیب کارروائی کا تو ذکر ہی کیا۔ شانتی پور کے باشندے خوب سمجھتے ہین کہ عارضی اشیاء سے جدائی لازمی ہے۔ پس آج ہوئی تو کیا اور بعد مدت ہوئی تو کیا۔ لہذا اُن کا دل اس جدائی سے مضطرب نہین ہوتا ۵

کرین جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق
کہ ہونے والے ہین سب ہم سے عنقریب جدا

زندون کی خدمت اور مُردون کے لیے دعاے خیر یہان کا مذہب ہے۔ ایسے حوادث کے لیے باشندگان شانتی پور لفظ صدمہ کا استعمال نہین کرتے بلکہ اُن کو وقوعہ کہتے ہین ۔

ایک روز مین حسب ہدایت منتظم صاحب ایک طبیب صاحب سے ملنے کو گیا۔ آپ دیانگر کے ساکن تھے اور ایک باغیچہ کے اندر چھوٹی خوبصورت کوٹھی مین رہتے تھے ۔ جب مین پہونچا تو ایک کمرہ مین تشریف رکھتے تھے اور چار پانچ مریض آپ کے پاس بیٹھے تھے۔

مین نے آپ کو منتظم صاحب کا خط دیا پڑھکر خوش ہوے اور فرمایا آپ چندے دوسرے کمرہ مین تشریف رکھیے اور میری کتابون مین سے لیکر کوئی کتاب ملاحظہ کیجیے مجھکو ایک گھنٹہ مین فرصت ہوگی تب آپ سے گفتگو کرونگا۔ یہ کہکر خادم کو اشارہ کیا کہ آپ کو کتبخانہ کے کمرہ مین لیجاؤ مین وہان گیا تو ایک مختصر کمرہ تھا جسمین چار پانچ الماریون مین کتابین چنی تھین بیچ مین میز کرسی لگی ہوئی تھی۔ نوکر نے الماریون کی کنجی میرے سپرد کی اور کہا جس کتاب کو جی چاہے ملاحظہ کیجیے۔ اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو یہ گھنٹی بجا دیجیے مین فوراً حاضر ہوجاؤنگا اور احکام کی تعمیل کرونگا یہ کہکر وہ رخصت ہوا مین نے کتابون کی فہرست جو میز پر رکھی تھی دیکھنا شروع کی منجملہ کل کتابون کے ایک کثیر حصہ کتب طب کا تھا چند جلدین علم نباتات کے متعلق تھین باقی دیگر علوم کے متعلق تھین مین نے ایک کتاب آثار وخواص نباتات الماری سے نکال کر پڑھنا شروع کی اُس مین بوٹیون کے نام شکل وصورت آثار وخواص بہت تشریح کے ساتھ مندرج تھے اور یہ بھی مذکور تھا کہ کون بوٹی کس جگہ اور کس موسم مین پیدا ہوتی اور کب پختہ ہوتی ہے کس وقت دوا کے لیے فراہم کرنی چاہیے اور کسطرح استعمال کرنی چاہیے بعض کی نسبت یہ بھی مذکور تھا کہ اُن کو اُجالے یا اندھیرے پاکھ یعنی روشن یا تاریک نصف ماہ مین توڑنا اور جمع کرنا چاہیے۔ مین یہ دلچسپ کتاب پڑھ رہا تھا کہ اتنے مین طبیب صاحب تشریف لاے اور کتاب کو دیکھکر کہنے لگے کہ یہ بوٹیون کی نسبت جو مضمون ہے بہت ہی دلچسپ اور دلکش ہے اور بہت پُر منفعت۔ بوٹیون کے آثار وخواص صانع حقیقی کی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہین علم طب مین دو چیزین بہت ہی دلچسپ ہین اول تشریح بدن۔ دوم خواص نباتات۔

جب مختلف اجزا جسم پر غور کیا جاتا ہے تو اُن مین عجیب صنعت نظر آتی ہے۔ جسم کے مختلف اعضاء اپنا کام اس اتحاد وخوبی کے ساتھ کرتے ہین کہ بیان مین نہین آسکتا۔ جس طرح عقیل وفہیم ارکان سلطنت اپنا اپنا کام بغرض امن خلائق اتحاد کے ساتھ کرتے ہین

اسی طرح جسم کے کل اعضا بھی صحت جسمانی کے لیے اپنا اپنا کام اتحاد کے ساتھ کرتے ہین۔ ایک عضو مین کچھ فرق آجاتا ہے تو اُس کا ناقص اثر کل جسم پر پہونچتا ہے اور صحت جسمانی مین فرق ڈالتا ہے ؎

	چو عضوے بدرد آورد روزگار دگر عضوہا را نماند قرار	

طبیب حاذق کا یہ کام ہے کہ جس حصہ جسم مین فرق آگیا ہے اُسکو بذریعہ دوا حالت صحت مین لاکر مریض کو شفا دے۔ طبیب مین صفات مذکورۂ ذیل ہونی چاہیین۔

اول پورا علم تشریح بدن۔ دوم امراض سے پوری واقفیت سوم جڑی بوٹیون کے خواص سے پوری آگاہی۔ چہارم صحیح تشخیص۔ پنجم ٹھیک علاج۔ ششم کامل توجہ ہفتم پوری ہمدردی جو شخص صفات مذکورۂ بالا مین سے ایک مین بھی ناقص ہے وہ طبیب نہین اگر طبابت کرتا ہے تو گناہ عظیم کا مرتکب ہوتا ہے۔ طبابت مصیبت زدہ بھائیون کی خدمت کے لیے ہے جن مین پورا رحم اور پوری ہمدردی نہین وہ ہرگز طبابت کے لایق نہین۔ مین نے عرض کیا کہ ہمارے ملک مین اول تو طبیب ہی عموماً ناقص ہین دوم بلا فیس علاج نہین کرتے۔

روایت ہے کہ ایک طبیب صاحب کے پاس ایک فقیر گیا اور کہا بابا مین کھانسی کی وجہ سے بڑی تکلیف مین ہون میرا مرض دور کردو مین تمکو بہت دعائین دونگا۔ حکیم صاحب نے فرمایا تو نے مانگ مانگ کر بہت روپیہ جمع کیا ہے کچھ ہمکو بھی دلوا۔ فقیر نے جواب دیا بابا تم کو کون منع کرتا ہے تم بھی مانگو کچھ آپ کھاؤ کچھ علاج معالجہ مین لگاؤ۔ طبیب صاحب شرمندہ ہوے اور اُسکا علاج بہت اچھی طرح کیا اور اُس روز سے مریضون سے لینا چھوڑ دیا۔ مگر افسوس ہمارے ملک مین نہ تو بے طمع طبیب ہین نہ کامل فقیر کہ جن کے الفاظ پرتاثیر ہون۔

یہ سن کر طبیب صاحب نے بہت افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ شانتی پور مین تو ایک حبہ بھی مریض سے لینا حرام سمجھا جاتا ہے۔ یہان چند طبیب حاذق ایسے ہین کہ سدابرت کے ذریعہ سے بسلروقات کرتے ہین اور کسی سے ایک کوڑی نہین لیتے۔ جناب من ہمدردی ہی کے ذریعہ سے انسان دیگر اشخاص کے دُکھ درد کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ خودغرض انسان دوسرون کی تکلیف کو ہرگز پورا نہین سمجھ سکتا کیونکہ اُس کو اُن سے پوری ہمدردی نہین ہوتی ؎

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب از دل بسوے دیدہ شد

لہذا طامع طبیب کی تشخیص و معالجہ دونون ناقص ہوتے ہین ہمدردی چشم بصیرت کا چشمہ ہے لیلیٰ کے سر مین درد اور مجنون کے دل مین بچھنی اسی جذب نہانی اور کشش باطنی کا نتیجہ ہے طبابت ایک نازک چیز ہے ہر شخص اُسکے موزون نہین ہوتا۔ پروردگار نے ہمکو جو پاک زندگی عطا کی ہے اُسکو بوقت ضرورت امداد پہونچانا ہمارا عین فرض ہے۔ لہذا جو شخص طبابت کو فرض سمجھکر کرتے ہین وہی در اصل طبیب ہین۔ ملک ہند مین زمانہ سابق مین یہ رواج تھا کہ طبیب امیرون سے روپیہ لیتے تھے اور اُس سے دوا تیار کر کے غریبون کو تقسیم کرتے تھے اگر امیرون سے اس طرح کچھ لیا جاوے تو میری رائے ناقص مین کچھ مضائقہ نہین مگر غریبون سے تو کچھ نہ لینا چاہیے۔

اب بوٹیون کے خواص کو ملاحظہ کیجیے۔ بوٹیون کی روئیدگی نشوونما اور پختگی پر چاند کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی واسطے بھگوت گیتا مین مہاراج نے فرمایا ہے کہ مین چاند ہو کر بوٹیون کو قوت عطا کرتا ہون۔ اسی وجہ سے علم طب مین چند بوٹیون کی نسبت مذکور ہے کہ انکو روشن یا تاریک نصف ماہ مین لینا چاہیے۔ بوٹیون کے آثار و خواص بڑے عجیب و غریب ہوتے ہین۔

اُن کی تاثیر اس جسم کثیف ہی تک محدود نہین بلکہ دل پر بھی پہونچتی ہے۔ ہندوستان مین زمانۂ قدیم مین جب جگیہ کرتے تھے تو سوم بوٹی کا عرق جو ایک خاص طور سے تیار کیا جاتا تھا پیتے تھے کہ جس سے وجد کی حالت طاری ہوکر طبقات اعلی کی سیر و واقفیت نصیب ہوتی تھی۔ نباتات پر محبت وہمدردی کا بھی بہت اثر ہوتا ہے۔ چند بوٹیون کو آپ نظر محبت سے روز دیکھا کیجیے و دیگر چند اُسی قسم کی بوٹیون کو کم توجہ دیجیے پھر دیکھیے کہ پہلی بوٹیان کس زور شور کے ساتھ پھلتی پھولتی ہین اور دوسری کیسی حقیر رہتی ہین حالانکہ کھاد پانی وغیرہ دونون کو برابر ملتا ہے مگر تاہم محبت کی وجہ سے دونون مین بڑا فرق ہوجاتا ہے محبت اور پیار مین ایک کشش ہوتی ہے جو ذی روح و غیر ذی روح دونون کو محبت کرنے والے کی طرف کھینچتی ہے۔ افسوس انسان اس قوت پر تاثیر سے پورے مستفیض نہین ہوتے۔ کاش کل انسان اس اکسیر اعظم سے مستفیض ہوتے۔ یہی ایک ذریعہ دنیا مین راحت و عقبی مین مغفرت کا ہے۔

اثنائے گفتگو مین مین نے آپ سے دریافت کیا کہ حفظ صحت کے آپ کیا وسائل قرار دیتے ہین آپ نے فرمایا حفظ صحت کا مخصوص وسیلہ اعتدال ہے۔ بھگوت گیتا مین مندرج ہے کہ جس شخص کو ۱۔ غذا۔ ۲۔ ورزش و تفریح۔ ۳۔ کام۔ ۴۔ خواب۔ ۵۔ بیداری۔ ان پانچ امور مین اعتدال حاصل ہے وہ اپنی تندرستی پر قادر ہے۔

(۱) غذا مین اعتدال بہت ضروری ہے کیونکہ غذا کی بے اعتدالی عموماً امراض کا سبب ہوتی ہے۔ غذا مین صحت جسمانی کا پورا لحاظ مدنظر ہونا چاہیے نہ ذائقہ کا۔ ثقیل۔ بدبو۔ باسی۔ بے میل غذا کھانے سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے۔ کھانا اسقدر کھانا چاہیے کہ پیٹ بھاری نہو۔ کچھ اشتہا باقی رہتے پر کھانا چھوڑ دینا چاہیے شکم سیر انسان اچھی طرح کام نہین کرسکتا

تھوڑا تھوڑا کئی مرتبہ کھانا چاہیے تاکہ سستی اور نیند نہ آوے اور کام کرنے کے لیے تیزی وچستی رہے جب تک ایک وقت کی غذا پوری ہضم نہ ہولے دوسری غذا معدہ مین نہ پہونچنی چاہیے۔ بدہضمی مین کھانا مثل زہر کے کام کرتا ہے۔ بھوک کے وقت نہ کھانا اور بے بھوک کھانا دونون بیماری کا سبب ہوتے ہین۔

روایت ہے کہ ملک یونان مین ایک طبیب صاحب کسی رئیس کے دلی دوست تھے۔ ایک روز رئیس صاحب کی کسی دوست نے شام کو دعوت کی طبیب صاحب نے اُنکو بہت سمجھایا کہ آپ دعوت ہرگز قبول نہ کیجیے کیونکہ ایسے جلسون مین عموماً انواع و اقسام کے ثقیل بے میل کھانے تیار کیے جاتے ہین جن مین مدنظر ذائقہ ہوتا ہے نہ صحت جسمانی۔ بے وقت کھانا ملتا ہے اور بے بھوک کھایا جاتا ہے۔ لہذا ایسی غذا سے ہمیشہ پرہیز لازم ہے۔ دوم رات کو معمول سے زیادہ جاگنا ہوتا ہے۔ سوم وقت بہت ضائع ہوتا ہے پس اس بے اعتدالی سے باز آئیے۔ رئیس صاحب نے باوجود ہدایت طبیب صاحب کے اس دعوت کو منظور کرلیا مروت کی وجہ سے انکار نہ کرسکے طبیب صاحب نے پولیس مین جاکر رپٹ کردی کہ فلان صاحب خودکشی پر آمادہ ہین پولیس اسکا تدارک کرے چنانچہ انسپکٹر نے رئیس صاحب کو طلب کیا اور اس مخبری کا مضمون سنایا۔ رئیس صاحب نے کل کیفیت بیان کردی۔ انسپکٹر صاحب نے طبیب صاحب کو بلاکر پوچھا تو معلوم ہوا کہ رئیس صاحب کا بیان صحیح ہے۔ طبیب صاحب نے بیان کیا اگر یہ رئیس اس جلسہ مین شریک ہونگے تو اول تو غذا مین بے اعتدالی ہوگی دوم خلاف معمول شب بیداری ہوگی لہذا بیماری کا تخم بوجائیگا جو دیگر بے اعتدالیون سے نشو و نما پاکر آخر کار ایک خوفناک دہشت انگیز شکل مہلک مرض ہوجائیگا۔ پس دعوت مین جانا خودکشی کا تہیہ کرنا ہوا انسپکٹر صاحب نے مسکرا کر مقدمہ خارج کیا۔ یہ ہے تو مبالغہ مگر اصلیت پر مبنی ہے بعض وقت ذرا سی بے اعتدالی

بہت خرابی کا سبب ہوتی ہے اور خوفناک نتائج پیدا کرتی ہے۔ مین نے خود دیکھا ہے کہ زکام مین تھوڑی بے اعتدالی سے کھانسی پیدا ہوگئی بعد کو لاپروائی و دیگر بے اعتدالیون سے ترقی پاکر تپ دق کے درجہ کو پہونچ گئی اور آخرکار وہی کھانسی باعث ہلاکت ہوئی بیماری کی جڑ کھانسی و لڑائی کی جڑ ہانسی۔ اس لیے غذا مین بہت اعتدال کی ضرورت ہے۔ اکثر انسان بوجہ ذائقہ اُس کا پورا لحاظ نہین رکھتے اور انواع و اقسام کے امراض مین گرفتار ہوجاتے ہین۔ فی صدی نوتے بیماریان عموماً غذا کی بے اعتدالی سے پیدا ہوتی ہین۔ لہذا تندرستی قائم رکھنے کے لیے اعتدال غذا بہت ضروری ہے جسکی طرف پوری توجہ چاہیے۔

بغرض حفظ صحت انسان کو غذا مین امور ذیل کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(۱) مقوی و زود ہضم غذا کھائے۔ (۲) بھوک مین کھائے۔ (۳) بھوک سے کم کھائے۔ (۴) آہستہ آہستہ خوب چبا کر کھائے تاکہ مُنھ کا لعاب خوب ملنے سے غذا جلد ہضم ہو۔ غذا مین زیادتی دو وجہ سے ہوتی ہے۔ ۱۔ مرغوب ذائقہ کی وجہ سے جو محض فرضی و خیالی ہے۔ ۲۔ اس خیال سے کہ زیادہ کھانے سے زیادہ طاقت ہوگی حالانکہ کم غذا جو خوب ہضم ہو زیادہ غذا سے جو کم ہضم ہو زیادہ طاقت دیتی ہے۔ ان دو غلطیون کی وجہ سے انسان اکثر بیمار رہتے ہین۔

(۲) ورزش بھی تندرستی کے لیے بہت ضروری ہے۔ بلا ورزش صحت جسمانی قائم نہین رہ سکتی۔ جسم کو کسی قسم کی حرکت دینا ورزش کہلاتی ہے۔ ڈنڈ مگدر وغیرہ کا استعمال۔ گھوڑے یا گاڑی کی سواری چہل قدمی وغیرہ ورزش مین داخل ہین۔ علی الصباح دو تین میل بستی سے باہر پاک وصاف ہوا مین چہل قدمی حفظ صحت کے لیے بہت مفید ہوتی ہے اور بصارت کو نافع۔ ایک حکیم صاحب فرماتے تھے کہ صبح کی چہل قدمی آنکھ کے لیے میرے کا سرمہ ہے اسلیے اوس کا ربط انسان کو ضرور چاہیے۔ کھیل تماشے۔ سیر و تفریح بھی تندرستی کی ممد و معاون

ہوتی ہین جو ورزش تفریح کے ساتھ ملی ہوتی ہے مثلاً فٹ بال کرکیٹ وغیرہ وہ بمقابلہ اُن ورزشون کے جن مین محض مشقت ہوتی ہے زیادہ مرغوب و پسندیدہ ہوتی ہین کیونکہ تفریح کی وجہ سے اُن مین محنت و مشقت معلوم نہین ہوتی - ورزش و تفریح مین اعتدال ضرور ہونا چاہیے کیونکہ حد اعتدال سے تجاوز بیماری کا سبب ہوتا ہے -

(۴) کام کرنے مین وقت و صحت جسمانی کا خیال ضروری ہے - جسقدر اور جتنے وقت تک جسم محنت برداشت کرسکے اُتنا ہی کام کرنا چاہیے نہ کم و بیش کام کم کرنے سے انسان سُست ہوجاتا ہے اور زیادہ محنت کرنے سے بیمار ہوجاتا ہے پس کام کرنے مین اعتدال کا خیال ضرور چاہیے - بعض شخص کام مین ایسے مشغول رہتے ہین کہ اُنکو کھانے پینے کی بھی خبر نہین رہتی جب کام سے فرصت پاتے ہین تو بے وقت کھانا کھاتے ہین - جو دِقّت سے ہضم ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخرکار بیمار ہوجاتے ہین اور عرصے تک کام کرنے کے لائق نہین ہوتے - بجائے اسکے اگر وہ اعتدال کے ساتھ کام کرتے تو تندرست بھی رہتے اور کام بھی اُسی قدر کرتے جو اُنھون نے بے اعتدالی سے کیا اور بعد کو بیمار ہوگئے - خلاف اسکے بعض اشخاص جن کو فراغ حاصل ہے کاہلی و کام نہ کرنے سے اکثر بیماری مین مبتلا رہتے ہین -

روایت ہے کہ ایک شہزادہ لذیذ غذا کھانے اور محنت و ورزش نہ کرنے سے اسقدر موٹا ہوگیا کہ اُسکو چند قدم چلنا بھی مشکل ہوگیا - بہت طبیبون نے علاج کیا مگر صحت نہ ہوئی - آخرکار ایک دانا طبیب نے اُسکا معالجہ شروع کیا - بادشاہ نے کہا کہ اگر تم شہزادے کو اچھا کردوگے تو تم کو بہت انعام ملیگا - اُس نے بادشاہ سے وعدہ کیا کہ مین شہزادے کو اچھا کردونگا - وہ سمجھ گیا کہ شہزادہ سُستی اور کاہلی کی وجہ سے موٹا ہوگیا ہے - پس اُسنے ایک گیند بلّا تیار کرایا اور کہا کہ مین نے اس بلّے مین کچھ دوا رکھدی ہے - اگر شہزادہ اس گیند بلّے سے ہر روز کھیلا کریگا تو دوا

اُسکے مساموں کی راہ جسم مین پہونچیگی اور اپنا اثر کریگی - دوا کچھ نہ تھی صرف ورزش کرانا منظور تھا۔ چنانچہ چند ہم عمر لڑکے شہزادے کو کھلانے کے لیے مقرر ہوئے شروع مین تو شہزادے کو تکلیف ہوئی مگر آہستہ آہستہ جی لگنے لگا اور آخر کار اُنکو کھیل کا بہت شوق ہوگیا - بعد کو گھوڑے کی سواری پر فوج کی قواعد کرانا شروع کیا اور بتدریج اُس سے سرکاری کام لینے لگا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عرصے مین شہزادہ خوب تندرست ہوگیا اور طبیب صاحب کو بہت انعام ملا -

(۴) و (۵) خواب و بیداری مین بھی اعتدال چاہیے معین وقت تک انسان کو سونا چاہیے معمولی انسان کے لیے اطبا عموماً ۶ گھنٹے خواب کے لیے کافی سمجھتے ہین - دن کو نہ سونا چاہیے صرف موسم گرما مین تھوڑی دیر سونا جائز ہے -

کشد مرد را آب شب خواب روز

رات کے دس بجے سے صبح کے چار بجے تک ٹھیک وقت سونے کا ہے - رات کا جاگنا بھی ویسا ہی تندرستی کو مضر ہوتا ہے جیسا کہ دن کا سونا - میری رائے ناقص مین چوبیس گھنٹے کی تقسیم اس طرح پر ہونی چاہیے - چھ گھنٹے خواب کے لیے - چھ گھنٹے ضروریات - غسل - غذا - ورزش و تفریح کے لیے - چھ گھنٹے کارروائی دنیوی کے لیے - چھ گھنٹے انسان کی خدمت اور خدا کی عبادت کے لیے - عبادت کے لیے نہایت موزون وقت قبل از طلوع آفتاب و بعد از غروب آفتاب ہے کیونکہ یہ ستوگنی وقت ہوتا ہے - جس مین دل عبادت مین خوب لگتا ہے - صبح کے چار بجے سے آٹھ بجے تک ستوگنی وقت ہوتا ہے - آٹھ بجے سے بارہ بجے تک رجوگنی - اور بارہ سے چار تک تموگنی - پھر شام کے چار سے آٹھ تک ستوگنی آٹھ سے بارہ تک رجوگنی - اور بارہ سے چار تک تموگنی - صبح کا وقت دو گھنٹہ قبل از طلوع آفتاب براہمی مہورت کہلاتا ہے - یہ وقت عبادت کے لیے نہایت موزون ہوتا ہے - عابد ہی اس سے

مستفیض ہوتے ہین۔ عوام اس نعمت بے بہا کو سونے مین برباد کرتے ہین۔

چونکہ ہمیشہ پورا اعتدال نہین ہوتا گاہے گاہے بے اعتدالی ہو ہی جاتی ہے۔ جیسے بعض وقت رات کو زیادہ جاگنے کا اتفاق ہو جاتا ہے۔ بعض وقت نادانستہ ایسے کھانے کھائے جاتے ہین جو بے میل ہوتے ہین مثلاً دودھ کے ساتھ نمک یا کھٹائی وغیرہ وغیرہ اس لیے ایسی بے اعتدالیون کی اصلاح برت اور دوا کے ذریعہ سے ہونی چاہیے۔ جو رطوبات کثافت و گرانی جسم مین بلاناغہ کھانے سے جمع ہو جاتی ہین اور آخرکار باعث بیماری ہوتی ہین وہ برت سے تحلیل ہو جاتی ہین اور جسم ہلکا اور بھلا چنگا ہو جاتا ہے۔ صفرا جو ہضم طعام کا جزو اعظم ہے وہ بھی بلاناغہ کھانے سے اجتماع رطوبات ناقصہ کی وجہ سے دھیما ہو جاتا ہے۔ برت سے وہ درست ہوکر اپنا کام ٹھیک کرتا ہے۔ گویا برت ایک قسم کا ماء الجبن ہے کہ جس سے جسم نیا ہو جاتا ہے۔ ہفتہ مین کم از کم ایک برت رکھنا ہی چاہیے۔ برت مین نرا ہار یعنی فاقہ اول درجہ کا ہے۔ ایک وقت تھوڑا گاے کا دودھ پی کر رہنا دوسرے درجہ کا۔ اور پھلاہار یعنی دانے سیریع الہضم پھل کھا کر رہنا تیسرے درجہ کا۔ یہ بھی مختصر معمولی غذا سے بقدر چہارم ولے دن مین ایک بار اس سے زیادہ کھانا برت مین شامل نہین ہے۔ آجکل تو برت کا دن روز عید سمجھا جاتا ہے جیسے لذیذ کھانے برت کے دن بنتے ہین ویسے اور روز نہین بنتے۔ برت سے محض جسم ہی کی درستی نہین ہوتی برت محض فاقہ کا نام نہین بلکہ اُس سے دل مین ستوگن کی زیادتی ہوتی ہے جس سے خداپرستی کی طرف رجحان ہوتا ہے اور عبادت مین جی لگتا ہے۔ برت کا دن عبادت کے لیے مخصوص ہونا چاہیے نہ کہ کھانے کے لیے

جب نتائج بے اعتدالی اس حد کو پہونچ جائین کہ اُن کی اصلاح برت سے نہو سکے تو دوا کا استعمال کرنا چاہیے۔ اکثر انسان شروع ناسازی مین لاپروائی کرتے ہین اور جب مرض

زیادہ ہوجاتا ہے تو اُسکی طرف توجہ کرتے ہین جبکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علاج دقّت طلب ہوجاتا ہے اور بعض وقت کارگر نہین ہوتا کیونکہ مرض مہلک ہوجاتا ہے ؎

کسی نے یہ لقمان سے جاکے پوچھا
کہا دُکھ جہان مین نہین کوئی ایسا

مرض تیرے نزدیک مہلک ہین کیا کیا
کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا

مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھین
کہے جو طبیب اُس کو ہذیان سمجھین

دوا اور پرہیز سے جی چُرائین
مریض اس طرح کے شفا کیسے پائین

یون ہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائین
مرض اُن کے مہلک اطبا بتائین

طبیبون سے ہرگز نہ مانوس ہون وہ
یہان تک کہ جینے سے مایوس ہون وہ

انسان کو چاہیے کہ مرض کو چھوٹا نہ سمجھے بلکہ اُسکو دشمن جانی سمجھکر علاج فوراً شروع کرے اور علاج بھی طبیب حاذق کا ہو نہ ایسے ویسے طبیب کا جو نتائج کہ شروع مرض مین لاپروائی سے پیدا ہوتے ہین وہی نتائج ناقص طبیب کے علاج سے پیدا ہوتے ہین بلکہ اُس سے بدتر۔ شانتی پور مین بلاسند یافتہ طبیب علاج نہین کرنے پاتے ۔گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ناقص اطبا کو علاج نہ کرنے دے۔

جو لوگ پورے اعتدال کے ساتھ رہتے ہین اُنکو دوا کی بہت کم ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ عموماً بیمار نہین ہوتے۔ شانتی پور کے باشندے ایسے ضابطہ ہین کہ پچاس سال کا سن یہان عین شباب سمجھا جاتا ہے اور اکثر انسان شادی اسی عمر مین کرتے ہین۔ صرف ایک دو اولاد ہونے پر زن و مرد دونون عموماً پرہیزگار رہ جاتے ہین اور عمر دراز کو پہونچتے ہین۔

سو برس کی عمر یہان معمولی خیال کی جاتی ہے۔ بعض اُس سے بھی تجاوز کر جاتے ہین۔
علاوہ اس وسیلہ حفظ صحت کے جسم اور کپڑے اور مکان کی صفائی پر پوری توجہ چاہیے
صاف ہوا مین رہنا چاہیے۔ پانی صاف و شیرین پینا چاہیے۔ خواہشات و خیالات کا بھی
جسم کثیف پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ ناپاک خواہشات و خیالات سے انواع و اقسام کی بیماریان پیدا
ہوتی ہین لہذا پاک و نیک خواہشات و خیالات کو دل مین جگہ دینا چاہیے۔
اسکے بعد مین نے آپ سے کہا کہ اگر خلاف تہذیب نہو تو مین آپ کے کچھ حالات ذاتی سننا
چاہتا ہون۔ مسکرا کر فرمایا کہ مین ایک معمولی انسان ہون۔ میرے والدین نے مجھکو حسب مقدرت
عمدہ تعلیم دی۔ میلان شروع سے میلان طبع طبابت کی طرف تھا۔ بعد معمولی تعلیم کے مین نے
سات برس مدرسہ طب مین اطباے حاذق سے علمی و عملی تعلیم پائی۔ چونکہ مجھکو فکر معاش سے
فراغ حاصل تھا اس لیے مین نے طبابت کو ذریعہ خدمت انسان سمجھکر اختیار کیا۔ مجھ مین نہ تو
علمی لیاقت اسقدر ہے کہ انسان کو کما حقہ تلقین کر کے راہ راست پر لا سکون نہ اسقدر روحانیت
ہے کہ اُسکو قلبی قوت کے ذریعے سے نفع پہونچا سکون۔ پس ادنے درجہ کی خدمت کا
ذریعہ جو مجھکو حاصل ہے اُسی کو مین نے اختیار کیا اور مین اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا
ہون کہ اپنے بھائیون کی خدمت کا مجھکو موقع ملا۔ مین بہت تھوڑے مریضون کا علاج کرتا ہون
کیونکہ زیادہ مریضون کی طرف پوری توجہ نہین ہوسکتی مگر جنکا مین علاج کرتا ہون پوری توجہ و
ہمدردی سے کرتا ہون۔ مین نے بوٹیون کے جوہر نکال رکھے ہین جو بڑے سریع التاثیر ہین۔
اور تشخیص صحیح ہو تو دفع امراض مین تیر بہدف ہوتے ہین۔ میری ذات باری سے ہمیشہ یہی
استدعا رہتی ہے ؎

میرے احباب کے اور میرے دل مین ہے تمنا یہی　　　　تمہ یہ مخلوق کی خدمت سر آنکھون سے بجا لائین

طبیب صاحب کا بہت بہت شکریہ ادا کر کے مین اُن سے رخصت ہوا اور دھرم شالے
مین واپس آیا۔

ایک روز مین پریم نگر کی ٹھنڈی سڑک پر ہوا کھانے گیا۔ آہستہ آہستہ جا رہا تھا کہ سڑک کے کنارے ایک بڈھا بیٹھا نظر آیا۔ مین اُسکے پاس بیٹھ گیا اور باتین کرنے لگا۔ اثنا گفتگو مین مین نے اُس سے پوچھا کہ کوئی سادھو فقیر اہل حقیقت بھی اس بستی مین رہتے ہین جن سے انسان فیض پاوے۔ بڈھا مسکرا کر بولا کہ آپ یہان کے ساکن نہین معلوم ہوتے کوئی مسافر ہین ورنہ یہ سوال مجھ سے ہرگز نہ کرتے۔ یہان فقر ظاہری بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ گیروا لباس کی یہان عزت نہین کیجاتی۔ جو صاحب یہان اہل باطن ہین اُن کو آپ ہرگز نہ پہچان سکین گے بلکہ اُنکو اسقدر معاملات ظاہری مین مشغول پائینگے کہ ہرگز ہرگز یہ گمان نہو گا کہ وہ اہل حقیقت ہین۔ ایک مدت آپ اُن کے پاس رہین اگر آپ مین قابلیت نہین ہے تو آپ اُن کو بڑے دنیا دار سمجھین گے۔ شہ اہل باطن۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل حقیقت کو اہل بصیرت ہی سمجھ سکتا ہے۔ دوم یہ جو آپنے کہا کہ اُن سے انسان فیض پاوے غلط فہمی پر مبنی ہے۔ انسان جو کچھ پاتا ہے اپنے اعمال سے پاتا ہے ہان فیض رسانی بھی ایک چیز ہے مگر وہ بھی پچھلی کمائی سے میسر ہوتی ہے اتفاقیہ ہرگز نہین۔ انتظام عالم قوانین دائمی پر مبنی ہے امر اتفاقیہ کی اُس مین گنجائش نہین۔ اسی عرصہ مین ایک صاحب سڑک پر جاتے تھے بڈھے نے کہا آپ ان سے رجوع کیجیے اگر آپ مین قابلیت ہے تو کچھ پا جائیے گا۔ آپ شانتی پور کے قطب ہین۔ اکثر صاحب اُن کو ایک سیدھا انسان سمجھتے ہین معدودے چند اہل بصیرت ہی اُن کو جانتے ہین اور اُن سے فیض پاتے ہین۔ مین آپکے پیچھے ہو لیا۔ فربہ قد۔ گول چہرہ۔ سرخ سفید رنگ۔ سنجیدہ مزاج سلیم الطبع۔ خندان پیشانی نفیس ہیٹ کوٹ پتلون۔ روسی چمڑے کے زردی مائل بوٹ سے ملبوس ہاتھ مین ملاکا کا بید چاندی کی

موٹھ سے مزین خرامان خرامان ٹھنڈی سڑک پر جا رہے تھے۔ مین سمجھا کہ کوئی عالی مرتبت انگریز
ہین۔ اللہ ری متانت گھر پہونچنے تک نہ مُنھ پھیر کر میری طرف دیکھا نہ بات کی۔ جب مکان کے
دروازے پر پہونچے تو فرمایا آپ کون ہین اور کیون میرے ہمراہ دیر سے آتے ہین۔ مین نے
بہت ادب سے عرض کیا کہ مین آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہون اگر آپ تشریف رکھین تو مین عرض
حال کرون۔ فرمایا بہتر آپ تشریف رکھیے مین لباس تبدیل کر کے ابھی حاضر ہوتا ہون اور خادم
کو اشارہ کیا کہ آپ کو نشستگاہ مین بٹھاؤ۔ خادم نے مجھکو ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ کمرے مین خوشرنگ
دبیز قالین کا فرش تھا اور اُس پر چند مکلّف کرسیان لگی ہوئی تھین اور چیدہ تصویرین دیوارون پر
آویزان تھین مین ان تصویرون کو دیکھ رہا تھا کہ اتنے مین آپ تشریف لائے۔ سر کھُلا ہوا چھوٹے
گھونگھر والے بال انگریزی فیشن سے کٹے ہوے۔ ریشمی قمیص اور تنزیب کی دھوتی زیب تن مخملی بوٹیدار
جوتی زیب پا۔ آرام چوکی پر آ کر بیٹھ گئے اور میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہو کیا کہتے ہو مین نے ادب کے ساتھ
عرض کیا کہ حضور مین ایک مسافر ہون تلاش حق مین یہانتک پہونچا ہون اگر اجازت ہو تو گاہے
گاہے قدمبوسی کو در دولت پر حاضر ہوا کرون۔ فرمایا کہان مقیم ہو۔ مین نے کہا کہ مین دیا نگر کے دھرم شالہ
مین ٹھہرا ہون۔ بعد کو تفتیش حال کے کئے مختلف مضامین پر گفتگو کرتے رہے آخر کو فرمایا جب فرصت
ہوا آیا کیجیے۔ میری فرصت کا وقت شام کو بعد ہوا خوری ہے۔ یہ کہکر مجھکو رخصت کیا۔ اس خُلق
و مہربانی و مسافر نوازی سے پیش آئے کہ بیان نہین ہو سکتا۔ مین سمجھ گیا کہ یہ میری خوش قسمتی اور
تعلقات سابقہ کا نتیجہ ہے کیونکہ آپ کو اغیار سے ملنے مین بہت تکلف تھا۔ بعد کو مین چند بار
خدمت شریف مین حاضر ہوا تو تخلی بالطبع ہو کر مجھسے ملنے لگے۔ پریم نگر مین ایک عمدہ کوٹھی مین
رہتے تھے۔ بڑے عالم و فاضل تھے اور شانتی پور کی تعلیم باطن آپ کے سپرد تھی مگر اسکو تعلیم
ظاہری کی نگرانی مین ایسا پوشیدہ کر رکھا تھا کہ وہم و گمان بھی نہین ہوتا تھا کہ آپکو باطن سے کچھ بھی

مناسبت ہوگی۔گفتگو مین ایک کلمہ بھی روحانی مضامین کی نسبت زبان مبارک سے نہین نکلتا تھا۔ہان چیدہ اشخاص کے جلسہ مین حسب موقع کچھ کہہ دیتے تھے اور افراد کو ہدایت و تعلیم کرتے تھے۔اُن کے مشکلات حل کرتے تھے اور روحانی ترقی مین اُن کو امداد دیتے تھے۔

صرف آپ کے پاس خاموش بیٹھنے سے اہل ظرف فیض پاتے تھے۔جو شخص کچھ بھی قابلیت رکھتا تھا اُن کے فیض صحبت کو محسوس کرتا تھا۔عوام کے روبرو نہایت کم سخن و سنجیدہ۔مگر خواص کے جلسہ مین مخلّی بالطبع ہوتے تھے۔ظاہر مین بڑے تزک و شان سے رہتے تھے۔مگر باطن مین تارک تھے۔خارجاً خوش و خرم معلوم ہوتے تھے مگر باطناً مرکز تکالیف شدید رہتے تھے کچھ اپنی وجہ سے کچھ دوسرون کی وجہ سے۔باوجود دنیوی لباس و زندگی آپ ہمیشہ وحدت مین قیام پذیر رہتے تھے۔آپ کو صرف وہی شخص سمجھ سکتے تھے کہ جو اُن کے قرب باطن کا موقع پاتے تھے۔مجھپر آپ بہت مہربان تھے اور میری ظرافت آمیز گفتگو کو پسند کرتے تھے۔ایک روز تخلیہ مین مین نے عرض کیا کہ مجھکو کیا ہدایت ہوتی ہے مین کیا کرون کہ منزل مقصود کو پہونچون۔فرمایا شانتی پور کی سکونت اختیار کرو اور عقیدہ ٹھیک رکھو باقی دیکھا جائیگا۔مین نفس مطلب کو سمجھ گیا اور اُس روز سے مین نے آپ سے اپنی نسبت کچھ نہ کہا۔جو فیض کہ مجھکو آپ سے پہونچا اور پہونچتا ہے میری زبان نہین کہ بیان کر سکے۔

اب مین پنڈت جی موصوف کے چند مقولات تحریر کرتا ہون جو مین نے وقتاً فوقتاً اثناء گفتگو مین جمع کیے۔

(۱) ایک روز آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جسقدر طالب اپنے آپ پر ضبط حاصل کرتا ہے اُسی قدر حصول مطلب مین کامیاب ہوتا ہے۔ہمیشہ اپنے کرتوت کا پھل پاتا ہے۔امداد صرف اس قدر ہوتی ہے کہ راستہ بتا دیا جاتا ہے مگر چلنا اُسکو اپنے ہی

بیرون پڑتا ہے۔

(۲) ایک روز اثنار گفتگو مین آپ نے فرمایا کہ سچی طلب طالب کو راہ راست پر پہونچا دیتی ہے ع

شوق در ہر دل کہ باشد رہبری در کار نیست

بعد کو اوسکو اثنار راہ مین برابر رہبر و مددگار ملتے جاتے ہین۔

نقل ہے کہ ایک شخص ایک فقیر صاحب کے پاس جایا کرتے تھے اور اُس سے التجا کرتے تھے کہ مجھے خدا سے ملنے کا طریقہ بتاؤ مین طالب خدا ہون۔ایک روز جب اُنھون نے بہت اصرار کیا تب فقیر صاحب نے فرمایا کہ آج بتائین گے۔کچھ عرصے کے بعد اُن سے کہا چلو دریا مین اشنان کر آئین۔جیون ہی دونون دریا مین گھسے اور طالب صاحب نے غوطہ لگایا فقیر نے اُن کو کچھ عرصہ تک پانی کے اندر دبا رکھا۔طالب صاحب سانس لینے کا موقع نہ پاکر بہت بیاکل اور بےچین ہوگئے اور پانی سے نکلنے کی از حد کوشش کرنے لگے۔چند منٹ بعد جب فقیر صاحب نے چھوڑا تب سانس لی اور جان مین جان آئی۔فقیر نے پوچھا کہ آپ پانی سے نکلنے کی اسقدر کوشش کیون کرتے تھے۔جواب دیا کہ سانس رکنے کی وجہ سے مین بڑا بےچین تھا۔اسی وجہ سے پانی سے نکلنے کی کوشش کرتا تھا۔فقیر صاحب نے فرمایا کہ خدا سے ملنے کے لیے بھی کبھی آپ ایسے بےچین ہوے اور ایسی کوشش کی۔جواب دیا کہ کبھی نہین۔فقیر نے کہا کہ ہنوز آپ مین سچی طلب نہین پیدا ہوئی ہے جب خدا سے ملنے کے لیے ایسے بےچین ہونگے جیسے کہ پانی کے اندر تھے تب اُس سے ملنے کا کوئی طریقہ بھی مل جاویگا ۝

ہم خدا خواہی و ہم دنیاے دون

این خیال ست و محال ست و جنون

(۳) ایک مرتبہ آپ سنے فرمایا کہ طالب کی قوت ضبط آزمائش کے وقت دیکھی جاتی ہے شیاطین کے اغواسے جو نفس امارہ کے حملے ہوتے ہین اُن مین مستقیم رہا تو وہ قابل اطمینان سمجھا جاتا ہے اور اُسکی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

(۴) ایک روز آپ نے فرمایا کہ جس طرح بہتے دریا سے انسان اپنی پیاس بجھاتے ہین اُسی طرح طالب صادق حسب ظرف اہل باطن سے فیض پاتے ہین۔

(۵) ایک مرتبہ ایک صاحب نے آپ سے سوال کیا کہ پُرانون مین جو سات سمندر دہی دودھ وغیرہ کے لکھے ہین وہ تو نظر نہین آتے اُن سے کیا مُراد ہے۔ فرمایا ہفت طبقات عالم۔

(۶) ایک روز ایک صاحب نے آپ سے دریافت کیا کہ ارجن نے سُرگ لوک مین جاکر اندر سے استر دیا سیکھی یہ کثیف جسم تو سُرگ مین جا ہی نہین سکتا۔ پھر اسکے کیا معنی ہین۔ آپنے فرمایا بذریعہ کار ن شریر یہ ممکن ہے۔

(۷) ایک مرتبہ آپ سنے فرمایا کہ حصول روحانیت چندان بیرونی افعال پر موقوف نہین بلکہ اُس رجحان وشوق باطنی وتزکیہ خودی پر منحصر ہے کہ جو فانی مین سیری نہ پاکر طالب کو ہمیشہ باقی کی طرف متوجہ کرتے ہین ۔

	نماز زاہدان سجدہ سجود است نماز عاشقان ترک وجود است	

(۸) ایک روز آپ سنے فرمایا کہ جسقدر طالب اپنے ہمجنسون کی مدد کرتا ہے اُسی قدر اُسمین روحانیت واستحقاق پیدا ہوتا ہے ۔

	طریقت بجز خدمت خلق نیست بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست	

(۹) ایک روز مین نے آپ سے سوال کیا کہ اکثر طالب ترقی روحانی کے خواہان رہتے ہین سادھو فقیرون سے ملتے ہین اور پوچھ گچھ بھی کرتے ہین مگر اُن کو تسکین نہین حاصل ہوتی اس کا کیا سبب ہے فرمایا وہ درصل طالب خود ہی ہین نہ طالب خدا ۔ ہمیشہ یہی کوشش کرتے ہین کہ اُن کو کچھ ملے ۔ دنیا مین نہین تو عقبیٰ مین ظاہر مین نہین تو باطن مین یہ طریقہ روحانی ترقی کا نہین ہے تزکیہ خودی سالک کا فرض عین ہے ۔ مین نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ جب انسان مین طلب روحانیت پیدا ہوگی تو وہ ضرور روحانی ترقی کا خواہشمند ہوگا کیونکہ بلا مقصد کوئی کام نہین ہوتا ۔ فرمایا روحانی ترقی کے چار منازل ہوتے ہین ۔ اول طلب دنیا و قیام عیش نگر ۔ دوم طلب عقبیٰ و بود و باش دینداز نگر عامل نگر و عالم نگر ۔ سوم فنائے طلب و سکونت شانتی پور ۔ چہارم حصول معرفت و قیام آزاد نگر و سرور نگر ۔

روایت ہے کہ ایک صاحب ایک سادھو کے پاس جایا کرتے تھے اور اُس سے ملتجی تھے کہ مجھکو خدا سے ملنے کا طریقہ بتاؤ ۔ مین طالب خدا ہون ۔ ایک روز جب وہ بہت بضد ہوئے تو سادھو نے کہا کہ فلان گھسیارے کے پاس جاؤ اور وقت تو وہ تمکو نہ ملیگا مگر فلان مقام پر شام کو گھاس بیچنے جاتا ہے اُس وقت تم اُسکے قریب جاکر کھڑے ہوا کرو اور اُس سے کچھ نہ کہو ۔ اگر تم مین کچھ قابلیت ہے تو حصول مطلب کو پہونچ جاؤ گے مگر جب اُسکی کسوٹی پر پورے اُترو گے تو وہ تمھاری طرف التفات کریگا ورنہ ہرگز نہین چنانچہ حسب ہدایت یہ صاحب اُس گھسیارے کے پاس جاکر ایک طرف کھڑے ہو جاتے تھے ۔ وہ سمجھ تو گیا مگر دانستہ اُن کی طرف متوجہ نہوا ۔ کچھ عرصے کے بعد ایک روز اُس نے پوچھا کہ آپ یہان گرد و غبار مین کیون روز کھڑے رہتے ہین ۔ جواب دیا کہ مین آپ کی نظر عنایت کا مستدعی ہون گھسیارے نے کہا شاید آپ سے کسی نے مذاق کیا ہے اور دل لگی کے لیے آپ کو مجھ ناچیز کے پاس

بھیجا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہین کہ اگر مین کسی لائق ہوتا تو گھاس کیون بیچتا۔ یہ کہکر وہ گھاس کے بیچنے مین مصروف ہوگیا۔ اور یہ صاحب ایک جانب کھڑے ہوکر سوچنے لگے کہ کہتا تو صحیح ہے۔ بھلا جس شخص مین کچھ فقر و ریاضت کا زور ہوگا وہ گھاس کیون بیچے گا۔ مگر پھر بھی دو چار روز امتحاناً برابر جاتے رہے۔ ایک روز ایک سپاہی آیا اور گھسیارے سے کہا کہ گھاس ہمارے ہمراہ لے چل۔ چنانچہ حسب الحکم گھسیارہ گھاس کا گٹھا سر پر رکھکر اُس سپاہی کے ساتھ ہولیا۔ طالب صاحب بھی اُسکے پیچھے پیچھے چلدیے جب سپاہی اپنے مکان پر پہونچا تو اُس نے گھاس تڑوالی اور گھسیارے سے کہا کہ جا بھاگ اپنا رستہ لے۔ گھسیارے نے ہاتھ جوڑکر کہا میری معاش کا یہی ایک ذریعہ ہے کچھ دیدو ورنہ آج مین اور میرے بال بچے بھوکے رہینگے۔ سپاہی نے چند گالیان طمانچے اور دھکے دیکر مکان سے واپس کیا۔ گھسیارہ روتا چلاتا چلدیا اور طالب خدا سے کہا جناب دیکھیے بعض انسان کیسے بیرحم ہوتے ہین کہ غریب بیکسون پر ظلم و تعدی کرتے ہین۔ اب تو آپ نے میری بے بسی و بے کسی بچشم خود دیکھ لی۔ طالب صاحب نے کہا واقعی سادھو صاحب نے بطور مذاق مجھے تیرے پاس بھیجا تھا تجھسے تو مین ہی بہتر ہون کسی کی مجال نہین کہ میری طرف ترچھی نظر سے دیکھ سکے یہ کہکر وہ سادھو صاحب کے پاس پہونچے اور کل کیفیت بیان کی اور کہا کہ آپ نے تو مجھ سے خوب دل لگی کی کہ اُس ناچیز گھسیارے کے پاس مجھے بھیجا اگر اُس مین کچھ بھی قوت و زور ہوتا تو اُسکی ایسی دُرگت کیون ہوتی۔ سادھو نے کہا کہ آپ طالب خودی ہین نہ طالب خدا۔ گھسیارے نے صرف آپ کا امتحان لیا اُسکو اس قدر قوت حاصل ہے کہ سپاہی بیچارہ تو کیا چیز ہے چاہے تو تخت سلطنت کو اُلٹ دے۔ مگر ایسا ضابط و متحمل ہے کہ بیان مین نہین آسکتا۔ اگر آپ کو ایسی قوت ہوتی تو سپاہی کو

ہلاک ہی کر ڈالتے آپ مین ابھی مادہ نہین کہ اُسکو پہچان سکین۔ اہل خودی اہل بصیرت نہین ہوتے ہے

	اپنی خودی ہی پردہ ہے دیدار کے لیے ورنہ کوئی نقاب نہین یار کے لیے	

(۱۰) ایک بار مین نے آپ سے دریافت کیا کہ سچّے دینداروں کو مین عموماً تکلیف مین پاتا ہون اسکا کیا سبب ہے۔ فرمایا اہل باطن کو تکلیف ہونا ہی چاہیے۔ کیونکہ اُنھون نے اپنے آپ کو اپنی اور اپنے بھائیون کی تکالیف کا مرکز بنایا ہے۔ نروان کا راستہ تکالیف کے پتھرون سے بنا ہے اور اُس پر اہل ضبط و تحمل ہی چل سکتے ہین۔ اِس پر مین نے سوال کیا کہ دیگر اشخاص کی تکالیف سے اُن کو کیا واسطہ۔ فرمایا کہ امداد بلا تکلیف نہین ہوتی۔ طبقات اعلیٰ مین امداد اعلیٰ درجہ کی تکلیف سے ہوتی ہے۔ لہذا طلب امداد خودغرضی پر مبنی ہے اس لیے اُس سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے۔ علاوہ ازین طلب امداد سے امداد نہین ہوتی بلکہ استحقاق امداد سے امداد ہوتی ہے ہے

	تقدیر کا لکھا ہے سو پہونچیگا آپ سے پھیلائیے نہ ہاتھ نہ دامن پسارئیے	

شانتی پور کے باشندے اسکو ترجیح دیتے ہین کہ کالے ناگ اُنکو ڈس لین بہ نسبت اسکے کہ وہ طلبجی امداد ہون۔ تب مین سمجھا کہ شانتی پور کی سکونت کیسی مشکل چیز ہے۔

روایت ہے کہ ایک روز نارد جی راستہ مین جا رہے تھے۔ راہ کی ایک جانب ایک لولا لنگڑا فقیر پڑا تھا۔ اُسنے نارد جی سے پوچھا کہان جاتے ہو۔ نارد جی نے کہا ہم وشنو بھگوان سے ملنے جاتے ہین۔ فقیر نے کہا کہ ذرا ہماری بھی یاد دلا دینا۔ نارد جی نے پوچھا

کس بات کی یاد دلائی جائے ۔ فقیر نے کہا کہ صرف اتنا کہدینا کہ آپ کو اُس لوٹے کی بھی یاد ہے ۔ نارد جی نے کہا بہت اچھا ۔ نارد جی مہاراج کے پاس پہونچے اور بہت عرصہ تک گفتگو کر کے جب چلنے لگے تو لوٹے کا پیام دیا ۔ مہاراج نے کہا باوَلا ہے ۔ نارد جی نے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے ۔ مہاراج نے فرمایا چاہتا ہے کہ کل جہان کی تکلیف دور کر کے مجھکو دیدو ۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے ۔ انتظام عالم کرم کے ذریعہ سے چل رہا ہے ۔ اوسکی درخواست قبول کی جائے تو انتظام عالم کیونکر ہو ۔ غرض اس روایت سے یہ ہے کہ بوجہ دوربینی وہمدردی اہل بصیرت کو اہل مصیبت ہونا ہی چاہیے ٥

ہرگز دوا نہ کیجیو اِس درد کی نیاز
سب راحتوں سے اسکو مزیدار دیکھنا

ایک مرتبہ موسم گرما میں پنڈت جی کو براے سیر و تفریح کوہ ہمالیہ میں اتفاق سفر ہوا ۔ میں آپکے ہمرکاب تھا ۔ سفر کرتے کرتے ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر پہونچے کہ جہان سے برفستان کے پہاڑ بخوبی نظر آتے تھے ۔ صبح کا خوشگوار فرحت افزا وقت تھا ۔ آفتاب طلوع ہونے کو تھا ۔ ہر چہار طرف پہاڑ سبزے سے ہرے بھرے تھے ۔ دُور تک دلچسپ منظر تھا ۔ رنگا رنگ خوبصورت پہاڑی پرند درختوں کی شاخوں پر چہچہا رہے تھے ۔ ہوا سرد و معطر چل رہی تھی ٥

وہ صبح کو کہسار کے پھولوں کا مہکنا ۔ وہ جھاڑیوں کی آڑ میں چڑیوں کا چہکنا
گردون پہ شفق کوہ پہ لالے کا لہکنا ۔ مستوں کی طرح ابر کے ٹکڑوں کا بہکنا

ہر پھول کی جنبش سے عیاں ناز پری کا
چلنا وہ دبے پانوں نسیم سحری کا

میوون سے گرانبار وہ اشجار کے ڈالے
اُڑتے ہوے بالائے ہوا برف کے چھالے
بکھرے ہوے وہ دامن کہسار پہ لالے
دیکھے جو کوئی دور سے ہین روئی کے گالے

وہ ابر کے ٹکڑون کا تماشا شجرون مین
جھرنون کی صدائین وہ پہاڑون کے درون مین

اول تو صبح کا سُہانا وقت دوم یہ دلکش خوش منظر مقام دل مین عجیب فرحت و مسرت پیدا کرتے تھے۔ برفستان کے پہاڑ کچھ فاصلے پر تو تھے مگر صاف نظر آتے تھے۔ دیر تک دور بین سے دیکھا کیے۔ بلند پہاڑون کی چوٹیان سفید برف سے ڈھکی ہوئی تھین کہ جو سورج کی کرنون سے سُنہری ہوگئی تھین۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سونے کے پہاڑ ہین۔ اُنکی عظمت و شان دیکھکر دل پر عجیب ایک اثر طاری ہوا جو اُسکو جلال ربانی کی طرف مائل کرتا تھا۔ تمام خیالات عالم زیرین سے ہٹ کر عالمہاے بالا کی طرف رجوع اور صانع حقیقی کی صنعت کاملہ کے مشاہدہ مین مستغرق ہوگئے۔ عبادت کے لئے ستوگنی مکان و زمان کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ عابد کو اسکا خیال رکھنا چاہیے۔ کچھ عرصہ کے بعد جناب پنڈت جی نے فرمایا دیکھو یہ پرفضا پہاڑ کیسے خوبصورت ہین جن کے دیکھنے سے جی نہین بھرتا۔ انھین برفستان کے پہاڑون کے قریب مہاتماؤن کے مسکن ہین۔ ہم اس وقت اُن سے قریب تر ہین مگر تا وقتیکہ قرب باطن میسر نہو قرب ظاہر سے کچھ نفع نہین ہوتا۔ قرب باطن بھگتی سے نصیب ہوتا ہے۔ اسی واسطے بھگتی کو اسقدر عظمت و بزرگی عطا کی گئی ہے۔ درحصل سچے بھگت ہی واجب التعظیم ہوتے ہین۔ مہا بھارت مین مذکور ہے کہ جب راجہ جدہشٹر کا راج سو جگ ہوچکا تو برہم بھوج یعنی کھلانے کی تیاری کیگئی۔ اور برہمن سادھو سنیاسی بہت جمع کرکے اُنکو نہایت لذیذ کھانے کھلائے گئے۔ بھوجن کے بعد بہت دچھنا دی گئی۔ مہاراج سری کرشن جی نے

فرما دیا تھا کہ جگیہ کی تکمیل اُس وقت سمجھنا جب یہ سنکھ از خود بجے مگر باوجود خرچ کوشش و انتظام کے برہم بھوج کے بعد سنکھ نہ بجا تو راجہ جدھشٹر کو بہت تشویش ہوئی۔ مہاراج سے کہا کہ سنکھ نہ بجا ہمارے جگیہ مین کیا خامی رہی۔ مہاراج نے زبان مبارک سے فرمایا کہ تمھارے برہم بھوج مین کوئی بھگت شریک نہ ہوا ہوگا ورنہ سنکھ ضرور بجتا۔ جدھشٹر نے کہا کہ اب کیا کیا جاوے۔ مہاراج نے فرمایا دروپدی جی سے کہو کہ نہایت عمدہ لذیذ کھانے تیار کرین اور فلان کُمھار کو بلوا کر کھلائین۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ دروپدی جی نے انواع و اقسام کے لذیذ کھانے تیار کیے اور سونے کی تھال مین پروس کر اُس کمھار کے روبرو رکھے۔ کمھار نے سب کھانون کو ملا کر کھانا شروع کیا۔ دروپدی جی کے دل مین یہ خیال گذرا کہ مین نے کس محنت سے لذیذ کھٹ رس بھوجن بنائے اور اس دہقانی نے سب کو ملا کر اکٹھا کر لیا۔ اس خیال کی وجہ سے سنکھ پھر بھی نہ بجا۔ تب مہاراج نے دروپدی جی سے مخاطب ہو کر کہا یہ خیال اپنے دل سے دور کرو کہ یہ دہقانی کھانے کے لطف و لذت سے بے بہرہ ہے۔ بھگت لوگ حفظ جسم و جان کے لیے کھانا کھاتے ہین نہ ذائقہ کے لیے ؎

خوردن برای زیستن و ذکر کردن ست تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست	

جس شخص کو حواسون پر ضبط و قابو نہین وہ بھگت نہین۔ جب دروپدی جی کے دل سے یہ خیال دور ہوا تب سنکھ بجا اور جگیہ کی تکمیل ہوئی۔ بھگتی کی ایسی عظمت و بزرگی ہے۔ کاملین کی زیارت و ذات باری کی قربت کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

اتا جی علوم ظاہری و باطنی سے آگاہ مجسم اخلاق تھین۔ ہمیشہ بچون کی پرورش

و تعلیم مین مصروف رہتی تھین۔ معاملات خانہ داری کی نگرانی بہت لیاقت سے کرتی تھین۔ پنڈت جی کی خدمت و اطاعت دل سے بجالاتی تھین تیز مزاج اور آزاد طبع تھین اور دنیا داری اُن مین چھو نہین گئی تھی۔ جو دل مین وہی زبان پر اور اُسی کے مطابق افعال۔ بناوٹ سے سخت ناخوش ہوتی تھین۔ اُن کی خدمت فیض کا ذریعہ تھا مین نے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ جب آپ مین عشق حقیقی کا غلبہ ہوا تو آپ نے قربانی کا تہیہؔ کیا اور مندر مین جاکر شیوجی مہاراج کو سر چڑھانا چاہا۔ پوجاری نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا بیٹی کیا کرتی ہو گناہِ عظیم کی مرتکب ہونا چاہتی ہو صبر کرو تمھاری طلب پوری ہوگی اور تم حصول مدعا کو پہونچو گی۔ اُس وقت سے ہمیشہ خوش و خرم رہتی تھین اور جب ذرا فرصت ملتی تھی تو باجے کے ہمراہ بہت سریلی آواز سے بھگتی کے پد گایا کرتی تھین۔ پنڈت جی کی طرح عالی دماغ تھین۔ ایک وقت سراپا آرام و آسائش شان و شوکت ہوتی تھین دوسرے وقت ننگے پاؤن صرف ایک ساری پہنے صحن مکان مین پھرتی تھین۔ ظاہر مین طالب دنیا معلوم ہوتی تھین مگر باطن مین تارک الدنیا تھین۔ قطع تعلق بمقابلہ ترک تعلق کے بدرجہا آسان ہے۔ مگر اصلی روحانیت ترک تعلق پر مبنی ہے۔ مین نے سچا ترک دیکھا تو پنڈت جی صاحب اور ماتا جی مین دیکھا۔ نہ آنے کی خوشی نہ گئے کا رنج مجھپر بہت مہربان تھین۔ جب کبھی مین حاضری مین قاصر ہوتا تھا آپ زبان مبارک سے فرماتی تھین کہ تم اسقدر عرصہ سے کہان تھے ہمارے پاس کیون نہین آئے۔

پنڈت جی کے تخلیہ کے ملنے والے اور ان کے دلی دوست چند اصحاب تھے۔ جن کے جلسہ مین پنڈت جی صاحب مخلی بالطبع ہوتے تھے۔ اس جلسہ مین کبھی علم باطن کی گفتگو چھڑ جاتی تھی کبھی تعلیم ظاہر کا چرچا ہوتا تھا کبھی شانتی پور کالج کے معاملات پیش

ہوتے تھے اور کبھی ظرافت آمیز باتین بھی ہوجاتی تھین - مین سب صاحبون کا دلی خادم تھا اور سب صاحب مجھپر مثل پنڈت جی صاحب کے مہربانی فرماتے تھے - اصحاب تخلیہ حسب ذیل تھے -

۳ - پنڈت پریم لال صاحب - ایک بہت لائق و معزز باشندگان پریم نگر مین سے تھے اور عدالت شانتی پور کے سرپنچ تھے - وید شاستر سے پورے واقف اور گپت وڈیا سے بخوبی ماہر تھے - بوجہ علم و فضل آپ کے بیانات عموماً ایسے اعلی درجے کے ہوتے تھے کہ سامعین اُنکو سُن کر متحیر رہ جاتے تھے - بہت کم شخص اُن کو سمجھنے کی لیاقت رکھتے تھے - مگر جو اُن کو سمجھنے مین قاصر تھے وہ بھی تسلیم کرتے تھے کہ مضمون و بیان کی خوبی مین شک نہین گو اُن کی فہم و ادراک مین اتنی بلند پروازی نہین کہ اُن کو سمجھ سکین - اُن کے خیالات ہمیشہ عرش معلی پر رہتے تھے - عوام کی فہم و ادراک سے بالاتر تھے - مجھ پر آپ بہت مہربان تھے اور جب مین کوئی سوال کرتا تھا تو آپ اس خوبی سے جواب دیتے تھے کہ میری پوری تسکین ہوجاتی تھی - آپ جلسۂ عام کے لائق نہ تھے مگر جلسۂ خاص کے لیے نہایت موزون تھے خصوصاً افراد کے شکوک رفع کرنے مین بہت قابل تھے - جناب پنڈت جی اُنکی تقریر سے بہت خوش ہوتے تھے اور بہ تبسم کنان اُسکو سُنتے تھے - آپ استخراج صرفی کے بہت شایق تھے اور اکثر الفاظ کے مخرج سنسکرت زبان سے ایسے نکالتے تھے کہ سب صاحب سُن کر متحیر رہجاتے تھے - باوجود اسقدر علم و فضل کے آپ ایسے سادہ مزاج تھے کہ تمکنت نام کو بھی نہین گئی تھی - بلند قامت ضعیف الجثہ - تیز طبع - آزاد مزاج - کشادہ دل - بڑے بامروت تھے - روپیہ کی کبھی کچھ پروا نہ کی - باوجود آمدنی کثیر کے ہمیشہ تنگی مین رہتے تھے - دُنیا سے

بڑے لاپروا سفر مین کہین یہ رہ گیا کہین وہ کھو گیا۔ یہ خبر نہین کہ کون چیز کہان ہے۔ اکثر اپنے ملازم سے کہتے "بھوائی دیکھ تو سہی ہماری عینک کہان ہے" دل تو اور کہین رہتا تھا دنیا کو دھیان کون دے۔ چونکہ مزاج تیز تھا خلاف طبع کارروائی پر غصہ آجاتا تھا مگر دیرپا نہ ہوتا تھا۔ دریا کی سی طغیانی آئی اور چلی گئی۔ پنڈت جی کے دلی دوست تھے اور ماتا جی بھی اُن سے بہت محبت کرتی تھین۔ چونکہ مکروہات دنیا سے نجات پا گئے تھے اس لیے آپ خود سراپا محبت اور پریم تھے۔ آپ کو صرف وہی شخص سمجھ سکتے تھے جو آپ کی قربت کا موقع پاتے تھے۔

۳۔ پنڈت کالی چرن صاحب۔ بہت سنجی اور ضعیف تھے۔ اکثر بیماری و دیگر آفات دنیوی مین مبتلا رہتے تھے مگر صبر و استقلال سے کل مصائب کو برداشت کرتے تھے اُن کے اصلا شاکی نہوتے تھے۔ بڑے بامذاق و ظریف۔ آزاد طبع۔ خوشدل انسان تھے۔ جس طرح کوئی خطرناک دریا کو عبور کر کے مطمئن اور خوش ہوتا ہے اسی طرح آپ یورش شیاطین سے رہائی پاکر شادان و فرحان رہتے تھے۔ پنڈت جی کے عزیز و دلی دوست تھے کا ہے گاہے جب فرصت پاتے تھے تو اُنکے تخلیہ کی صحبت مین شریک ہوتے تھے۔ عموماً معاملات خانہ داری مین مشغول رہتے تھے۔ آمدنی کم خرچ زیادہ۔ اکثر اوقات فکر معاش مین مبتلا رہتے تھے۔ بچون کی پرورش و تعلیم مین بہت کوشش کرتے تھے۔ اسقدر سادہ مزاج تھے کہ معمولی انسان اُن کو ہرگز نہین سمجھ سکتے تھے۔ جو صاحب واقف تھے اُن سے دلی محبت اور اُن کی دل سے تعظیم کرتے تھے اُن کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے اور اُنکی بامذاق گفتگو سننے کے شائق رہتے تھے۔ آپ سے جب کوئی روحانی مضمون کی نسبت سوال کیا جاتا تھا تو آپ مختصر معمے کے طور پر

جواب دیتے تھے۔

(۱)۔ ایک مرتبہ مین نے آپ سے پوچھا کہ اطمینان و بےفکری کیونکر حاصل ہو۔ زبان مبارک سے فرمایا اپنے آپ کو کسی کے ہاتھ بیچدو مالک خود فکر کر لیگا۔

(۲)۔ ایک بار مین نے سوال کیا کہ عبادت مین دل نہین لگتا اسکا کوئی طریقہ بتائیے۔ فرمایا عبادت تخلیہ مین ہوتی ہے نہ بازار مین (خواہشات کے بازار سے مراد تھی)

(۳)۔ ایک مرتبہ مین نے پوچھا کہ کوئی ایسی ترکیب بتا دیجیے کہ مین بھی سنسار ساگر کے پار ہو جاؤن۔ مسکرا کر فرمایا پہلے اپنے تو پار ہو لیجیے۔

(۴)۔ ایک بار مین نے آپ سے پوچھا کہ یہ دل مطلق العنان کیونکر قابو مین ہو۔ فرمایا اسکو لگام دینا چاہیے۔

(۵) ایک مرتبہ ایک صاحب نے آپ سے سوال کیا کہ سچے سادھو اب کیون نظر نہین آتے فرمایا نظر ہی نہین جو دیکھے۔

(۶) ایک روز آپ سے کسی نے پوچھا کہ حصول روحانیت کے لیے کیا کرنا چاہیئے فرمایا خدمت۔

(۷) ایک بار ایک صاحب نے سوال کیا کہ ست سنگ کیسے ملے جواب دیا اچھے کرم کرنے سے۔

(۸) ایک بار مین نے سوال کیا کہ حواسون پر ضبط و قابو کیونکر حاصل ہو۔ فرمایا بچار سے۔

(۹) ایک بار مین نے پوچھا کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ ہم کہان جا رہے ہین۔ جواب دیا جہان سے آئے ہو۔

(۱۰) ایک بار مین نے سوال کیا کہ اصلی راحت کیونکر نصیب ہو فرمایا ترک سے۔

۳۳۔ پنڈت وامن راج جی صاحب۔ لحیم و شحیم قوی و توانا پاک طینت صاف دل انصاف پسند نفیس مزاج۔ خندہ پیشانی سنجیدہ و متحمل عقیل و فہیم۔ عالم و فاضل۔ پریم نگر مین ایک بڑے مٹھ کے مہنت تھے کہ جسکی زیارت کو روے زمین کے مرد و عورت آتے تھے اور مہنت جی سے فیض پاتے تھے۔ باوجود دولت و حشمت عزت و فضیلت آپ ایسے سادہ مزاج تھے کہ ہر ادنی و اعلی کو اُن کے پاس جانے اور بات کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔ مٹھ کے انتظام مین شب و روز مشغول رہتے تھے۔ مسند پر خطوط کا ڈھیر لگا رہتا تھا سب کو تسکین بخش جواب دیتے تھے اور کبھی کثرت کار سے نہ گھبراتے تھے۔ علاوہ کار متعلقہ مٹھ کے کل عزیز و اقارب دوست و احباب اپنے معاملات خانگی مین آپ سے راے لیتے اور اپنی مشکلات اُن سے رجوع کرتے تھے اور اُن سے پوری امداد پاتے تھے۔ الغرض صبح سے رات کے دس گیارہ بجے تک دم لینے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ باوجود کثرت کار ایسے خوش و بشاش رہتے تھے کہ دل بیار و دست بکار کے پورے مصداق تھے۔ آپ پریم و محبت کے مرکز تھے اور شانتی پور کے اکثر اصحاب آپ کے گرد جمع رہتے تھے اور اپنی مشکلات ظاہری و باطنی اُن سے حل کرتے تھے۔ شانتی پور کالج کو بھی آپ بہت مدد دیتے تھے۔ کھان۔ پان یعنی اکل و شرب مین بہت محتاط تھے۔ دودھ کے البتہ شائق تھے اور دودھ ہی کی وجہ سے اسقدر کام کے متحمل تھے۔ ضابط اسقدر تھے کہ مین نے کبھی آپ کو چین بجبین نہین دیکھا۔ بہت سوچ سمجھ کے کام کرتے تھے اور انتشار کو کبھی دل مین جگھ نہین دیتے تھے۔ ہمیشہ خوش و خرم و مطمئن رہتے تھے۔ پنڈت جی کے دلی دوست تھے اور اُنکے تخلیہ کی صحبت مین جب موقع پاتے تھے شریک ہوتے تھے۔ ماتا جی بھی اُن کو بہت عزیز

رکھتی تھیں اور جو چیز اُن کو مطلوب ہوتی تھی آپ سے ارشاد فرماتی تھیں اور آپ اُس کا انتظام کرتے تھے۔ فرصت ہوتی تھی تو سیر و سفر میں بھی آپ پنڈت جی کے ہمراہ ہوتے تھے۔ مجھپر بہت مہربان تھے اور میری ضرورتوں اور مشکلات کو فوراً رفع کر دیتے تھے۔

۴۔ پنڈت براٹ رام جی صاحب۔ پنڈت جی کے دلی دوست تھے اور جب فرصت پاتے تھے اُن کے پاس رہتے تھے۔ شانتی پور کے ایک معزز رئیس تھے علم کے بڑے شایق تھے خصوصاً علم فلسفہ کے۔ دیگر علوم سے بھی اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ بڑے مدبر و منتظم تھے۔ بڑے حکومت طبیعت ہیں خلقی تھی جتنی باتیں حاکم ہیں چاہئیں آپ ہیں سب موجود تھیں۔ انتظام کے ہر پہلو پر توجہ۔ احکام کے عمل درآمد پر نظر طبیعت ہیں تیزی۔ خلاف طبع کارروائی ناگوارا اور ناراضی کا اظہار ماتحتوں پر رعب داب وغیرہ وغیرہ۔ آپ بڑے گویا و فصیح بیان تھے۔ کبھی کبھی فلسفہ کے مضامین پر بہت خوبی کے ساتھ بیاکھیان دیتے تھے۔ افراد کی تلقین تو بہت اچھی طرح کرتے تھے۔ ضابط و نیک ایسے کہ ایک مرتبہ چند اصحاب کے ساتھ ایک مصیبت ہیں گرفتار ہو گئے تو پہلے آپنے سب کی تکلیف رفع کر کے بعد کو اپنی فکر کی۔ خوب تندرست قوی دل چست و چالاک ہمیشہ کتب بینی ہیں مشغول اور امداد دینے کو مستعد رہتے تھے۔ اکثر پنڈت جی کے ساتھ رہتے۔ کبھی کبھی بضرورت خاص ترجنا یون کے ملک کو جاتے تھے اور بعد اختتام کار متعلقہ واپس آتے تھے۔

۵۔ پنڈتانی تا بائی۔ پنڈت جی کی دلی دوست اور ارباب تخلیہ کی رکن اعظم تھیں ماتا جی کے پاس بھی اکثر جایا کرتی تھیں اور ماتا جی بھی اُن کو بہت پیار کرتی تھیں۔

کرشن دت - دیودت جی آپ ایسی تیزی سے کہان جا رہے ہین -

دیودت - بھائی صاحب ! انا بائی کا بیاکھیان سننے جاتا ہون - مجھے بوجوہات آج دیر ہوگئی وہ وقت کی بہت پابند ہین بیاکھیان شروع ہونے کا وقت بہت قریب ہے اس واسطے مین تیز قدم جاتا ہون -

(ک) بھائی صاحب یہ انا بائی کون ہین کچھ اُن کے حالات مجھ سے تو کہو -

(د) اگر آپ کو کوئی کام ضروری درپیش نہو تو آپ میرے ہمراہ چلیے مین راستہ مین آپ سے اُن کے حالات بھی بیان کرون گا اور آپ کو اُن کے لکچر مین بھی لیچلون گا -

(ک) مجھے اس وقت کوئی خاص کام درپیش نہین ہے شام کی ہوا خوری کو جاتا ہون آپ کے ساتھ لکچر سُننے چلون گا - آج کس مضمون پر بیاکھان ہوگا -

(د) بھائی صاحب آج کا مضمون بہت ہی دلچسپ ہے سُن کر آپ بہت خوش ہونگے "اہل سلوک کی مشکلات" آج کا مضمون ہے -

(ک) دیودت جی یہ تو ایسا مضمون ہے کہ جس پر اہل طریقت ہی اپنے ذاتی تجربات سے کچھ کہہ سکتا ہے بھلا انا بائی بیچاری اس مضمون پر کیا کہینگی -

(د) بھائی صاحب آپ شانتی پور کے ساکن ہین مگر افسوس آپ کو یہ خبر نہین کہ انا بائی کون ہین آپ لکچر سُن کر خود ہی معلوم کرلینگے کہ وہ کیا چیز ہین اور اُن کو کس قدر علم دواقفیت ہے -

(ک) اچھا تو آپ میرا اشتیاق نہ بڑھایے مجھے اُن کے حالات سُنایے -

(د) بھائی صاحب یہ پنڈت بسنت دیو کی دھرم پتنی یعنی بی بی ہین - شروع مین دیندار گھر مین رہتی تھین پنڈت جی ہنوز وہین مقیم ہین مگر پنڈتانی جی نے عرصے سے

شانتی پور کی سکونت اختیار کی ہے۔ علم و فضل مین یکتا ئے زمانہ ہین شاستر کے بڑے
پیچیدہ مضامین اس خوبی و سہولیت کے ساتھ حل کرتی ہین کہ سامعین متحیر رہجاتے ہین
آپ صرف عالم و فاضل ہی نہین بلکہ اہل باطن بھی ہین شانتی پور کی روحانی تعلیم آپ ہی
کے سپرد ہے۔ اُن کی شیرین کلامی و فصیح بیانی شہرۂ آفاق ہین۔ دور دور سے انسان
اُن کے بیاکھیان سُننے آتے ہین عوام تو اُن کو سرسوتی کا اوتار سمجھتے ہین۔ اُن کے اخلاق
حمیدہ و اوصاف پسندیدہ زبان زد خلائق ہین۔ اُن کی نیک و پاک زندگی قابل تقلید
ہے۔ باشندگان شانتی پور کا وہ عین فخر ہین۔

(ک) بھائی صاحب انا بائی کی رہن یعنی طرز زندگی کی نسبت تو کچھ مجھکو سُناؤ۔ مین
بہت خوش قسمت ہون کہ آج مجھکو اُن کا علم ہوا۔ مین مدت سے باہر گیا تھا اس وجہ سے
آپ سے ملاقات نہوئی۔ آج حُسن اتفاق سے آپ مجھے مل گئے ورنہ مجھے انا بائی کی
خبر بھی نہوتی۔

(د) بھائی صاحب آپ سے مدت سے ملاقات نہوئی ورنہ مین ضرور اُنکی نسبت
آپ سے تذکرہ کرتا آپ کہان گئے تھے مدت سے نہین ملے۔

(ک) مین عرصہ سے بکار متعلقہ اپنے عالم نگر گیا تھا ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ مین آپسے نہ ملتا۔

(د) اچھا تو اب آپ اُن کی رہن کی نسبت سُنئے۔ صبح کے چار بجے اُٹھتی ہین ضرور یات و
اشنان سے فارغ ہوکر بھجن مین بیٹھ جاتی ہین آٹھ بجے اُس سے فارغ ہوکر کچھ ناشتہ کرکے اپنا کام
شروع کردیتی ہین قریب گیارہ بجے کے کام چھوڑ کر کھانا کھاتی ہین ستوگنی بھوجن ہوتا ہے
وہ بھی بقدر صدرمق۔ زان بعد قدرے آرام کرکے پھر کام شروع کردیتی ہین اور شام کو
قریب غروب آفتاب اُٹھ بیٹھتی ہین۔ سہ پہر کو کچھ ناشتہ کی البتہ ضرورت ہوتی ہے شام کو

برائے ہواخوری اپنے باغچہ مین چہل قدمی کرتی ہین۔ گاہے گاہے سوار ہوکر باہر بھی چلی جاتی ہین۔ جب واپس آتی ہین توکبھی پنڈت جی کے تخلیہ کی صحبت مین شریک ہوجاتی ہین کبھی اپنے مکان پر دوست واحباب کے جلسہ مین بیٹھ جاتی ہین جسمین اکثر علمی مباحثے چھڑجاتے ہین۔ کبھی مبتدیون کے سوالات حل کرتی ہین قریب نو بجے کے کھانا کھاتی ہین اور دس کے قریب سوجاتی ہین۔ اس قدر کام کرتی ہین کہ شاید تین چار آدمی مشکل سے کرسکین۔ پھر لطف یہ کہ جتنا بھی کام ہے سب نشکام محض بغرض رفاہ عام۔ شانتی پور کالج کا انتظام۔ کتابون کی تصانیف۔ خطوط کے جوابات۔ وقتاً فوقتاً بیاکھیان۔ کالج کے جلسون مین شرکت تعلیم نسوان کی طرف توجہ وغیرہ وغیرہ۔ الغرض بہت ہی عدیم الفرصت رہتی ہین۔ جب کوئی صاحب ملنا چاہتے ہین تو بدقت تمام کچھ وقت نکالتی ہین۔ ضابط اسقدر کہ جسم و من دونون کو غلام بنا رکھا ہے۔ وقت کی ایسی پابند کہ منٹون کا تجاوز ناگوا معلوم ہوتا ہے۔ قول کی ایسی پابند کہ جو جس سے کہدیا گویا پتھر کی لکیر ہوگئی جسمین سرمو فرق نہین آسکتا۔ محبت و ہمدردی سے ایسی معمور کہ دوسرون کی نفع رسانی اُن کا عین دھرم اور ایمان ہے اب تو بیاکھیان کا مکان بھی آگیا ہے۔

(ک) بھائی صاحب یہان تو کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہین بے شمار آدمی جمع ہین۔

(د) ہم کو دیر ہوگئی کچھ پہلے سے آتے تو اچھی جگہ ملجاتی سامعین گھنٹون پہلے سے آکر جگہ گھیر لیتے ہین خیر جہان قدم رکھنے کی جگہ ملے کھڑے ہوجاؤ۔

(ک) سامنے منبر پر جو نورانی چہرہ نظر آتا ہے کیا یہی اناباٸی ہین۔

(د) ہان یہی انابائی ہین۔ اب غور سے سُنو بیاکھیان شروع ہوتا ہے۔

(ک) بھائی صاحب مین نے کل کچھ بہت غور سے سُنا بہت محظوظ ہوا۔ انابائی

میری رائے مین واقعی سُرستی کا اوتار ہین مضمون کی عمدگی۔ اظہار کی خوبی۔ الفاظ کی بندش شیرین کلامی فصیح بیانی قابل تعریف وتحسین ہین مختلف اجسام مین اہنکار کا وجود۔ اُسکو اُن سے علحدہ کرنے کے مشکلات۔ آخرکار اُسکو اجسام سے ہٹاکر آتما مین قائم کرنا منزل مقصود حصول مقصد کے وسائل کس خوبی سے بیان کیے کہ باید وشاید مجھکو اس بیان سے صرف تفریح ہی نہین ہوئی بلکہ بہت واقفیت حاصل ہوئی مین آپکا بہت مشکور ہون کہ آپ نے مجھے یہ عمدہ مضمون سُنوایا جب کبھی آپ اُن کا لکچر سُننے جایا کرین تو مہربانی فرماکر مجھے ہمراہ لے لیا کرین۔

(د) بہت خوب جب مین لکچر سُننے جاؤنگا تو آپ کو ضرور اطلاع کرونگا۔

اسکے بعد مین چند بار کتھا سننے گیا۔ پنڈت جی نے مضامین ذیل بہت فصاحت وبلاغت کے ساتھ بیان کیے۔

کتھا

بیم ورجا

اے سامعین باتمکین! آپ جو بکوشش بلیغ اس مقام شانتی پور تک پہونچے ہین اب آپکو معلوم ہونا چاہیے کسقدر سفر آپ کو باقی ہے کتنے منازل مین آپ کو گذرنا ہوگا۔ کیا خطرات ومشکلات آگے پیش آئینگے اور کیونکر منزل مقصود کو پہونچینگے۔ میری کتھا آج اس عالم یعنی برہمانڈ کے متعلق ہوگی۔ دیگر برہمانڈون کی کیفیت آپ مشتے نمونہ از خروارے اس سے اندازہ کرسکتے ہین۔ اس عالم مین کل جیو سدرشن کے میلہ مین ترقی کرتے ہوئے اپنے مرجع اصلی کی طرف جارہے ہین۔ جمادات نباتات وحیوانات سے گذرکردہ مظہر اتم

انسان مین پہونچتے ہین - مدت مدید تک وہ وحشی جانورون کی طرح زندگی بسر کرتے ہین - بہت جنمون کے بعد کچھ شعور آتا ہے تو مکروہات عالم مین مبتلا غلطان و پیچان بنجیر اس سفر دور و دراز مین چلے جاتے ہین - اُن کو یہ خبر نہین کہ ہم کون ہین کہان سے آئے ہین اور کہان جاتے ہین ؎

	کس قدر لے زندگی نا آشنا جاتا ہون مین کس لیے آیا تھا آخر کیون چلا جاتا ہون مین	+

روزمرہ کی ضرورتون و خانہ داری کے تعلقات مین شب و روز مصروف رہتے ہین جب کچھ فرصت ملتی ہے اور کچھ روپیہ ہاتھ آتا ہے تو لذات حسی مین مشغول ہو جاتے ہین - بہت جنم اس طرح گذر جاتے ہین - اس حالت مین انسان اپنے آپ کو ہمہ تن جسم سمجھتا ہے یہ خیال نہین ہوتا کہ روح بھی انھین کوئی چیز ہے ؎

	آنچہ پر ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد درمیان خانہ گم کردیم صاحب خانہ را	

عموماً دو قسم کے انسان مصائب سفر ہفت منزل کو اختیار کرتے ہین - اول وہ جنکو تکلیف مصیبت بیماری یا یوسی آگھیرتی ہے اور کوئی صورت آرام و آسائش یہان نظر نہین آتی تو وہ اس عالم سے دل برداشتہ ہو کر عالم بالا کی طرف رجوع کرتے ہین ؎

	نار موی گھر سمپت نا سی مونڈ مونڈ لے بھئے سنیاسی	+

اکثرون مین تو کچا ویراگ ہوتا ہے مگر بعض مین سچا ویراگ بھی پیدا ہو جاتا ہے - دونون ہفت منزل کے پھاٹک کے اندر داخل ہو کر سفر ہفت منزل شروع کرتے ہین اور

بہت جوش وخروش کے ساتھ عیش نگر مین داخل ہوتے ہین۔ یہ ارادہ مصمم ہوتا ہے کہ
ہم سفر ہفت منزل کو طے کرینگے۔ یہان ایسی دلفریب چیزین اُن کو ملتی ہین کہ منجملہ کل
مسافرون کے ایک کثیر تعداد عیش نگر مین قیام پذیر ہو جاتی ہے۔ باقی ماندہ مین سے
بہت دیندار نگر مین مقیم ہو جاتے ہین۔ یہ دو منازل بہت ہی خطرناک ہین۔ اِنسے نکلکر
کچھ عامل نگر مین اور کچھ عالم نگر مین بود و باش اختیار کرتے ہین۔ بہت کم سچے تارک
شانتی پور مین پہونچتے ہین۔ دوسرے وہ اشخاص ہین کہ جو سفر ہفت منزل مکروہات
زمانہ کی وجہ سے شروع نہین کرتے بلکہ روح کی عظمت وشان کو سمجھکر اور منزل مقصود کو
پیش نظر رکھکر اس سفر پُرخطر کے طے کرنے کے لیے کمربستہ ہوتے ہین۔ باقی کی سچی طلب
اور فانی سے رہائی کی خواہش اُن کو یہان لاتی ہے۔ ان مین سے کم اشخاص شانتی پور
سے پہلے کی منازل طے کرکے یہان آتے ہین۔ ان مین سے بھی بہت سے
شانتی پور کے سختی فرائض وضبط کی وجہ سے منازل طے شدہ کو واپس جاتے ہین۔
معدودے چند یہان کی سکونت اختیار کرتے ہین۔ مگر جو یہان کچھ عرصہ مقیم رہتے
ہین اور یہان کے ضبط کے عادی ہو جاتے ہین اور اطمینان وسکون کا سرور پاتے
ہین وہ یہان سے ہرگز نہین ہلتے۔

اے ساکنین شانتی پور آپ بڑے خوش قسمت ہین کہ آپ کو اس تسکین بخش مقام کی
بود و باش نصیب ہوئی مگر ہنوز دلی دور است۔ آپ اپنی سعی وکوشش مین سرمو کمی نہ کیجیے اور
آیندہ سفر کی دشوار گزار منزلین طے کرنے پر کمربستہ رہیئے ۔

تھکین جو پاؤن تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش
گل مراد ہے منزل مین خار راہ مین ہے

منزل آزادنگر ہنوز آپ کو طے کرنا باقی ہے۔ اوسکے بعد سرورنگر آپکی منزل مقصود اور وطن قدیم ہے۔ یاد رہے کہ شانتی پور مین مدت دراز کی سکونت آزادنگر مین داخل ہونے کا استحقاق پیدا کرتی ہے۔ شانتی پور کے باشندے ہی آزادنگر کی سکونت کے مستحق ہوتے ہین۔ کاملین آزادنگر اسی بستی کے باشندون مین سے مرید تجویز کرکے اُن کو تلقین کرتے ہین۔ یہ تعلیم مثل تعلیم ظاہری کے دماغی نہین ہوتی بلکہ قلبی ہوتی ہے۔ لہذا پیر و مرید کے درمیان کتنا ہی فاصلہ کیون نہو اس تعلیم مین مخل نہین ہوسکتا۔ جب طالب مین قابلیت علم معرفت کی آجاتی ہے تو مرشد کامل اُسکو اپنی مریدی مین لیتا ہے۔ جب گرو چیلے کا رشتہ و تعلق ایک مرتبہ قائم ہوجاتا ہے تو وہ جنم جنم برابر بسلسلہ وار چلا جاتا ہے اور تاوقتیکہ مرید اُسکو خود نہ توڑے ہرگز ہرگز نہین ٹوٹتا۔ جب تک مرید کے دل مین پیر طریقت کی بزرگی تعظیم و اطاعت اور تعلیم و تلقین کے قواعد کی پابندی رہتی ہے تب تک یہ رشتہ برابر جاری رہتا ہے۔ اس رشتے کے ٹوٹنے کا ایک ہی سبب ہوتا ہے وہ یہ کہ جب مرید اسرون کے قابو مین آکر اُن کے اغوا سے راہ سلوک کو چھوڑکر گمراہی اختیار کرتا ہے اور نفس امارہ کے غلبہ سے اُن کے گروہ مین شریک ہوجاتا ہے تب یہ رشتہ پیری و مریدی مفقود ہوجاتا ہے۔ جو شخص خاص اعمال دریاضت کے ذریعہ سے بڑی قوتین اور سدھیان پیدا کرلیتے ہین عالم ملکوت و جبروت مین جانے کی قدرت رکھتے ہین اور اپنی حاصل شدہ قوتون سے اغراض خودی پوری کرتے ہین وہ اُسر کہلاتے ہین۔ انھین کو مار۔ راکشش و شیاطین بھی کہتے ہین۔ یہ گروہ شیاطین پیران طریقت سے مخالفت رکھتا ہے اور اصحاب سلوک کو گمراہ کرکے اپنے گروہ مین لانے کی ہمیشہ کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنی قوتون کے زور سے عمر دراز حاصل کرتے ہین مگر آخر کار روز ظہور کے آخر مین

زائل ہو جاتے ہین۔

قوت ہمیشہ مجادلہ سے پیدا ہوتی ہے پس قدرت ایزدی مین ہر وقت اور ہر جگہ سامان مجادلہ موجود رہتا ہے۔ اگر نظر غور سے دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ کل قدرت میدان مجادلہ ہے۔ بڑی مچھلیان چھوٹی مچھلیون کو کھا جاتی ہین۔ طاقت ور پرند و جانور کمزورون کو مار ڈالتے ہین۔ قوی آدمی ضعیف شخصون کی چیز چھین لیتے ہین۔ زبردست قومین کمزور قومون کو دبا لیتی ہین۔ اول یہ مجادلہ خودی کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ شروع مین قدرت کو خودی کی پختگی مدنظر ہوتی ہے۔ جب خودی خوب پختہ ہو جاتی ہے تب اس خودی ہی سے انسان کا مجادلہ ہوتا ہے کیونکہ قدرت کا منشاء اب تنسیخ خودی و ظہور انانیت اعلیٰ سے ہوتا ہے مجادلہ مین صرف قابل ترین باقی رہتے ہین باقی کل پائمال ہو جاتے ہین۔ جو صاحب اس مجادلہ آخر مین فتحیاب ہوتے ہین وہی سرور جاوید کے مستحق ہوتے ہین۔ منزل اول سے یہ مجادلہ شروع ہوتا ہے اور منزل پنجم کے آخر تک رہتا ہے۔ ایک جہاد اکبر تو اُس وقت ہوتا ہے کہ جب طالب مین طینت اعلیٰ و طینت ادنی برسر جنگ ہوتی ہین۔ دوسری جنگ عظیم اُسوقت ہوتی ہے کہ جب سالک اپنے مرشد کامل کی مریدی کے زمانے مین ان شیاطین کے حملون کا نشانہ بنتا ہے۔ پیر طریقت اپنے مرید کو راہ راست پر چلانے کی کوشش کرتا ہے مگر جب اُسمین شیاطین کے اغوا سے خودی اسقدر غالب ہو جاتی ہے کہ وہ اُن کی ہدایت کو نہین سنتا اور شیاطین کے گروہ مین شامل ہو جاتا ہے تو وہ مایوس ہو کر افسوس کے ساتھ اُس سے رشتہ پیری و مریدی منقطع کرتا ہے اور طالب حق راہ ہلاکت مین داخل ہوتا ہے۔ اب یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرشد کامل جو اپنے مرید کو ان امرون سے محفوظ کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہو

ان شیاطین کے حملون سے اُسکو کیون نہین بچاتا۔ جواب یہ ہے کہ خالق کا منشاء انسان
کو اپنی ذات و صفات کا آئینہ بنانے کا ہے اور تنسیخ خودی اور ظہور انانیت اعلیٰ اسکا ذریعہ
ہے۔ پس مرید کو ان حملون سے بچایا جاوے تو خودی دور نہو طالب کچا رہجائے اور خالق کا
منشاء فوت ہو جائے۔ ہان جسقدر مدد قوانین قدرت کے مطابق وہ دے سکتا ہے ضرور
دیتا ہے مگر طالب کو راستہ اپنے ہی پیرون چلنا پڑتا ہے جس وقت طالب مین طینت اعلیٰ
ترقی پر ہوتی ہے اور روحانیت کا شوق افزون ہوتا ہے اور وہ سفر ہفت منزل کے لیے
کمر باندھتا ہے اُسی وقت سے یہ اُسر لوگ طینت ادنیٰ کو تحریک دیکر اُسکو آگے بڑھنے سے
روکتے ہین اور منزل شانتی پور تک نہین آنے دیتے۔ خاص مستقل مزاج طالب اپنے
گذشتہ جنمون کے نیک اعمال اور موجودہ جنم کے علم و عمل کی مدد سے اس مقام پر پہونچے
ہین یہان کے قیام سے اُنکی طاقت روز بروز بڑھتی ہے اور وہ اس جنگ عظیم مین
شریک ہونے کے لائق ہو جاتے ہین بعض کے قدم راہ راست سے ڈگ بھی جاتے
ہین مگر اولوالعزم سچے طالب عموماً کامیاب ہوتے ہین جب سے گرو سے رشتہ قائم ہوتا
ہے تب سے یہ شیطان ازحد کوشش کرتے ہین کہ سالک کو آگے چلنے سے روکین اور
اُن مین خودی کا غلبہ پیدا کرکے اُن کو اپنے گروہ مین شامل کرین طرح طرح کی طمع دیتے ہین اور
انواع و اقسام کے خوف دلاتے ہین۔ اگر سالک اُن کی طرف رُخ نہین کرتا تو وہ اُسکو بہت
تکالیف جسمانی و دماغی پہونچاتے ہین تاکہ وہ سلوک راست سے باز رہے۔ ایک سمت سے
مدت مدید کی زبردست خودی ان شیاطین کی تحریک سے طالب مین زور کرتی ہے دوسری
سمت سے تکالیف کی بوچھار ہوتی ہے۔ اس مصیبت مین بڑے سالک ثابت قدم
رہتے ہین اور زندگانی کا کھیل کھیلتے ہین۔ جسقدر طالب اُن کے مقابلہ مین مستقل مزاج

رہتا ہے اُسی قدر اُس مین قوت پیدا ہوتی ہے۔ جب تک خودی کی وجہ سے طالب مین نقائص باقی رہتے ہین تب تک انھین کمزور مقامات پر اُن کے حملے ہوتے ہین اور اِن شیاطین کی عنایت سے یہ نقائص ایک ایک بتدریج طالب سے دور ہوتے ہین۔ یہ سالکان طریقت کے دشمن نہین بلکہ دراصل دوست ہین۔ انھین کی مہربانی سے طالب خودی سے رہائی پاتا ہے۔

اے سالکین شانتی پور ہمت نہ ہارنا اور جو جو تکالیف خامی نفس کی وجہ سے تم کو ان شیاطین کی طرف سے پہونچین خوشی سے برداشت کرنا اُن کے اصلاشا کی نہونا اور کبھی راہ راست سے نہ ہٹنا ۔

طریق عشق مین ایدل نہ سن شیاطین کی
ٹھگون کے کہنے کا کیا اعتبار راہ مین ہر

سنسکرت مین ایک اشلوک ہے جسکے معنی یہ ہین کہ کوئی بھلا کہے یا بُرا۔ دولت آئے یا جائے۔ زندگی رہے یا نہ رہے۔ مگر متحمل و بردبار شخص راہ راست سے ایک قدم نہین ہٹتے۔ جب سالک ایک خاص مقام پر پہونچتا ہے تو وہ ان اسرون کی کشش سے باہر ہوجاتا ہے۔ پھر وہ اُسکو نہین گمراہ کرسکتے مگر تکلیف پھر بھی پہونچاتے ہین۔ جبتک نفس درجۂ تکمیل پر نہین پہونچتا تب تک احساس تکلیف باقی رہتا ہے۔ تکلیف خامی نفس کی علامت ہے اور سالک کا سچا دوست۔ جب سالک اُنکی کشش سے نکل جاتا ہے تب اُسکو کچھ اطمینان ہوتا ہے اور پیر طریقت بھی اُسکی طرف پوری توجہ کرتا ہے۔

مریدون کے دو اقسام ہوتے ہین۔ ایک امیدوار۔ دوسرے مقبول۔ مریدان امیدوار کی مدت تک نگرانی کیجاتی ہے ہر قسم کے امتحان کیے جاتے ہین عمدہ سے عمدہ اسباب خوشی

اور سخت سے سخت سامان رنج اُنکی روح کے روبرو پیش کیے جاتے ہین جب طالب اس امتحان مین مستقل رہتے ہین اور قابل اطمینان سمجھے جاتے ہین تب وہ مقبول مریدون مین شامل کیے جاتے ہین اور چار سبقون کے ذریعہ سے جن کو سنسکرت مین سنسکار کہتے ہین کمال روحانی حاصل کرتے ہین - جن طلبا کو یہ پیر طریقت کی تعلیم نصیب ہوتی ہے اُن کو دوج کہتے ہین - دوج کے معنی ہین جسنے دوسرا جنم پایا - ایک جنم تو انسان کا مان باپ سے ہوتا ہے دوسرا مرشد کامل سے کہ جسکے ذریعہ سے روح انسان عالم بالا مین پیدا ہو کر ان چار سبقون کے ذریعہ سے مکمل ہوتی ہے - یہ سبق روحانی ہوتے ہین نہ دماغی یعنی اس جسم کثیف مین نہین ہوتے بلکہ اجسام لطیف مین ہوتے ہین - وہ چار سبق حسب ذیل ہین -

(۱) - جب سالک پہلا سبق اپنے پیر طریقت سے پاتا ہے تو اُسکو سنیاسی یعنی تارک کہتے ہین - اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مبتدی یہ پہلا سبق پاکر پورا تارک ہو جاتا ہے - اس عالم کی کوئی کشش اُسمین قطعی باقی نہین رہتی - اُسکی کوئی جاے سکونت مستقل نہین ہوتی حسب ہدایت اپنے پیر مرشد کے وہ عالم مین بکار متعلقہ اپنے آتا جاتا ہے اور کسی خاص جگہ کا پابند نہین رہتا یہ پہلا سنسکار جسم لطیف مین ہوتا ہے کہ جسکی سالک کو پوری خبر ہوتی ہے - اسی کا نام دوسرا جنم ہے - اس سنسکار سے انسان اس عالم سے قطعی علیحدہ ہو کر عالم بالا مین پیدا ہوتا ہے اور پھر اس عالم کو واپس نہین آتا یعنی اس عالم سے پھر کسی قسم کا تعلق دوبارہ پیدا نہین ہوتا اس پہلے سنسکار کو پاکر عموماً سات جنم مین سالک جیون مکتی کے مرتبہ کو پہونچتا ہے - اس سنسکار سے دوسرے سنسکار مین پہونچنے تک تین اُمور کا ترک لازمی ہے - اول ترک خودی اس مرتبہ کو پہونچکر سالک کو پورا علم انانیت شخصی کا ہو جاتا ہے اور پھر وہ کبھی اُسکے دھوکے مین نہین آتا - یہان مرید کو عین الیقین ہو جاتا ہے کہ روح ایک ہی ہے جو جمادات نباتات

حیوانات وانسان مین منقسم معلوم ہوتی ہے۔جب سالک کی چشم بصیرت کھلتی ہے اور اُسکو روح کا پورا علم ہوتا ہے تب خودی باطلہ قطعی فنا ہوتی ہے۔دوم ترک توہم واشتباہ۔جب سالک کو عین الیقین حاصل ہوتا ہے تو پھر اُسکو چون وچرا کا مقام باقی نہین رہتا۔عالم بالا کا صحیح علم اوسکو حاصل ہوتا ہے اور تقلید واستدلال کی ضرورت نہین رہتی۔یہان پہونچکر انسان کو کرم وتناسخ کے قوانین کی بابت شبہہ باقی نہین رہتا عین الیقین حاصل ہوجاتا ہے اس مقام پر چیون مکتون اور کاملین کے وجود کا اور اُن کی ہدایت کا پورا علم ہوجاتا ہے۔ سوم ترک تعصب۔یہان تعصب سے ہمیشہ ہمیشہ کو رہائی حاصل ہوتی ہے۔مسائل ظاہری کو چھوڑکر طالب حقائق باطنی کو محسوس کرتا ہے لہذا خارجی رسوم مذہبی اُسکے نزدیک کچھ وقعت نہین رکھتین کیونکہ وہ اصلیت کو پہونچ گیا ہے مگر یاد رہے کہ اس مرتبہ کو پہونچنے سے قبل یہ رسوم ضروری ہین کہ جن کے ذریعہ سے طالب ترقی کرتا ہے۔تاوقتیکہ انسان مین یہ لیاقت پیدا نہ ہو کہ بلا امداد زینہ کے وہ چھت پر جا سکے اُسکو زینے کی ضرورت ہوتی ہو اسلیے زینہ ایک ضروری چیز ہے۔اس زمانہ مین بہت اشخاص ایسے ہین کہ جو اس مرتبہ کے حاصل کیے بغیر ان رسوم کو چھوڑ دیتے ہین اور ترقی سے محروم رہتے ہین۔افسوس فی زمانہ سنیاسی ظاہری گیروالباس مین بہت ملتے ہین مگر سنیاسی باطنی بہت کمیاب ہین۔تاہم یہ امر تسکین دہ ہے کہ کاملین ہمیشہ موجود رہتے ہین اور اُن کے مرید اب بھی عالم مین پائے جاتے ہین۔اصلی سنیاسی اب بھی عالم مین ہین مگر ہماری نظر نہین کہ ہم اُن کو دیکھ سکین۔

(۲) دوسرے مرتبہ پر طالب کیٹیچک یعنی کٹی بنانے والا کہلاتا ہے۔کٹی سے مُراد کٹی باطنی ہے نہ ظاہری۔اس منزل مین بجائے تنسیخ قیود کے چند صفات کا حصول ظہور مین آتا ہے طلبا کی خانقاہ انھین صفات سے بنائی جاتی ہے۔یہان طالب مین سدھیان

یعنی کشف وکرامت پیدا ہوتے ہین - یہان مرید کا دائرۂ خدمت وسیع ہوجاتا ہے یعنی عالم ظاہری ہی تک محدود نہین رہتا بلکہ عالمہای بالا مین بھی اُس سے کام لیا جاتا ہے - بجائے جسم کثیف کے اجسام لطیف سے بھی وہ کام کرتا ہے - تاوقتیکہ طالب کے قواء باطنی کارآمد نہون - تاوقتیکہ اُسکی چشم بصیرت نہ کھلے - تاوقتیکہ اُسکے پردے نہ اُٹھین - اُسمین قابلیت خدمات اعلیٰ کی پیدا نہین ہوتی - جب تک طالب مین کنڈلنی شکتی[۱] نہین جاگتی تب تک اسمین جسم کثیف کو چھوڑکر اجسام لطیف مین جانے اور کام کرنے کی قوت پیدا نہین ہوتی پس کنڈلنی شکتی کا جگانا اس موقع پر لازمی ہوتا ہے - جب کنڈلنی شکتی جاگتی ہے تو انسان کو اجسام لطیف مین جانے اور کام کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے اور عالم ظاہری اور باطنی کے درمیان جو پردے حائل تھے وہ اُٹھ جاتے ہین اور اُسمین وہ قوتین پیدا ہوتی ہین جنکو سدھی کہتے ہین - جو لوگ قبل از پختگی خود ہی ان پردون کے اُٹھانے کی کوشش کرتے ہین وہ سخت مصیبت مین گرفتار ہوجاتے ہین - تنتر کی کتابون مین ان پردون کے اُٹھانے اور سدھی حاصل کرنے کے طریق لکھے ہین اُنکے مطابق عمل کرنے سے سدھیان حاصل ہوجاتی ہین مگر بجائے فائدہ کے اُن سے نقصان پیدا ہوتا ہے ایسے اشخاص کی صحت جسمانی اور دماغی مین فرق آجاتا ہے اور بسا اوقات وہ فاتر العقل ہوجاتے ہین کیونکہ وہ قبل از پختگی نخل حیات سے کچے پھل کو توڑنے کی کوشش کرتے ہین اور بلا طہارت و صفائی قلب اس معبد المعابد مین قدم رکھنا چاہتے ہین - اس مقام کی ایسی پاک ہوا ہے کہ وہان کوئی ناپاک شے ٹھہر نہین سکتی - صرف پاک وصاف دل مرید اپنے مرشد کامل کی زیر ہدایت اس معبد مین بے خطر پہونچ سکتا ہے - اس دوسرے سنسکار کو پاکر صرف

---

[۱] نوٹ کنڈلنی شکتی ایک روحانی قوت ہے جو ایک خاص مقام پر سالک مین ظہور کرتی ہے - ۱۲

ایک جنم اور لینا پڑتا ہے یعنی اگلے جنم مین وہ جیون مکت ہوجاتا ہے۔

(۳) تیسرے سنسکار کو ہنس کہتے ہین۔ یہ مرتبہ پاکر انسان پُنر جنم سے نجات پاتا ہے اور دوئی سے رہائی حاصل کرتا ہے۔ اُس کے کثیف اور لطیف حواس ایسے مکمل ہوجاتے ہین کہ وہ نہ صرف اُن مقامات مین پہونچتا ہے کہ جہان وحدت محسوس ہوتی ہے بلکہ اُن مقامات کا علم اپنے ساتھ اس جسم کثیف مین بھی لاتا ہے۔ جب طالب دوئی سے نجات پاکر وحدت محسوس کرتا ہے تب اُسکی زبان سے الفاظ انا الحق وغیرہ نکلنے لگتے ہین ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

کا عالم ہوجاتا ہے۔ اگر رغبت اور نفرت کا عشر عشیر بھی باقی ہے تو وحدت کے علم سے وہ قطعی دور ہوتا ہے اور ظاہری تفریق جو عالم مین نظر آتی ہے پھر اُسکو اپنے فریب مین نہین لاسکتی۔ نہ صرف دنیوی خواہش بلکہ روحانی خواہشات کیسی ہی لطیف کیون نہ ہون جنمین تفریق کا تعلق باقی ہے فنا ہوجاتی ہین۔ جو شخص اس بلندی پر پہونچتا ہے خیال مین بھی اپنے تئین اورون سے جُدا نہین کرسکتا۔ لہذا وہ ذاتی روحانی خواہشون سے بھی مبّرا ہوجاتا ہے۔ جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے وہ سب کے واسطے حاصل کرتا ہے۔ وہ اُس مقام پر مقیم ہے جہان سے انسان قوت پاتے ہین پس جو کچھ اُسکو حاصل ہوتا ہے وہ سب کو حسب ظرف اُس مین شریک کرتا ہے۔ لہذا ایسے اشخاص سے کل عالم فیض پاتا ہے۔ وہ برہم کی حالت کو پہونچ جاتے ہین اور اس لیے برہم کے ہر ظہور مین شریک حال ہوتے ہین۔ چونکہ اُن کی دوئی مٹ جاتی ہے لہذا اُن مین رغبت کسی

خاص قوم وملت سے باقی نہین رہتی۔ بھگوت گیتا مین ایسے اشخاص کو سمدرشی کہا ہے کہ جو گیانی برہمن اور کتے کے درمیان کچھ بھی فرق نہین دیکھتے اُن کی نظرون مین ہر شئے برہم ہی معلوم ہوتی ہے ؎

اُسی کو ہم نے ہر اک شئے مین جلوہ گر دیکھا
اُسی کی شان نظر آگئی جدھر دیکھا

کیونکہ وہ وحدت پر پہونچ گئے ہین۔ چونکہ وہ آتما کو دیکھتے ہین لہذا بیرونی لباس پر اُنکی نظر نہین جاتی بلکہ اُن کو ہر ذی روح سے پریم ہوتا ہے اور کسی سے نفرت باقی نہین رہتی جو شخص اُن کے قریب آتے ہین اُن کے ترحم ربانی کے اثر کو محسوس کرتے ہین۔ اِسی واسطے لکھا ہے کہ سچے سادھو ہر مخلوق کے دوست ہوتے ہین دل اُنکا ذات باری کے ساتھ رہتا ہے اور بدیں وجہ اسقدر وسیع ہوجاتا ہے کہ ہر شئے اُن کے احاطۂ محبت مین آجاتی ہے۔ دوئی سے رہائی پاکر سالک چوتھے سنسکار مین پہونچتا ہے۔

(۴) اس آخر مرتبہ کو پرم ہنس کہتے ہین۔ افسوس کہ یہ اعلیٰ مرتبہ فی زمانہ محض تعظیماً بلا امتیاز اصلیت کے دیا جاتا ہے۔ اصلیت زائل ہوگئی محض ظاہرداری باقی ہے۔ یہ چوتھا سنسکار جیون مکتی سے پہلے ہوتا ہے۔ حالت بیداری ہی مین سالک اس سنسکار ہونے پر عالم تریا یعنی لاہوت مین پہونچتا ہے۔ اُسکو جسم کثیف چھوڑ کر عالم لاہوت مین جانے کی ضرورت نہین رہتی بلکہ اس جسم مین رہ کر وہ عالم لاہوت مین پہونچ جاتا ہے۔ اُس کا علم اسقدر وسیع ہوجاتا ہی کہ وہ علم دماغی سے گذر کر علم تریا تک پہونچتا ہے۔ اس مرتبہ کو پہونچکر سالک کے آخری پانچ قیود دور ہوجاتے ہین۔ اول روپ راگ یعنی خواہش ہستی باصورت باقی نہین رہتی۔ دوم اروپ راگ یعنی خواہش ہستی بے صورت دور ہوجاتی ہے۔ سوم مان یعنی فخر سے رہائی ہوتی ہے

سالک کو یہ خیال باقی نہین رہتا کہ مین اس اعلی مرتبہ کو پہونچا۔ کیونکہ اس مقام پر اعلی وادنی بلند وپست سب یکسان ہین ایک ہی آتما سب مین نظر آتی ہے۔ چہارم سالک کو کسی دقوعہ سے امکان اضطراب باقی نہین رہتا یعنی پوری شانتی حاصل ہوجاتی ہے۔ عالم ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہوجائین تاہم اُسکو اس امر کی کچھ پرواہ نہین ہوتی جسکو آتما کا درشن یعنی دیدار حق حاصل ہے اوسکو بلاے ناگہانی سے کیا اضطراب ہوسکتا ہے۔ صرف تبدیلی ہیئت وصورت ہے کہ جو اُسکی شانتی مین فرق نہین ڈال سکتی وہ اُس حالت کو پہونچ گیا ہے جو قائم ودائم ہے اور احاطۂ فنا سے بری ہے پس کوئی شے اُسکے اطمینان وسکون مین خلل انداز نہین ہوسکتی۔ پنجم ادویا یعنی جہل سے رہائی حاصل ہوتی ہے۔ آخری باریک پردہ جو بصیرت کاملہ مین حائل تھا اب دور ہوجاتا ہے اور سالک جیون مکت یعنی عارف ہوجاتا ہے اُسکو روح کی اصلیت وعالم کی ماہیت معلوم ہوجاتی ہے پھر جنم کی ضرورت باقی نہین رہتی الا اپنی خوشی سے جب چاہے جنم لے۔ اس برہمانڈ یعنی نظام شمسی کے متعلق اوسکا علم مکمل ہوجاتا ہے کوئی راز قدرت اس برہمانڈ کا اُس سے مخفی نہین رہتا۔ ہر شے کا علم اور ہر شے پر قدرت اُسکو حاصل ہوجاتی ہے کیونکہ اُس نے کمال انسانی حاصل کرلیا وہ تمام ممکنات پر قادر ہوجاتا ہے اور انا الحق کے مرتبہ کو پہونچ جاتا ہے ؎

مردان خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نباشند

اس طرح روح انسان بارہ سبق کے ذریعہ سے مکمل ہوتی ہے۔ شروع کے چار سبق حالت طفلی مین معلمہ تکلیف سے ملتے ہین۔ بعد کو جب کچھ شعور آتا ہے تو چار سبق بچار نامی اتالیق سے حاصل ہوتے ہین۔ اسکے بعد جب روح پوری جوان ہوجاتی ہے

تو وہ ان چار سبقون کے ذریعہ سے جو پیر طریقت سے نصیب ہوتے ہین درجۂ کمال کو پہونچتی ہے۔

اے سامعین۔ ان کل بارہ سبقون کا ماحصل تنسیخ خودی ہے جو روح کو کمال انسانی پر پہونچاتی ہے اور کارساز حقیقی کا منشا پورا کرتی ہے۔ اس لیے ہر لمحہ تمھاری نظر اس طرف رہے کہ یہ موذی تمھارے پاس نہ آنے پائے۔ یہی ایک دشمن جانی تمھارا ہے۔ اس سے رہائی پاکر تم کو سرور سرمدی نصیب ہوگا اور تکلیف سے ہمیشہ کے لیے رہائی حاصل ہوگی۔

منزل ششم

کتھا

آزاد نگر عرف مکت نگر

منجملہ ہفت طبقات عالم کے معمولی انسان کی آمد و رفت ادنی تین طبقات مین رہتی ہے باقی چار طبقات مکت پرشون کے لیے مخصوص ہین۔ ان طبقات عالم مین حسب لیاقت مکت پرشون کی آمد و رفت ہوتی ہے۔ بدیہہ مکت بعد موت مکتی حاصل کرکے ان طبقات مین پہونچتے ہین جیون مکت اپنے جسم کثیف ہی مین رہکر ان طبقات مین جانے کی قدرت رکھتے ہین اور اس عالم ناسوت مین اپدیش و تعلیم کی غرض سے سب جگہ حسب ضرورت آتے جاتے ہین اور اپنا کام کرتے ہین۔ جو جیسا ادھکاری ہوتا ہے اوسکو درشن اور اوپدیش اور مدد دیتے ہین اور جو جہان ضرورت دیکھتے ہین اُسکے مطابق کام کرتے ہین جس شخص کو جس کے لائق پاتے ہین اُس سے ویسا کام لیتے ہین۔ عالم کا کل کام مکت پرشون کے اختیار مین ہے۔ چونکہ عالم پانچ تتون سے بنا ہے اس لیے جن کو تتون کا پورا گیان ہے وہی اسکے ترتیب و انتظام پر قادر ہوتے ہین ــــ انسان کی بھلائی وہی کرسکتے ہین جو راہ کو جانتے ہین مکتی حاصل کینے بغیر گیان محض قیل و قال ہے۔ اس واسطے طریقہ نجات مکت پرشون سے سیکھنا چاہیے۔ انسان کو اول کرم کرکے ادھکاری بننا چاہیے جب وہ ادھکاری ہوگا تو مکت پُرش اُسکو خود تلاش کرلینگے حصول ادھکار کے اصول یہ ہین اول بمبیک

دوم ویراگ - سوم شانتی - چہارم خواہش نجات - جسقدر انسان مین محبت صادق اور خدمت خلق زیادہ ہوتی جاتی ہے اُسی قدر وہ مکت پُرشون کو اپنی طرف مائل کرتا ہی - کل انسان مکت پرشون کے نزدیک برابر ہوتے ہین اور اُن کے رحم کے ظرف ہوتے ہین مگر ادھکار کے لحاظ سے وہ اُنکی توجہ اور مدد خاص کے لائق ہوتے ہین جو نیک کرم کرتے ہین وہ اُنکے قریب تر ہوتے جاتے ہین اور جو بُرے کرم کرتے ہین وہ اُن سے بعید تر ہوتے جاتے ہین جن کو اُن کے وجود کا یقین نہین وہ ہرگز اُنکی توجہ کے لائق نہین ہوتے جن کو اُنمین اعتقاد ہی وہ کسی وقت اُنکی قدمبوسی حاصل کرتے ہین اور اُن سے فیض پاتے ہین - اسلیے مکت پرشون مین اعتقاد و یقین رکھنا بہت ضروری ہے - اعتقاد سے اُنکی قربت کی خواہش ہوتی ہے اور اس خواہش سے ادھکاری بننے کی کوشش کیجاتی ہے جو مکت پرشون کو اُنکی طرف مائل کرتی ہی چونکہ مکتی کے بغیر عارضی سُکھ اور دُکھ سے رہائی نہین ہوتی - لہذا انسان کو چاہیے کہ ادھکاری ہونے کی کوشش کرے تاکہ مکت پرش اُسکو ملین اور طریقہ نجات بتائین -

مکت پرشون کے سات درجے ہوتے ہین - یوگی سادھو - منی - رشی - مہرشی - مہاتما - برہمن -

یوگی

خارجی علیحدگی دور ہوکر یگانگی باطنی کا محسوس ہونا یوگ کہلاتا ہے جسکو یوگ حاصل ہی وہ یوگی ہے خودی علیحدگی پر مبنی ہے - چونکہ یوگی یگانگی باطنی کو محسوس کرتا ہی لہذا اُسکی خودی دور ہوتی ہے اور خودی کے دور ہونے پر رغبت و نفرت بھی جاتی رہتی ہے - لہذا عارضی سکھ اور دُکھ بھی دور ہو جاتے ہین - تفریق مکان و زمان و اشیا بھی علیحدگی پر مبنی ہے - ؟

چونکہ یوگی علیحدگی بیرونی سے نجات پاجاتا ہے اسلیے وہ تینون قیود سے باہر ہوجاتا ہے۔ لہذا عالم کی کسی شے کی کشش یوگی مین باقی نہین رہتی اور تمام اشیاء دنیوی سے اسنگ یعنی بلاتعلق رہتا ہے لہذا اُسکو ہمیشہ تخلیہ حاصل ہوتا ہے۔ اپنی قابلیت کے مطابق انسان یوگیون سے فیض پاتے ہین۔

یوگی کو پرتھوی تتو کا پورا گیان ہوتا ہے اور اُس پر قادر ہوتا ہے۔ پرتھوی تتو کے ذرات جہان جیسی ضرورت دیکھتا ہے پہونچاتا ہے اور جہان سے علیحدہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہی وہان سے علیحدہ کرتا ہے اور حسب ضرورت کثیف سے لطیف اور لطیف سے کثیف کرتا ہی پرتھوی تتو کے ذرات سے معدنیات اور نباتات بناتا ہے اور حیوانات اور انسان کے کثیف اور لطیف اجسام تیار کرتا ہے کیونکہ اوسکو پرتھوی تتو کے ذرات کا پورا علم ہوتا ہے مرد و عورت کی تفریق بھی انھین ذرات سے قائم کرتا ہے۔ چاند سورج وغیرہ ان ذرات کے میل سے پیدا کرتا ہے کہ جن کی روشنی سے معدنیات و نباتات وغیرہ پرورش پاتے ہین۔ موسم موسم کی چیزین حسب ضرورت پیدا کرتا ہے۔ ہر جگہ مین مناسب وقت ہر شے کو ان ذرات کے اجتماع و علیحدگی سے یوگی پیدا کرتا ہے۔ ان ذرات کا اجتماع علیحدگی قیام تحریک وغیرہ سب یوگی کے اختیار مین ہوتے ہین۔ پرتھوی کا گن گندہ یعنی بو ہے۔ لہذا اشیا مین بو کا پیدا کرنا یوگی کا کام ہے۔ انسان و حیوان مین قوت شامہ یوگی ہی دیتا ہے۔ بہت دیوتا یوگی کے زیر حکم کام کرتے ہین۔ اسی طرح یوگی اپنا کام کرتا ہوا ترقی پاکر سادھو کے مرتبہ کو پہونچتا ہے۔

(سادھو)

جو ایشور کے سنکلپ (ایکوہم بہوسیام) کا سادھن کرے اور کرلے وہ سادھو ہے۔ سادھو سب این اس سنکلپ کی تحریک کرتا ہے اور سنکلپ کی تکمیل مین مدد دیتا ہے۔ سادھو راہ سلوک کو جانتا ہے اور اُسی سے اور لوگ طریقت کا علم حاصل کرتے ہین۔ اس لیے سادھو سنگ کا بڑا مہاتم یعنی بزرگی ہے۔ اوپدیش کی غرض سے سادھو ہر جگہ آتے جاتے ہین اسلیے سادھو جب آوین تب اونکی تعظیم و خدمت کرنی چاہیے۔ جیسے ملیاگر کا چندن جہان ہوتا ہے وہان اور درخت بھی خوشبودار ہوجاتے ہین۔ اسی طرح سچے سادھو جہان جاتے ہین وہان سب لوگ خوش و خرم ہوجاتے ہین۔ اس لیے سادھو کے ست سنگ حاصل کرنیکی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اُسی کے سنگ سے راحت حاصل ہوتی ہے اور سنکلپ کا سادھن ہوتا ہے

سادھو جل تتو کا پوراگیانی ہوتا ہے اور جل تتو کے ذرات پر اُسکو پوری قدرت حاصل ہوتی ہے۔ وہ ان ذرات کو ترتیب کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر پہونچاتا ہے۔ اُن کے اجتماع علیحدگی قیام اور تحریک سے مختلف اشیاء کثیف و لطیف کو ترتیب دیتا ہے اور سردی کی کمی و بیشی کا بلحاظ وقت و ضرورت انتظام کرتا ہے۔ پانی کے جانورون کو پیدا کرتا ہے اور جہان جہان پانی کی ضرورت ہوتی ہے اوسکو وہان پر پہونچاتا ہے۔ بادل بارش وغیرہ جل کے متعلق کارروائی سادھو کے اہتمام سے ہوتی ہے۔ موسم کے دیوتا سادھو کے زیر حکم کارروائی کرتے ہین۔ دریا سمندر وغیرہ کا انتظام سادھو کے تعلق ہے۔ جل کا گن رس یعنی ذائقہ ہے۔ رس کی کمی و بیشی کے منتظم سادھو ہوتے ہین۔ تمام اشیاء مین کھٹا میٹھا وغیرہ کھٹ رس یعنی چھ قسم کا ذائقہ سادھو پیدا کرتے ہین۔ انسان و حیوان کو وہی قوت ذائقہ دیتے ہین۔ اشیاء مین تری خشکی جل کی کمی و بیشی سے ہوتی ہے اور یہ کمی و بیشی سادھو کے انتظام سے ہوتی ہے۔ اس طرح جمادات نباتات حیوانات اور انسان مین جل کے ذرات کے متعلق

جوکارروائی ہوتی ہے وہ سادھو کے زیر اہتمام ہوتی ہے۔ سادھو اپنا کام کرتے ہوئے ترقی پاکر منی کے مرتبہ کو پہونچتے ہین۔

منی

منی ہمیشہ سنکلپ کا منن یعنی غور کرتا ہے۔ تمام شاستر کا بچار کرتا ہے۔ شاستر سنکلپ سادھن کی تجاویز بتاتے ہین۔ منی کے درشن سے پن یعنی ثواب ہوتا ہے اور اُن کے اُپدیش سے انسان شاستر کے بچار مین مشغول ہوتے ہین۔ علم روحانی کی خواہش منی سے پوری ہوتی ہے لہذا منی کی خدمت و تعظیم واجب ہے۔ خواہش دو طرح کی ہوتی ہے معمولی اور غیر معمولی اُسکو منی جان کر قابلیت کے مطابق پورا کرتے ہین۔

مُنی کو تیجس یعنی اگنی تتو کا پورا علم ہوتا ہے اور وہ اُس پر قادر ہوتا ہے۔ روپ کی تفرقی تیجس ہین ہوتی ہے لہذا تیجس تتو کے ذرات کو جن سے روپ بنتا ہے حسب ضرورت منی قائم کرتے ہین اور ان کے اجتماع و علیحدگی اور تحریک قیام اُنھین کے زیر نگرانی ہوتے ہین۔ لہذا روپ کے بنانے والے منی ہوتے ہین خوبصورتی اور بدصورتی جو تیجس کی کمی و بیشی سے ہوتی ہے منی پیدا کرتے ہین۔ آگ مین رہنے والے جانورون کو منی پیدا کرتے ہین۔ تیجس کا گن روپ ہے۔ اشیا مین روشنی و حرارت کی کمی و بیشی اور جاندارون مین قوت باصرہ دینا منیون کا کام ہے۔ جمادات نباتات حیوانات و انسان مین روپ کا اختلاف منی پیدا کرتے ہین مختلف قسم کے دیوتا اُن کے زیر اہتمام کام کرتے ہین۔ اپنا کام کرتے ہوئے ترقی پاکر منی رشی کے مرتبہ کو پہونچتے ہین۔

رشی

رشی ویدمارگ کو جانتے ہین اور حسب ضرورت اُسکا اُپدیش کرتے ہین۔ جس جگہ جسقدر گیان کی ضرورت دیکھتے ہین اُسی قدر گیان دیتے ہین۔ اُسی کے مطابق کتابین بناتے ہین جن کو آرش واکیہ یعنی رشی کا کلام کہتے ہین۔ یہ چار قسم کے ہوتے ہین۔ ۱ متعلق کرم۔ ۲ متعلق اوپاسنا۔ ۳ متعلق گیان۔ ۴ متعلق ہرسہ بحالت مجموعی۔ ان کلامون سے انسان سنکلپ سادھن کے طریق معلوم کرتے ہین اور اُن پر عمل کرنے سے منزل مقصود کو پہونچتے ہین۔ جس جگہ پر جن کتابون کی ضرورت دیکھتے ہین وہان اُنکا انتظام کر دیتے ہین اور جن کتابونکی جہان ضرورت نہین رہتی اُن کو وہان سے ہٹا دیتے ہین۔ ان رشیون کی کتابون سے رنج وراحت کے اسباب کا علم ہوتا ہے۔ نیز قوانین قدرت سے مطابقت و مخالفت کا علم ہوتا ہے جس سے انسان مطابقت و موافقت کو اختیار کرتا ہے اور مخالفت کو ترک کرتا ہے۔

رشی وایو تتو کی کریا کو خوب جانتا ہے اور اُس پر قادر ہوتا ہے۔ وایو تتو کے ذرات کو حسب ضرورت قائم کرتا ہے اور اُن کے اجتماع علیحدگی اور تحریک سے وایو کے متعلق کل کارروائی کرتا ہے۔ جہان جسقدر وایو کی ضرورت دیکھتا ہے بہم پہونچاتا ہے۔ وایو مین رہنے والے پرندون کو پیدا کرتا ہے۔ وایو کا گن سپرش یعنی لمس ہے۔ لہذا سختی و نرمی وغیرہ جو وایو کے ذرات سے پیدا ہوتی ہین رشی کے زیر اہتمام ہوتی ہین۔ وایو کا کام حرکت ہے لہذا عالم مین کل حرکت وایو کی تحریک سے ہوتی ہے۔ اس کل کارروائی کے نگران رشی ہوتے ہین جن کے ماتحت وایو کے متعلق دیوتا کام کرتے ہین۔ پرتھوی جل تیجس وایو کی یکجائی و جداگانہ حالت کو رشی بخوبی جانتے ہین جہان جس تتو کی ضرورت ہوتی ہے وہان اوسکو تحریک کرتے ہین۔ اس طرح کام کرتے ہوئے رشی ترقی پاکر مہرشی کے مرتبے کو پہونچتے ہین۔

مہرشی

اکاش کے تین اقسام ہین۔ چدا کاش۔ مہاکاش اور بُدھیا کاش۔ مہرشی کا کام چدا کاش
ہین ہوتا ہے۔ مہرشی شبد شکتی یعنی آواز کی قوت کو بخوبی جانتے ہین اور پرانو اور روپ
ہین حسب ضرورت شبد کو قائم کرتے ہین اور نطق وسمع کی قوت حسب موقع قائم کرتے ہین
انسان اپنے کرمون کے مطابق اونکی تحریک سے خوش گلو اور خوش بیان ہوتے ہین علم موسیقی
یعنی راگ راگنی کا علم فصاحت و بلاغت مرد و عورت کی آواز کا اختلاف سب اُن کے زیر اہتمام
ہوتے ہین۔ شبد شکتی کے گیان سے منتر شکتی کو جانتے ہین اور حسب ضرورت منتر بناتے ہین اور
اُنسے کام لیتے ہین۔ کل منتر شاستر مہرشیون کے آدھین ہوتا ہے۔ چونکہ شبد مین شکتی ہوتی ہے اسلیئے
شبدون کی خاص ترتیب سے منتر مین خاص قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کار مطلوب کو انجام
دیتے ہین۔ منتر کے ذریعہ تتون کے ذرون کا اتصال و انفصال کیا جاتا ہے۔ لہذا مہرشی جس چیز
کی خواہش کرتے ہین اوسکو منتر کے ذریعہ سے پیدا کرتے ہین۔ اکاش مین پھولون کی برشا کا ہونا
اسی اصول پر مبنی ہے۔ دیوتاؤن کا بلانا اور رخصت کرنا منتر کے اوہین ہوتے ہین اسلئے منتر کی
بڑی عظمت و بزرگی ہے۔ جب تک منتر کی قوت کو پورا نہ جانے تب تک اُسکو جپنا نہ چاہیے کیونکہ
ممکن ہے کہ اُس سے بجائے بھلائی کے خرابی پیدا ہو۔ منتر کی شکتی کو پورا جان کر اُسکو جپنا چاہیئے
ہر کام کے واسطے اور ہر زمانے کے موزون منتر جدا ہوتا ہے لہذا جو منتر جس کام کیواسطے جسوقت
کے موزون ہو اُسی وقت مین اُسی کام کے لیے اُسکو جپنا چاہیے نہ دوسرے وقت مین اور دوسرے
کام کے لیے۔ چونکہ منتر شاستر مہرشیون کے اوہین ہے اسلیے منتر کا علم مہرشیون سے حاصل کرنا
چاہیے۔ حسب ضرورت وہ منتر شاستر کو عالم مین رائج کرتے ہین۔ مہرشی اسطرح کام کرتے ہوے
ترقی پاکر مہاتما کے مرتبہ کو پہونچتے ہین۔

مہاتما

مہاتما کا کام مہاکاش مین ہوتا ہے۔ انسانون کے ظاہری و باطنی افعال کے نتائج قوانین قدرت کے مطابق مہاتما قائم کرتے ہین اور اُن نتائج کے بھوگ کی میعاد بھی وہی قائم کرتے ہین۔ انسانی کرم کے متعلق تمام دیوتا اُن کے زیر حکم کام کرتے ہین جن کو منتظمان کرم کہتے ہین۔ مہاتما سنچت کرم مین سے ایک حصہ جنم آیندہ کیواسطے معین کرتے ہین جسکو پرار بدہ کہتے ہین۔ اس پرار بدہ کے مطابق منتظمان کرم انسان کو ایسی ملک و قوم و خاندان مین اور ایسے والدین کے گھر وقت مناسب پر جنم دیتے ہین۔ جہان اُسکے پرار بدہ کرم کا پورا بھوگ ہو سکے اور جہان اُسکے افعال گذشتہ کے مطابق اُسکے جسمانی و دماغی و روحانی قوی کے ظہور کا پورا موقع ملے۔ قومی کرم کے لحاظ سے ملک اور قوم کی حالت قائم کرتے ہین۔ جب کوئی شخص کسی علمی تحقیقات کے مسئلہ پر مدت تک خوض کرتا ہے اور اوسکو حل نہین کرسکتا تو ضرورت ملک و وقت کا خیال کرکے مہاتما اُسکو مدد دیکر وہ مسئلہ حل کرا دیتے ہین اور اہل سلوک کو اُنکی قابلیت کے مطابق بذریعہ جسم لطیف مدد دیتے ہین۔ اس طرح کام کرتے ہوئے مہاتما برہمن کے مرتبہ کو پہونچتے ہین۔

برہمن

برہمن کا کام بدھیا کاش مین ہوتا ہے۔ سدبُدھی یعنی فہم راست برہمن کے ادہین ہوتی ہر اور اُسی کے ذریعہ سے کرم کے مطابق وہ دی جاتی ہے۔ اس سدبدھی کے ذریعہ انسان اپنی روحانی ضرورتون کو سمجھتا ہے اور ست سنگ و بچار کے ذریعہ سے ترقی روحانی حاصل کرتا ہے سدبُدھی کی ترقی سے کارن شریر ترقی پاتا ہے۔ برہمن کارن شریر کی ترقی مین مدد دیتے ہین۔

جسقدر کارن شریر ترقی کرتا ہے اوسیقدر انسان کے اجسام کثیف ولطیف بہتر ہوتے جاتے ہین کارن شریر مہا کلپ کے آخر تک رہتا ہے۔ اس کارن شریر کی ترقی سے انسان برہمن کی توجہ کے قابل ہوتا ہے اور اُن کی مدد سے منزل مقصود کو پہونچتا ہے۔ کارن شریر کی ترقی برہمنون کے ملحوظ نظر رہتی ہے اور ادھکاریون کو وہ کارن شریر کے ذریعہ اُپدیش کرتے ہین۔ یوگی سے لیکر مہاتما تک سب کی کارروائی کی نگرانی برہمن کرتے ہین اور حسب ضرورت سب کو ہدایت کرتے ہین۔ اعلیٰ درجہ کے دیوتاؤن کی کارروائی اور اُنکی ترقی کی نگرانی برہمنون کے زیر اہتمام ہوتی ہے۔ پنچ تتو کا اُن کو پورا علم ہوتا ہے۔ لہذا برہمن کو برہمانڈ کا پورا گیان ہوتا ہے۔ کوئی راز قدرت اس عالم کا اُس سے مخفی نہین رہتا ہر شے کا علم اور ہر شے پر قدرت اُسکو حاصل ہوجاتی ہے۔ چونکہ برہمن نے کمال انسانی حاصل کرلیا ہے۔ لہذا وہ واجب التعظیم اور قابل پرستش ہوتا ہے۔ چونکہ مکت پرشون مین اعلیٰ ترین مرتبہ برہمنون کا ہے۔ لہذا اُنکی عظمت وبزرگی شاسترون مین بیان کیگئی ہے۔

منزل ہفتم

کتھا

۱۴ سُندر نگر عرف آنند نگر

ایکوہم بھوسیام

جہان عالم و معلوم نہین متکلم و متکلّم نہین وہان یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ کچھ ضرور ہے کہ جس سے اس عالم کا ظہور ہوا ۔ ۹

بے خودی بے سبب نہین غالب
کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

ہم اس عالم مین ہر شے کا بھاؤ اور ابھاؤ یعنی وجود و عدم دیکھتے ہین اور یہ بھی دیکھتے ہین کہ بھاؤ اور ابھاؤ کی ہمیشہ کوئی اصل ہوتی ہے جو اُن دونون کا موجب و سبب ہوتی ہے۔ اصل مین پہلے ایک شے کا ابھاؤ ہوتا ہے بعد کو اوسکا بھاؤ ہوتا ہے اسکے بعد پھر اسی مین اُسکا ابھاؤ ہو جاتا ہے۔ مثلاً میز کرسی کے بھاؤ اور ابھاؤ کی اصل لکڑی ہے اور لکڑی کے بھاؤ اور ابھاؤ کی اصل مٹی ہے۔ مٹی کے بھاؤ اور ابھاؤ کی بھی کوئی اصل ہوگی۔ اسی طرح اس عالم اور ہر عالم اور اُن کی کل اشیا کی کوئی اصل اور آخری سبب لازمی ہے کہ جو بھاؤ اور ابھاؤ دونون سے مبرا دائمی اور لاتعین ہے جس سے کل اشیا کے بھاؤ اور ابھاؤ ہوتے

ہین۔اسی کو سنسکرت مین ست یعنی واجب الوجود کہتے ہین۔جہان جہان ہم ست کا ظہور دیکھتے ہین وہان ست کے ساتھ چت کا بھی ظہور پاتے ہین۔جمادات مین چت ایسا مخفی ہے کہ بہت کم نظر آتا ہے۔نباتات مین جمادات کی لنسبت اوسکا زیادہ ظہور نظر آتا ہے حیوانات مین اور بھی زیادہ اور اُن مین ست اور چت کے ساتھ کچھ کچھ آنند کا بھی ظہور ہوتا ہے جو جمادات و نباتات مین قطعی مستور تھا۔انسان مین تینون کا ظہور صاف نظر آتا ہے۔اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو ست ہے وہی چت ہے اور وہی آنند ہے مگر اوسکا ظہور اوپادھی یعنی ظرف پر موقوف ہے معلول مین ہمیشہ علت کے اوصاف اور اُسکی ذاتی صفت پائی جاتی ہے مثلاً کرسی مین لکڑی کے سب اوصاف پائے جاتے ہین اور فردیت اُسکی ذاتی صفت بھی اُسمین رہتی ہے۔اسی طرح ست سے جو شے برآمد ہوگی اُسمین یہ تینون صفات ہونگے اور اُسکی ذاتی صفت فردیت بھی اُسکے ہمراہ ہوگی۔چنانچہ اس واجب الوجود سے جو افراد برآمد ہوتے ہین وہ صفات ثلاثہ سے معمور ہوتے ہین۔افراد مین ان صفات کی کمی بیشی و ترقی بھی نظر آتی ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کسی وقت مین وہ تکمیل صفات مذکورہ کرکے سچدانند کے مرتبہ کو پہونچینگے جس فردیت کو ہستی دوام علم کل اور سرور ابدی حاصل ہوتا ہے اوسکو سچدآنند کہتے ہین۔اُسی کو ایشور بھی کہتے ہین چونکہ واجب الوجود ہے اسلیے اُسمین کچھ کارروائی لازمی ہے کیونکہ ہم کوئی شے اس عالم مین کارروائی سے خالی نہین پاتے چونکہ واجب الوجود دائمی و غیر محدود ہے۔لہذا اُسمین بیشمار کارروائیان یعنی عالم مثل امواج دریا ہمیشہ پیدا و فنا ہوتے رہتے ہین کہ جنمین سے سچدانند برآمد ہوتے ہین۔

اب ہم ایک برہمانڈ کی کیفیت شاستر کے مطابق بیان کرتے ہین جس سے سامعین مشتے از خروارے نمونہ بہ کے مصداق پر کل برہمانڈون کی کیفیت سمجھ لین گے۔

جب برہمانڈ کے ظہور کا وقت آتا ہے تو ست مین ایک سچدانند مرکز قائم ہوتا ہے یہ وہ فردیت ہے کہ جو مہا پرلے کے سکون کے بعد ایشور بنکر اب سرشٹی کرنے کو آمادہ ہے۔ جب یہ ایشور اپنے آپ کو اکیلا پاتا ہے تب اُسمین ایکوہم کی وجہ سے فرط سرور کے باعث یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جیسے مین اکیلا سرور ابدی سے فیضیاب ہون ایسے اور بہت ہونے چاہیین چنانچہ وہ اپنی قوت ارادی سے عالم کی پیدائش کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔ لہذا ایکوہم یعنی مین ایک ہون بھوسیام یعنی بہت ہو جاؤن۔ یہ ایشور کا آدی سنکلپ یعنی ارادۂ اول سرشٹی کا باعث ہے۔ چونکہ ذات واحد کا ارادہ خلوت سے جلوت مین آنے کا ہوا ہے اور سوائے اُسکے کوئی دوسرا موجود نہین لہذا مثل اپنے ہی بہت ہو سکتا ہے اسلیے فعل واحد متکلم ہے نہ واحد غائب یعنی مثل میرے اور بہت ہو جائین۔

ایشور کی نسبت شویتاشترا اونشد مین حسب ذیل لکھا ہے۔

۱- وہ قیود مکان وزمان سے مبرّا ہے اس عالم کا خالق ہے اور عالم کے بقا و فنا کا وہی باعث ہے۔

۲- ایک ہی خالق اپنے کل مخلوق مین مستتر ہے وہی سب کا شاہد ہے وہی وحدہ لاشریک اس عالم کے قیام کا سبب ہے۔

۳- ایشور ہی اپنی قوت ارادی سے عالم کو پیدا و فنا کرتا ہے جو اوسکو جانتے ہین وہی موت سے رہائی پاتے ہین باقی سب رنج والم مین مبتلا رہتے ہین۔

۴- پرکرتی فانی ہے۔ پرش باقی ہے۔ دونون کا مالک ایشور ہے اوسی کے دھیان گیان اور قربت سے مایا سے رہائی حاصل ہوتی ہے۔

۵- ایشور مین ودیا اودیا دونون مخفی رہتی ہین پرکرتی اودیا ہے اور پرش ودیا اور ایشور

دونون کا مالک ہے ۔

۶۔ پرکرتی اور پرش ہمیشہ ہی رہتے ہین اور دونون کا وہی مالک ہے ۔ جیو اپنے اگیان سے بندھن مین پڑا ہے ۔ ایشور کو جان کر سب بندھنون سے رہائی حاصل ہوتی ہے ۔

۷۔ اس پرم دیو پرمیشور کو جان کر سب قیود دور ہو جاتے ہین اور قیود کے دور ہونے پر جنم مرن سے انسان رہائی پاتا ہے ۔ اُسی کے دھیان سے اندرونی تیسرے پردے سے نکلکر انسان کامل ہوتا ہے اور زندگی کا مقصد حاصل کرتا ہے ۔

۸۔ وہی اکیلا اس عالم کا نگہبان اور محافظ ہے وہ اپنے کل مخلوق مین موجود ہے ۔ اسی مین تمام رشی گیانی اور دیوتا قیام پذیر ہین اُسی کو جان کر موت کی پھانسی سے انسان چھوٹتا ہے ۔

۹۔ اُسکے برابر یا اُس سے برتر کوئی دوسرا نہین ہے اُسمین بیشمار شکتیان یعنی قوتین موجود ہین کہ جن کے ذریعہ سے کل عالم کی کارروائی ہوتی ہے ۔

منجملہ ان قوتون کے تین قوتین مخصوص ہین ۔ گیان شکتی ۔ اچھا شکتی ۔ کریا شکتی ۔ مہاراج کی اچھا شکتی سے شیوجی پیدا ہوتے ہین جو مہاراج کے منشا کو ترتیب دیکر چار ویدون مین منضبط کرتے ہین اور جس ترتیب سے عالم شروع کرتے ہین اُسی ترتیب سے اُسکو آخر مین فنا کرتے ہین ۔ اسی لیے اُن کو فنا کنندہ بھی کہتے ہین ۔ مہاراج کی کریا شکتی سے برہما جی پیدا ہوتے ہین جو شیوجی سے چارون ویدون کو لیکر پیدائش عالم کا آغاز کرتے ہین اور خالق کہلاتے ہین ۔ مہاراج اپنی گیان شکتی سے خود سرشٹی کا پالن کرتے ہین اور وشنو کے نام سے موسوم ہوتے ہین ۔

جب سُرشٹی کے آغاز کا وقت آتا ہے تو مہاراج سے نور کی شعاعین پیدا ہوتی ہین۔
ان شعاعون مین مہاراج کی مورت ہر نقطہ پر رہتی ہے کیونکہ پرکاش وان اپنی پرکاش مین ہر جگہ
موجود رہتا ہے۔ اسی کو انش کہتے ہین۔ برہماجی لاتعین مین تعین مکان و زمان قائم کرکے
محدود خلا کے اندر جسکو مول پرکرتی کہتے ہین ان انشون کو لیکر ترتیب دیتے ہین۔ مول پرکرتی
مین ملتے ہی ان انشون کا نام جیو ہوتا ہے جس حالت مین وشنوجی مہاراج اور شیوجی مہاراج
رہتے ہین اسکو آدی تتو کہتے ہین اور جس حالت مین برہماجی رہتے ہین اور جہان انشون کا جیو نام
ہوتا ہے اُسکو انوپاوک تتو کہتے ہین۔ آدی تتو سے انوپاوک تتو پیدا ہوتا ہے اور انوپاوک تتو سے
آکاش پیدا ہوتا ہے جس مین ترتیب سے جیو داخل ہوتے ہین۔ یہان اُنکی بہت لطیف حالت
ہوتی ہے۔ اکاش کا گن شبد یعنی آواز ہے۔ آکاش مین تحریک ہونے سے وایو پیدا ہوتی
ہے جس کا گن سپرش یعنی لمس ہے۔ وایو مین تحریک ہونے سے تیجس پیدا ہوتا ہے جسکا گن
روپ یعنی صورت ہے۔ یہان پہونچکر جیو کا روپ بھاگ ہوتا ہے یعنی وہ مختلف صورتون مین
منقسم ہوجاتے ہین۔ اس مقام پر جیو کا انی ([illegible]) نام ہوتا ہے۔ تیجس مین تحریک
ہونے سے جل پیدا ہوتا ہے جسکا گن رس یعنی ذائقہ ہے۔ یہان جیو کا انو ([illegible])
نام ہوتا ہے۔ جل مین تحریک ہونے سے پرتھوی پیدا ہوتی ہے جسکا گن گندہ یعنی بو ہے
پرتھوی مین پہونچنے پر جیو کا پرمانو ([illegible]) نام ہوتا ہے۔

چونکہ ایکوہم بھوسیام آدی سنکلپ یعنی ارادہ اول ذات واحد کا ہے لہذا ہر شے سے یہی
صدا نکلتی ہے کہ مثل میرے بہت ہوجاوین۔ بیج سے درخت ہوتا ہے اور اُسمین پھل اور
ہر ایک پھل مین بیج اور بیج سے اُسکے مثل درخت ہوتے ہین۔ اسی طرح باپ سے بیٹا ہوتا
ہے جو کسی وقت خود باپ ہوکر مثل اپنے بیٹے پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح یہ سنکلپ ہر شے مین

موجود رہکر اپنا کام کرتا ہے۔

یگانگی کی وجہ سے پرمانوؤن مین باہم کشش ہوتی ہے اور نزدیک والے یکجا جمع ہوجاتے ہین اور اُن کے اجتماع سے لطیف و کثیف اشکال بنتے ہین۔ ہر شکل مین جتنے پرمانو ہوتے ہین اُن مین ایک مکھیہ یعنی خاص ہوتا ہے اور باقی اُمکھیہ یعنی عام ہوتے ہین۔ مکھیہ وہ ہوتا ہے جو ترتیب پیدایش مین بلحاظ وقت اول ہوتا ہے۔ اسی کو روپستھ (रूपस्थ) یعنی روپ مین رہنے والا جیو کہتے ہین اور باقی سے اوپادھی یعنی جسم بنتا ہے۔ اسی طرح پرمانو ترتیب وار روپستھ جیو ہوتے چلے جاتے ہین۔ اس کل ترتیب کے نگران ہر موقع پر مکت پرش و دیوتا ہوتے ہین۔ اسطرح پر پرمانو ترتیب وار باہمدگر ملنے سے مختلف روپ پیدا کرتے ہین۔ یہ روپ پرتھوی کے کثیف ترین حالت مین معدنیات کہلاتے ہین۔ بلحاظ ترتیب روپ کے معدنیات کے مختلف اقسام ہوتے ہین۔ مثلاً زمین۔ پتھر۔ پہاڑ۔ دھات۔ جواہرات وغیرہ۔

اب کثیف ترین حالت مین تنزل کے بعد تکمیل مقصد کے لیے یعنی سچ انند کا مرتبہ حاصل کرنے کے لیے یہان سے واپسی یعنی تعرج شروع ہوتا ہے چت یعنی علم کا پہلا درجہ بعد کثیف ترین حالت یعنی معدنیات کے نباتات ہے۔ بلحاظ کثیف و لطیف روپ کے نباتات مختلف قسم کے ہوتے ہین جن مین جیو درجہ بدرجہ ترقی کرتے جاتے ہین۔ اس حالت مین جیو مذکور معین وقت تک رہتے ہین اور ایک خاص درجہ کی چیتنیا حاصل کر لیتے ہین۔ اور اس تحصیل کردہ چیتنیا کو ساتھ لیے ہوے آگے بڑھتے ہین اور حیوان کے درجہ کو پہونچتے ہین۔ یہان بھی مثل نباتات کے کثیف و لطیف روپ کے مختلف درجہ ہوتے ہین۔ پہلے کثیف مین رہکر بعد کو لطیف روپون مین پہونچتے ہین اور ہر درجہ کی تکمیل پر چیتنیا مین ترقی ہوتی جاتی ہے۔ حیوانی حالت کو طے کرکے وہ انسانی حالت مین پہونچتے ہین۔ یہان بھی

مدت تک جانوروں کی سی حالت رہتی ہے۔ ایک خاص حالت پر پہونچکر چیتنا زبردست ہوجاتی ہے جسقدر چیتنا بڑھتی ہے اُسیقدر اختیار زیادہ ہوتا ہے۔ اختیار سے بیضابطگی پیدا ہوتی ہو یعنی انسان کبھی قاعدۂ قدرت کے مطابق اور کبھی اپنی طبیعت کے موافق کام کرتا ہو اور اسی بے ضابطگی کی وجہ سے چیتنا کی ترقی ہوتی ہے۔ بیضابطگی سے تکلیف ہوتی ہے اور اس تکلیف سے قوانین قدرت کا علم حاصل ہوتا ہے جس سے چیتنا بڑھتی ہے اور چیتنا کی زیادتی بنابر تکمیل مقصد ہوتی ہے اور یہ چیتنا کی زیادتی اختیار ہی سے ممکن ہے۔ چونکہ جیو مین اختیار کے ساتھ علم کی کمی ہے اور اس کمی علم کی وجہ سے اوسکو قدرت کے قوانین سے پوری واقفیت نہین ہے لہذا یہ سمجھتا ہے کہ مجھکو پورا اختیار حاصل ہے جو چاہون کرون اور اُسی کے مطابق کام کرتا ہے اور چونکہ وہ مختار ہے اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے لہذا وہ اپنے کام کے نتائج کا ذمہ دار ہے اور حسب نوعیت کام کے قوانین قدرت کے مطابق نتائج بھوگتا ہی اُسکے کرم کچھ تو ایسے ہوتے ہین جن کا نتیجہ فوراً مل جاتا ہے اور کچھ ایسے ہوتے ہین جنکا نتیجہ آیندہ ملیگا۔ یہ سنچت کرم کے خزانہ مین شامل ہوجاتے ہین۔ منتظمان کرم حسب ہدایت مکت پرشون کے اسی سنچت مین سے ایک حصہ ایک جنم کیواسطے مقرر کرتے ہین جسکو پراربدہ کہتے ہین۔

پراربدہ بھوگنے کی حالت مین انسان کو سُکھ دُکھ پیدا ہوتا ہے سُکھ سے خوش ہوتا ہے اور دُکھ سے رنجیدہ۔ چونکہ وہ خود مختار ہے لہذا سُکھ کے حصول کی اور دُکھ کے دفعیہ کی کوشش کرتا ہے جب ناکامیاب ہوتا ہے تب سوچتا ہے کوئی ایسا سبب اُسکے سُکھ دُکھ کا ہے جو اُسکے اختیار سے باہر ہے۔ اسکے بعد اس سبب کی جستجو ہوتی ہے اور بعد تلاش دریافت ہوتا ہے کہ سبب مذکور پراربدہ مین ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پراربدہ سنچت مین سے آیا ہے لہذا سنچت مین سبب مطلوب ہے۔ سنچت کرم اُسنے اپنے اختیار سے کیے تھے

اب سوچتا ہے کہ ایسا کرم مین نے مختار ہو کر کیون کیا اور اُس کرم کی کیا نوعیت ہے جسکے ایسے نتائج ہوے۔ اس طرح سکھ اور دُکھ کے بچار سے راہ راست پر آتا ہے تب یہ بچار ہوتا ہے کہ جب مین سکھ اور دکھ پر قادر نہین ہون تو اختیار کے کیا معنی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بوجہ خودی اُسنے اپنے آپ کو مختار کامل سمجھ لیا تھا اور اُسکی وجہ سے اُس مین رغبت و نفرت پیدا ہوگئی تھی جو خلاف قاعدۂ قدرت ہے۔ یہی رغبت و نفرت در اصل اُسکے سُکھ اور دُکھ کا اصلی سبب ہے۔

حواس محسوسات کے حس کو من مین پہونچاتے ہین۔ من کو حس کے ذریعہ محسوسات کا علم ہوتا ہے۔ من اس علم کو بُدھی مین پہونچاتا ہے۔ بُدھی اُن محسوسات کو سُکھ یا دکھ یا ایک نشیجے کرکے اُن کے علم کو مع اپنی ہدایت کے اہنکار مین پہونچاتی ہے۔ اہنکار مین اُسکی نسبت حسب عادت رغبت یا نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اہنکار بُدھی کی ہدایت اور اپنی رغبت و نفرت پر غور کرکے محسوسات کے حصول یا غیر حصول کا فیصلہ کرتا ہے کبھی یہ فیصلہ بدھی کی ہدایت کے مطابق ہوتا ہے کبھی اُسکے خلاف اہنکار کی رغبت و نفرت کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ فیصلہ واسطے عمل درآمد بدھی کے سپرد ہوتا ہے۔ بُدھی اُسکو من کے حوالے کرتی ہے بصورت حصول من حواس کو تحریک کرتا ہے اور حواس حسب الحکم کرم مین مشغول ہوتے ہین۔ کبھی اسکا ارادہ پورا ہوتا ہے کبھی نہین لہذا سمجھتا ہے کہ مین مختار کامل نہین ہون خودی کی وجہ سے یہ غلط فہمی تھی لہذا خودی کے ترک پر کمر بستہ ہوتا ہے اور رغبت و نفرت کو چھوڑ کر بدھی کی ہدایت کے مطابق کام کرتا ہے۔ جسقدر خودی کم ہوتی جاتی ہے اسی قدر اُسکا گیان بڑھتا جاتا ہے اور بدھی نرمل ہوتی جاتی ہے اور صحیح ہدایت کرتی ہے۔ زیادتی گیان کی وجہ سے قوانین قدرت کو سمجھتا ہے اور اُن کے بموجب کام کرتا ہے اور خودی کو اُس مین

دخل نہین دینے دیتا یہان سے اوسکا نشکام کرم شروع ہوتا ہے۔سکام کرم خودی سے ہوتے ہین اسلیے اُن سے بندھن ہوتا ہے جب خودی دور ہو جاتی ہے تب نشکام کرم ہوتے ہین جن سے بندھن نہین ہوتا۔نشکام کرم سے بھگتی پیدا ہوتی ہے بھگتی سے گیان ہوتا ہے تب انسان حق الیقین کے مرتبہ کو پہونچکر مکت ہوتا ہے اور مثل ذات باری سراپا ترحم ہوکر سوا بھابک کرم کرتا ہے۔مکتی کے مختلف مراتب طے کرتا ہوا پرمانو سے انو۔انو سے انی ہوتا ہے اور لطیف ہوکر جیو کی حالت کو پہونچتا ہے۔روح کی ترقی کے ساتھ اوسکی اوپادھی بھی لطیف ہوتی جاتی ہے آخرکار انش ہوکر انا الحق کے مرتبہ کو پہونچکر ایشور کے سنکلپ کو پورا کرتا ہے۔

اوپر یہ کہہ آئے ہین کہ لاتعین مین تعین مکان و زمان قائم کرکے برہماجی سرشٹی کا آغاز کرتے ہین۔ایک برہمانڈ مین سات طبقے ہوتے ہین جن کے نام یہ ہین۔بھو۔بھور۔سور۔مہر۔جن۔تپ۔ستہ۔طبقۂ اول بھو مین ایک آفتاب ہوتا ہے کہ جسکے گرد سات سیارے گردش کرتے ہین اور ہر سیارے کے گرد اُسکے چاند گھومتے ہین کچھ دُم دار ستارے بھی اس نظام شمسی کے متعلق ہوتے ہین جو کبھی کبھی دکھائی دیتے ہین۔یہ کل برہمانڈ ایک محدود حصہ خلا مین قائم ہے۔برہماجی کی عمر سو برس کی ہوتی ہے اُسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔کلجگ مین ۴۳۲۰۰۰ برس ہوتے ہین۔دواپر مین ۸۶۴۰۰۰ سال ہوتے ہین۔تریتا مین ۱۲۹۶۰۰۰ سال ہوتے ہین اور ست جگ مین ۱۷۲۸۰۰۰ سال ہوتے ہین۔چار جگون کو ملاکر ایک چترجگی کہلاتی ہے جسکی مدت ۴۳۲۰۰۰۰ سال ہوتے ہین۔ہزار چترجگی کا برہما کا ایک دن ہوتا ہو اور ہزار چترجگی کی ایک رات ہوتی ہو ایسے ۳۶۰ دن رات کا ایک سال ہوتا ہو اور ایسے سو سال کی برہماجی کی عمر ہوتی ہو کہ جسمین ۳۱۱۰۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰ انسانی

سال ہوتے ہین۔اسی کو ایک مہا کلپ کہتے ہین۔انسان کو اسقدر عرصہ ترقی کر کے اپنی منزل مقصود پر پہونچنے کا موقع ملتا ہے۔خوش قسمت ہین وہ شخص جو اپنے وقت کو رائگان نہین کرتے اور برابر منزل مقصود کی طرف چلے جاتے ہین۔جب وہ بہت انش کہ جو شروع مین اول مرتبہ برآمد ہوکر پرکرتی مین داخل ہوئے اور جیو کے نام سے کہلائے تکمیل مقصد کر لیتے ہین تو برہما جی کی سرشٹی ختم ہوجاتی ہے اور مہا پرلے شروع ہوتا ہے جو جیو جس حال مین تھا وہین ٹھہر جاتا ہے اور دوسری سرشٹی مین وہین سے شروع کرکے تکمیل سنکلپ مین مشغول ہوتا ہے۔مہا پرلے کا طریق یہ ہو کہ پرتھوی جل مین جل تیج مین تیج وایو مین۔وایو آکاش مین۔آکاش انو پاوک مین۔انو پاوک آدی تتو مین۔اور آدی تتو وشنو جی مین لے ہوجاتے ہین اور اس کل کارروائی کے نگران شیو جی مہاراج ہوتے ہین۔ایشور اپنے کل ظہور کو اپنے آپ مین محو کیے ہوئے ذات لاتعین مین لے ہوجاتا ہے اور بعد پرلے دوسرے برہمانڈ کی رچنا کرتا ہے۔

وشنو جی مہاراج برہمانڈ کا پالن کرتے ہین اُس مین گیان اچھا کریا کے نیم یعنی قوانین قائم کرتے ہین۔پنچ تتو کے نیم قائم کرتے ہین اور حسب ضرورت اُن نیمون کے محافظ و نگران دیوتا قائم کرتے ہین۔مکت پرشون کے مراتب اُن کے کام اور اُنکی ترقی کے نیم قائم کرتے ہین روپ بھاگ کے نیم روپ مین کثیف و لطیف کے نیم۔انی انو پرمانو کے علیحدہ و یکجا ہونے کے نیم۔اوپادھی بننے و بگڑنے کے نیم قائم کرتے ہین۔یعنی برہمانڈ بھر مین جو نیم ہین اُن سب نیمون کو وشنو جی مہاراج قائم کرتے ہین اور اُن نیمون کے مطابق دیوتا کارروائی کرتے ہین آکاش کے متعلق نیمون کے مطابق آکاش دیوتا کام کرتے ہین۔ایسے ہی ہر تتو کے دیوتا قواعد کے مطابق اپنا اپنا کام کرتے ہین۔ہر قسم کے اوپادھی کے دیوتا حسب ضابطہ اوپادھی

بنلاتے ہین۔معدنیات۔نباتات۔حیوانات اورانسان سب کے اجسام بنانے والے دیوتا اورمنتظمان کرم علٰحدہ علٰحدہ ہوتے ہین۔ان دیوتاؤن کے ماتحت اور دیوتا ہوتے ہین جواُن کے احکام کے مطابق کارروائی کرتے ہین۔دیوتاؤن کے درجے ومراتب اوراُن کی ترقی کے نیم بھی وشنوجی قائم کرتے ہین۔اسی طرح برہمانڈ کے ہر حصہ مین ترتیب وقوانین جاری ہین۔جہان کہین ترتیب وقانون مین فرق پڑتا ہے اوسکو دیوتا اور مکت پرش اپنی شکتی کے مطابق سنبھالتے رہتے ہین۔جہان بے ترتیبی اورخلاف قانون کارروائی اس درجہ کو پہونچ جاتی ہے کہ وہ نہین سنبھال سکتے تو مہاراج خود حالات کے موزون روپ دھارن کرکے اوسکو سنبھالتے ہین۔جوجس کا سنکلپ ہے وہی اُسکو کما حقہ جانتا ہے اور پورا کرسکتا ہے۔اپنے کل قوانین سے وہی پورا واقف ہوتا ہے پس وہی اُنکو قائم رکھ سکتا ہے۔اُس سنکلپ کی جس حالت مین بے ضابطگی ہوئی ہے اُسی حالت مین پہونچکر حسب قوانین قدرت اُسکو رفع کرسکتا ہے۔اس لیے وشنوجی مہاراج اوتار دھارن کرکے اُس بیضابطگی کو دورکرتے ہین۔بعض کا خیال ہے کہ ایشور قادر مطلق ہے وہ اپنی ہی حالت مین رہکر اوسکو رفع کرسکتا ہے خاص روپ دھارن کرنے کی کیا ضرورت ہے۔چونکہ تمام حالتین اُسکی ہی ہین لہذا وہ سب حالتون مین کام کرسکتا ہے جیس شکتی سے اورجن ضرورتون سے جو حالت قائم کیگئی ہے اُسی حالت مین پہونچکر اوسی شکتی سے اُس بیضابطگی کا دفعیہ ہوناچاہیے ورنہ ترتیب وقانون دونون مین جو اُسی کے بنائے ہوے ہین فرق آجائیگا اورسنکلپ کا ہارج ہوگا اس لیے جب کبھی ایسی ضرورت ہوتی ہے تو وہ خود حالات کے موزون روپ دھارن کرکے اُس بے ترتیبی کو ٹھیک کرتے ہین۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک شریر مین سرب بیاپی ایشور کیونکر رہ سکتا ہے۔
جواب یہ ہے کہ وہ تمام برہمانڈ مین موجود ہے اور تمام برہمانڈ اوسکا شریر ہے۔ یہ ایک شریر بھی اُس برہمانڈ کا ایک انگ ہے جس طرح انسان جس انگ سے چاہتا ہے کام لیتا ہے اُسی طرح ایشور اپنے اس ایک انگ سے حسب ضرورت کام لیتا ہے اوتار لیکر بے ضابطگی اور بے ترتیبی کو دور کرتا ہے۔ دھرم کو قائم کرتا ہے دھرم کا اوپدیش کرتا ہے اور اُن اُسرون کو جو باعث بے ضابطگی تھے ہلاک کرتا ہے۔

العلم قدرۃٌ۔ القدرۃ راحۃٌ۔ لہذا۔ العلم راحۃٌ

سرور ابدی کی موجودگی کی وجہ سے سچدانند کے مرتبہ کو ہی سرور نگر کہا گیا ہے۔
عالم ظہور مین کل کارروائی تین قوتون کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ گیان۔ اِچھا۔ کریا۔ کسی فعل کے آغاز سے پہلے اُس فعل کے فاعل کو اس فعل کی نسبت اُمور ذیل کا علم ہونا لازمی ہے اول یہ کہ اُس فعل سے نتیجہ مطلوب پیدا ہوگا یا نہین دوم یہ کہ اُمین اُس فعل کے کرنے کی قوت ہے یا نہین سنسکرت کا ایک مقولہ ہے کہ اپنی قوت اور مطلب کو سمجھے بغیر کم عقل انسان بھی کسی کام مین مشغول نہین ہوتا جب ان دو امور کا علم ہوتا ہے یعنی مخصوص فعل سے نتیجہ مطلوب متصور ہوتا ہے اور اُسکے کرنے کی قوت بھی انسان اپنے آپ مین پاتا ہے تب اُس فعل کے کرنے کی اِچھا پیدا ہوتی ہے اور اچھا ہونے کے بعد انسان اُس فعل کو کرتا ہے۔ کبھی تو فاعل کی اچھا پوری ہوتی ہے یعنی فعل کا نتیجہ حسب دلخواہ ہوتا ہے کبھی اوسکے خلاف ہوتا ہے۔ اچھا پوری نہونے کے دو سبب ہوتے ہین اول یہ کہ اُس فعل کے پورا ہونے پر بھی نتیجہ مطلوب حاصل نہین ہوتا۔ دوم یہ کہ

قوت کی کمی کے سبب وہ فعل ہی پورا نہین ہوتا۔ فعل کا پورا نہونا یا اُس سے نتیجہ مطلوب پیدا نہ ہونا ان دونون کی وجہ علم کی خامی ہوتی ہے یا تو ہم اپنی قوت کا اندازہ ٹھیک نہین کرتے یا فعل کے نتیجہ کے سمجھنے مین غلطی کرتے ہین۔ جب تک ہم مین علم کی خامی ہے ہم اپنی اچھا پورا کرنے پر قادر نہین ہوسکتے۔ قدرت ہمیشہ علم سے پیدا ہوتی ہے۔ روزمرّہ کے تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہماری اچھا پوری ہوتی ہے تو ہم کو راحت ہوتی ہے اور جب ہماری اچھا پوری نہین ہوتی تو ہمکو رنج ہوتا ہے لہٰذا جسقدر ہم اپنی اچھا پوری کرنے پر قادر ہون گے اُسیقدر ہمکو راحت حاصل ہوگی۔ راحت ہمیشہ قدرت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سرور کے حصول اور رنج سے رہائی کے دو ہی وسیلے ہوسکتے ہین۔ اول یہ کہ ہم اپنی اچھا پوری کرنے پر قادر ہون۔ دوم یہ کہ ہمکو کسی شی کی اچھا ہی نہو ع

راضی ہین ہم اُسی مین جسمین تری رضا ہو

ہم روزمرہ کے تجربہ سے یہ بھی دیکھتے ہین کہ جسقدر ہمارا علم زیادہ ہوتا ہے اُسیقدر ہم اپنی اچھا پوری کرنے پر قادر ہوتے ہین چونکہ ہمارے علم مین خامی ہے لہٰذا جب تک ہمارا علم مکمل نہوگا ہمکو راحت کا یہی ذریعہ ہوسکتا ہے کہ ہم اپنی کل خواہشات کو دور کرکے ہمیشہ اپنی حالت موجودہ مین مگن رہین ع

زمانہ باتو نسازد تو با زمانہ بساز

جب ہم کو کسی شے کی خواہش نہ رہے تو خواہش پوری نہ ہونے سے جو رنج ہوتا ہے وہ ہمکو ہرگز نہوگا۔ علاوہ برین خواہش کے نہونے سے اطمینان قلب حاصل ہوگا اور اطمینان کی وجہ سے علم کی زیادتی ہوگی اور علم سے قدرت حاصل ہوگی اور قدرت سے اچھا پوری ہوگی

اور اچّھا پوری ہونے سے ہمکو راحت حاصل ہوگی۔ مگر جس کو علم کل حاصل ہے اور علم کی وجہ سے اپنی اچھا پوری کرنے پر قادر ہے اُسکی اچّھا پوری ہونے مین کوئی شئی ہارج ومانع نہین ہوسکتی۔ لہذا کوئی شئے اُسکے سُرور مین مخل نہین ہوسکتی۔ سُرور مین خامی اُسی وقت ہوتی ہے کہ جب اچّھا پوری نہین ہوتی لہذا سچدانند کے سُرور مین جو اپنی اچّھا پوری کرنے پر ہمیشہ قادر ہے کبھی خامی نہین ہوسکتی۔ اسی لیے سچدانند کے مرتبے کو سُرور نگر کے نام سے خطاب کیا گیا۔ جب انسان اس مرتبہ کو پہونچتا ہے تب اُسکو سرور نگر کی بود وباش نصیب ہوتی ہے۔ شانتی پور کی ریاست کے بغیر آزاد نگر کی ریاست نصیب نہین ہوتی اور آزاد نگر کی ریاست کے بغیر سرور نگر کی ریاست نصیب نہین ہوتی۔ لہذا انسان کو ترک وتجرید کے ذریعہ سے شانتی پور کی ریاست اختیار کرنی چاہیے۔ یہی ایک ذریعہ حصول سچدانند کا ہے۔

خاتمہ

جس انسان کو سگِ دُنیا نہ پایا
فرشتہ اُس کے ہم پایہ نہ پایا

ایک روز مین نے بھیشم پہاڑ کی سیر کا ارادہ کیا۔ شانتی پور کے کل پہاڑون مین یہ پہاڑ سب سے زیادہ بلند و پرفضا ہے۔ بستی سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہی۔ شانتی پور کے باشندے اسکو ٹھنڈا پہاڑ بھی کہتے ہین کیونکہ بوجہ بلندی یہان سردی زیادہ ہوتی ہے بستی کے اکثر اصحاب یہان بطور سیر و تفریح جاتے ہین اور بشرط فرصت دو چار روز قیام کرتے ہین اور اس گلزار پر بہار سے لُطف اُٹھا کر واپس آتے ہین۔

روایت ہے کہ مہاراج بھیشم پتامہ نے اس پرفضا مقام پر بیٹھکر کسی وقت تپ کیا تھا جسکی وجہ سے یہ جگہ پاک و متبرک سمجھی جاتی ہے۔

موسم بہار تھا اور صبح کا خوشگوار فرحت افزا وقت۔ راستے مین ہر دو جانب سبزہ لہلہا رہا تھا۔ بوٹیان مہک رہی تھین۔ خوش رنگ پرندے درختون پر چہک رہے تھے۔ جابجا سنگ مرمر کے گوکھی و شیر دہان چشمون سے صاف اور ٹھنڈا پانی جاری تھا جو اس گلشن پر بہار کو سبز و شاداب کرتا تھا۔ درختون کی پتیون کے جھروکون سے جو دھوپ آتی تھی عجیب لطف دیتی تھی۔ مین اس گلزار پر بہار کی سیر کرتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر پہونچا جو ایک خوشنما اور خوش منظر مقام ہے۔ یہان سے بوجہ بلندی دور دور کے پہاڑ نظر آتے ہین۔ صبح کے وقت قبل از طلوع آفتاب برفستان کے

پہاڑ بھی دکھائی دیتے ہین۔ اکثر صاحب دور بین لیکر ان پہاڑون کو دیکھنے جایا کرتے ہین چوٹی پر پہاڑ کاٹ کر ایک وسیع چوک بنایا ہے کہ جسکے ایک جانب ایک مکان مسافرون کے آرام کے لیے تعمیر کیا ہے اور چند لوہے کی تپائیان اس چوک مین جابجا نشست کے لیے پڑی ہین۔ مین اس دلکش آرام گاہ مین جا اُترا۔ کچھ آرام کے بعد کھانا کھایا چشمہ کا سرد و شیرین پانی پیا تکان رفع ہوئی اور دل کو تسکین ہوئی۔ ایک کمرہ مین چند الماریون مین چیدہ کتابین چُنی تھین بیچ مین ایک میز لگی تھی جسکے گرد چند کرسیان پڑی تھین منتظم صاحب سے کنجی لیکر مین کتابون کو دیکھنے لگا بعد کو بھگوت گیتا لیکر عرصہ تک پڑھتا رہا۔ شام ہوئی تو پہاڑ کے ایک گوشہ مین ایک آرام چوکی پر جا بیٹھا اور اس سبزہ زار کا نظارہ کرنے لگا۔ دُور دُور تک پہاڑ نظر آتے تھے جو سبزے سے بھرے پُرے تھے اِن کو دیکھکر دل خوشی کے مارے جامہ مین نہ سماتا تھا۔ کچھ عرصہ تک مین محو نظارہ رہا بعد کو چاند طلوع ہوا اور اپنی ٹھنڈی کرنون سے دل کو فرحت دینے لگا۔ ہر جگہ دودھ سی چاندنی چھا گئی۔ کل قدرت پر خاموشی کا عالم طاری ہوگیا عجیب عالم سُرور تھا کہ بیان مین نہین آسکتا۔ مین اس عالم نشاط مین مسرور ہو رہا تھا کہ آہستہ آہستہ خود فراموشی کی کیفیت پیدا ہونے لگی اور آخر کار حالت وجد طاری ہوئی جسم کثیف سے آزاد ہوکر مین جسم لطیف کے ذریعہ ہوا پر اُڑنے لگا۔ اُڑتے اُڑتے برج کی سُہانی پر فضا بھومی مین پہونچا جس مین جمنا جی مع اپنی نقرئی لہرون کے رواں تھین اور ہر دو جانب خوشنما جنگل سبزے سے پر تھا۔ بندرابن کے عالیشان مندرون مین گھنٹے بج رہے تھے اور شام کی آرتی ہو رہی تھی۔ جمنا جی کے کنارے صاف خوشنما ریتی چاندنی مین عجیب لطف دے رہی تھی جی چاہتا تھا کہ اُس مین خوب لوٹون۔ وہان سے اُڑکر مین دوسرے مقام پر پہونچا کہ جہان جنگل مین چکنی مٹی کا ایک وسیع ہموار خوشنما گول چوک تھا

اس چوک کے ایک جانب جمنا جی بہہ رہی تھین اور باقی تین طرف گھنا جنگل تھا جس مین سبزہ لہلہا رہا تھا اور گلون کی بو سے ہوا مہک رہی تھی۔ چاندنی مین یہ مقام ایسا خوبصورت سہانا معلوم ہوتا تھا کہ بیان مین نہین آسکتا۔ خموشی چھائی ہوئی تھی اور دل پر ایک عجیب سُرور کی کیفیت طاری تھی۔ مین اُس پرفضا مقام کا لُطف لے رہا تھا کہ جمنا پار کے جنگل سے مُرلی کی بہت شیرین اور سُریلی آواز آنے لگی اور اُسمین سے ایکو ہم کبھو سیام کی دُھن نکلتی تھی۔ مین ہمہ تن گوش ہوکر سُننے لگا۔ اتنے مین سنسناہٹ شروع ہوئی اور کسی کی آمد آمد کا پیام دینے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی مخلوق ہوائی مرکب پر سوار اس جانب آرہا ہے۔ محو حیرت ہوکر مین ایک درخت کی آڑ مین کھڑا ہوگیا۔ چند لمحے گذرے ہونگے کہ ایک عجیب دلفریب نظارہ میری آنکھون کے روبرو آموجود ہوا۔ دیکھتا کیا ہون کہ ہزارون لاکھون کرورون بہت چھوٹے چھوٹے دلفریب مخلوق خوشنما ریشمی پوشاکون مین ملبوس اس چوک پر آاُترے۔ وہ ایسے چھوٹے تھے کہ ہر ایک چھوٹے ذرّے کا ہزاروان حصہ مشکل سے ہوگا۔ جسمِ لطیف مین ہونے کی وجہ سے میری چشم بصیرت کُھل گئی تھی۔ اس لیے یہ چھوٹے لطیف مخلوق مجھکو بخوبی نظر آتے تھے ہر ایک ایسے شکیل تھے کہ بیان مین نہین آسکتا۔ ریشمی بسنتی لباس پہنے ہوے خوشدل خندان وشادان چست وچالاک افزونی راحت کے سبب جامہ مین نہ سماتے تھے۔ اُن کے منور جسم بسنتی پیراہن کے اندر چاندنی مین ایسے جھلکتے اور خوشنما معلوم ہوتے تھے جیسے بسنتی ہانڈی یا فانوس۔ سب نے ہاتھ مین ہاتھ ڈال کر جُدا گانہ حلقے بناکر رقص شروع کیا۔ اُن کے سبک با حرکات تبسم کنان چہرے بامعنی اشارے اور کنائے دل کو ایسا لُبھاتے تھے کہ بیان سے باہر ہے۔ مرلی کے سریلے سُر کے ساتھ یہ گوپیان اس عمدگی اور خوبی سے ناچتی تھین کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے

جیسا جیسا تال سر بدلتا جاتا تھا ویسے ہی اُنکی گتون مین تبدیلی ہوتی جاتی تھی۔ کچھ دیر کے بعد مُرلی کی لے تبدیل ہوئی اور یہ حلقے توڑ کر رقاصون نے نئی لے کے بموجب نئے حلقے بنا کر ناچنا شروع کیا اس طرح مختلف سُرون کے مطابق حلقہ بنا بنا کر رقص ہوتا رہا۔ گوپیان ناچتی تھین اور مُرلی کے سُریلے سُر کے ذریعہ سے اونکی رہنمائی ہوتی تھی۔ مین نے ایک گوپی سے پوچھا کہ تم اسقدر تو چھوٹی ہو مگر باوجود ضعیف الجثہ ہونے کے اسقدر خوش و بشاش ہو اسکا کیا سبب ہے مُسکرا کر بولی مجھکو آپ اوپادھی کی وجہ سے چھوٹا سمجھتے ہین مجھمین انتہا درجہ کی ترقی کی قابلیت ہے آپ میری طرف ذرا نظر غور سے دیکھیے تو آپ کو میری اصل کیفیت معلوم ہوگی۔ جمادات نباتات حیوانات و انسان مین گذرتی ہوئی مین کسی وقت مرکز کائنات بنونگی اور بہت سے نظام شمسی کے حلقون کی اپنے گیان شکتی کے ذریعہ رہنمائی کرونگی۔ بہت سے برہما میرے زیر ہدایت عالمہائے مختلف کے خالق ہونگے اور بہت سے وشنو میری آنکھ کے اشارے کے موافق اونکا پالن کرینگے اور بہت سے شیو میری ہدایت کے مطابق اُنکا سنگھار کرینگے۔ مجھے آپ چھوٹا نہ سمجھیے میری قوت میرے علم میرے سرور کی انتہا نہین پس مین خوش و خرم کیون نہ ہون کسی نے خوب کہا ہے ؎

ذرہ کا بھی چمکیگا ستارہ
قائم جو زمین و آسمان ہے

کچھ عرصے مین یہ رقص ختم ہوا اور یہ گروہ میدان کے ایک جانب جا کر بیٹھ گیا اور دوسرا گروہ اُسی قد و قامت کا آموجود ہوا صرف لباس مین فرق تھا۔ اول گروہ کا لباس گہرے سبز رنگ ریشم کا تھا مگر اس گروہ کا لباس قدرے ہلکے سبز رنگ ریشم کا تھا۔ کچھ صورتون شکلون مین بھی فرق تھا مگر بہت خفیف مثل پہلے گروہ کے یہ بھی رقص کر کے اول گروہ کے قریب جا بیٹھا۔ اسطرح

آٹھ اور گروہ یکے بعد دیگرے آئے اور رقص کرکے پہلے دو گروہون کے پاس جا بیٹھے ہر گروہ کا لباس درجہ بدرجہ ہلکے بیجنی رنگ کا تھا اور صورتون مین خفیف فرق تھا جس سے مختلف گروہون کا فرق بخوبی ظاہر تھا۔ جب یہ دس گروہ رقص کرکے بیٹھ گئے تو ایک اور گروہ آیا جسکا لباس گہرے نیلے ریشم کا تھا اور قد و قامت مثل پہلے گروہون کے تھا۔ ان شکل و صورت مین قدرے اختلاف تھا۔ جب اس گروہ کا رقص ختم ہوا تو نو اور گروہ یکے بعد دیگرے آئے اور رقص کرکے بیٹھ گئے۔ اُن کے لباس درجہ بدرجہ ہلکے نیلے ریشم کے تھے۔ بعد کو دس اور گروہ آسمانی ریشم کے لباس مین ملبوس مثل پہلے گروہون کے آئے اور رقص کرکے بیٹھ گئے۔ اسکے بعد دس گروہ سبز ریشمی لباس مین ملبوس آئے اور رقص کرکے بیٹھ گئے۔ بعد کو دس گروہ زرد ریشم کے لباس پہنے ہوے آئے اور رقص کرکے بیٹھ گئے۔ پھر دیگر دس گروہ نارنجی ریشم کی پوشاک پہنے ہوے آئے اور رقص کرکے بیٹھ گئے۔ اسکے بعد دس اور گروہ یکے بعد دیگرے سرخ ریشم کے لباس پہنے آئے اور رقص کرکے بیٹھ گئے۔ اس طرح ستر گروہ مختلف گوپیون کے مختلف لباس پہنے ہوے رقص کرکے برابر برابر بیٹھ گئے۔

بعد کو مرلی کی دھن پھر تبدیل ہوئی اور مختلف گروہون کی گوپیان آپس مین مل کر حلقے بنا کر رقص کرنے لگین۔ ان گوپیون کے مختلف لباس نیلے پیلے بیجنی نارنجی وغیرہ رقص کے حلقون مین جھلکتے اور نہایت خوشنما معلوم ہوتے تھے۔ اس طرح یہ گوپیون کے مختلف مجموعی گروہ یکے بعد دیگرے رقص کرنے لگے۔ اُن کے رقص کو دیکھکر عجیب لطف آتا تھا ایک طلسم اُن کے رقص مین یہ تھا کہ بعض حلقے سے ہوا برآمد ہوتی تھی کسی حلقے سے پانی کی دھارین نکلتی تھین کسی حلقہ سے شعلے نکلتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

اسکے بعد مرلی کی دھن تبدیل ہوئی اور ان گوپیون نے آپس مین ملکر نظام شمسی بنا کر

رقص شروع کیا۔ ایک آفتاب کے گرد سات سیارے اور سیارون کے گرد اُن کے چاند گھومتے تھے ایسے بشمار برہمانڈ حلقون مین رقص کرتے تھے اور اُن کے اس رقص سے نہایت شیرین سُریلے خوشگوار راگ راگنی برآمد ہوتے تھے۔

مُرلی کی دھن پھر تبدیل ہوئی اور سُرخ رنگ کی گوپیان باہم ایسی جمپٹ گئین کہ لعل و عقیق بنکر حلقہ بناکر ناچنے لگین۔ اسی طرح دیگر رنگ کی گوپیان مل کرا ور نیلم زمرد پکھراج وغیرہ بن کر خوشنما حلقون مین رقص کرنے لگین۔ بعد کو ان نیلم پکھراج زمرد عقیق وغیرہ نے آپسمین مل کر مختلف حلقے بناکر ناچ شروع کیا۔ ان رنگارنگ گوپیون کے حلقون کو دیکھکر عجیب لطف آتا تھا۔ یہ گوپیان کبھی گول حلقے بناکر ناچتی تھین کبھی ہشت پہلو کبھی مربع کبھی مستطیل مختلف اقلیدس کی شکلون مین رقص کرتی تھین۔ مین نے ایک نیلم سے پوچھا کہ تم ایسے بشاشش کیون ہو۔ اُسنے جواب دیا کہ مین سراپا روح ہون اور روحانیت سے بھرا ہوا ہون یہ تو آپ جانتے ہین کہ اصلی راحت روح مین ہے لہٰذا مین سراپا سرور ہون جو شخص مجھکو اپنے جسم سے لگائے رہے وہ تھوڑے عرصے مین ایسا روحانی ہوجاوے کہ ذات باری کی قربت سے فیضیاب ہوکر ہمیشہ مسرور رہے۔ جس انسان کی طبیعت میرے مزاج کے موزون ہوتی ہے وہ تو میرے سنگ سے خوش و خرم ہوتا ہے مگر جسکی طبیعت میرے مزاج سے میل نہین کھاتی وہ بجائے خوش و خرم رہنے کے حیران و پریشان رہتا ہے لہٰذا اپنی طبیعت کے مطابق نیلم تلاش کرکے انسان کو اپنے پاس رکھنا چاہیے۔

اسکے بعد مرلی کی دُھن تبدیل ہوئی اور ان گوپیون نے باہم دگر مختلف بوٹیون کی شکلین اختیار کرکے رقص شروع کیا۔ نہایت خوشنما حلقے بناکر بڑی خوشی کے ساتھ ناچتی تھین۔

اُن کی سبز سُرخ نیلی پیلی پتیان بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتی تھین اور ان پتیون کے اندر اُن کے تاثیر و خواص ایسے جھلکتے تھے جیسے فانوس مین شمع۔ ایک بوٹی دھانی رنگ کے لباس مین ملبوس بہت خوش و بشاش میری طرف آنکلی مین نے اُس سے پوچھا کہ تم اسقدر بشاش کیون ہو۔ جواب دیا کہ مین خوش و بشاش کیون نہ ہون مجھکو پروردگار نے ایسی ہمدردی و فیض رسانی عطا کی ہے کہ ذی روح کا دُکھ درد فوراً دور کرتی ہون روتے ہوئے شخص کو ہنسا دیتی ہون جلد پر لگانے سے پھوڑا پھنسی کو سُکھا دیتی ہون اور معدہ مین پہونچتے ہی جسم کے اندرونی دُکھ درد کو دفع کر دیتی ہون صرف اپنی مہک سے دماغ کو اسقدر تسکین دیتی ہون کہ انسان مثل میرے تر و تازہ خوش و خرم ہوجاتا ہے ع

طریقت بجز خدمت خلق نیست	

یہ جو میرے پیرہن کے اندر آپ میرے خواص دیکھتے ہین ان خواص کے اندر غور سے دیکھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ میرا قلب محبت و ہمدردی سے لبریز ہے۔ پس مین اس رحمت الٰہی پر کیون نہ نازان ہون۔ یہ کہکر حلقۂ رقص مین جا شریک ہوئی اور رقص کرنے لگی۔ ایک اور بوٹی سے مین نے پوچھا کہ تمھارا کیا نام ہے اور تم مین کیا وصف ہے ہنسکر بولی میرا نام سوم لتا ہے مین انسان کو صحت و فرحت عطا کرتی ہون ضعیف آدمی کو جوان بنا دیتی ہون میری بدولت انسان فرشتہ ہوجاتا ہے میرے عرق کو پی کر وجد کی حالت طاری ہوتی ہے اور انسان کو طبقات اعلیٰ کی سیر نصیب ہوتی ہے۔ ضابطہ دیندار انسان کو مین ذات باری کے در دولت تک پہونچا دیتی ہون۔ اسکے بعد بدستور ناچنے لگی۔

بعد کو مرلی کی دُھن تبدیل ہوئی اور پھر بوٹیان انواع و اقسام کی تبسم کنان کلیان اور خندان پھول بنکر رقص کرنے لگین خوشبو کی لپٹین اُن کے رقص سے نکلتی تھین اور دماغ کو معطر کرتی

تھین۔ بیلا چنبیلی گلاب جوہی موتیا وغیرہ آپس مین ملکر ہاتھ مین ہاتھ ڈالے بہت خوبی
کے ساتھ رقص کرتے تھے۔ اول ایک قسم کے پھولون کا رقص ہوتا رہا مثلاً صدہا قسم کے
رنگون کا گلاب ناچتا رہا۔ اسی طرح دیگر صدہا قسم کے پھول رقص کرتے رہے۔ بعد کو مختلف
قسم کے پھولون نے ملکر قوس قزح کے سے حلقے بنا کر ناچنا شروع کیا۔ اُن کے رقص مین
عجیب سرور آتا تھا۔ بعد کو یہ گویا ان مل کر پھلون کی شکل بن کر ناچنے لگین سیب سنترہ سفری
سیتا پھل۔ آم۔ آڑو۔ انار۔ انگور۔ انناس۔ لوکاٹ۔ لیچی۔ نارنگی۔ ناسپاتی وغیرہ بڑی خوشی کے
ساتھ مل کر حلقون مین رقص کرتے تھے۔ بعد کو پھول پھل بیچ بیچ مین نیلم زمرد وغیرہ ایک ہی
حلقہ مین بہت خوبصورتی سے رقص کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے مونگا موتی
زمرد اکثر قلمی کی مجموعی مالا بنائی ہے۔

اسکے بعد مرلی کی دھن پھر تبدیل ہوئی اور یہ گویا ان انواع و اقسام کے جانور بن کر ناچ
کرنے لگین۔ اول بہت اقسام کے سبز کیڑے رقص کرنے لگے انکو دیکھنے سے یہ تمیز مشکل سے
ہوتی تھی کہ یہ نباتات ہین یا حیوانات۔ اُن کے اشکال نباتات کے مشابہ تھے مگر کچھ حرکات
سے حیوانات معلوم ہوتے تھے۔ بعد کو طرح طرح کے حشرات الارض کا رقص شروع ہوا جسطرح
راجنی کھرباکی گت پر اپنے جسم کو مختلف پیچ و خم دیکر رقص کرتی ہے اسی طرح مرلی کی دھن کے
ہمراہ یہ کیڑے اپنے اجسام کو پیچ و خم دیکر بہت ہی عمدہ رقص کرتے تھے۔ جو مجھکو پہلے بہت
کریہ منظر معلوم ہوتے تھے۔ اُن کو جب مین نے غور سے دیکھا تو سراپا پیرایۂ صنعت و حکمت کاملہ
پایا۔ اسکے بعد گلہریون کا ناچ شروع ہوا۔ اُن کے تیز قدم سبک پا حرکات بہت ہی خوشنما معلوم
ہوتے تھے ایسی تیزی و جلدی سے حلقہ بدلتی تھین جیسے دل مین خیالات تبدیل ہوتے ہین
کبھی کودتین کبھی اُچھلتین کبھی دوڑتین مگر اُن کے حلقے بدستور قائم رہتے اور مرلی کی

دھن سے کبھی تجاوز نہ کرتے تھے۔ اسکے بعد بندرون کا ناچ شروع ہوا۔ بندرون کی تیزی و چستی تو معلوم ہی ہے اسی لیے اُن کو یون تیر کہتے ہین یہ جانورون مین نوع انسان کا نمونہ ہین۔ اعلیٰ درجہ کے بندر اور ادنیٰ درجہ کے انسانون مین بہت کم فرق ہوتا ہے۔ اسی لیے بعض حکمار کا خیال ہے کہ انسان بندرون کی اولاد ہے۔ اُن کے تیز سبک با حرکات حلقون کی جلد جلد تبدیلی ہاتھون کے اشارے بہت دلچسپ معلوم ہوتے تھے۔ مین نے ایک بندر سے پوچھا کہ تم اسقدر بشاش کیون ہو۔ جواب دیا کہ ہم یون تیز ہین۔ پروردگار نے ہمکو ایسی قوت و تیزی اور چستی عطا کی ہے کہ ہم درختون کی شاخون پر کودتے پھرتے ہین جہان چاہتے ہین جاتے ہین ہمارا کوئی محل نہین ہو سکتا۔ سبزہ زارون مین رہتے اور نہایت لذیذ پھل کھاتے ہین۔ علاوہ برین ہماری اولاد مین علما و فضلا زمانہ ہین۔ علمی تحقیقات سے ہم کو یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ ہماری اولاد اس اعلیٰ مرتبہ کو پہونچی اُسکے لیے ہم ہزار ہزار شکریہ ڈارون صاحب کا تہ دل سے ادا کرتے ہین لہذا ہم بشاش کیون نہون۔

اسکے بعد مرلی کی لے پھر تبدیل ہوئی اور یہ گویان حضرت انسان اشرف المخلوقات مظہر اتم باری تعالیٰ بن کر رقص کرنے لگین۔ اول حبشیون کا رقص شروع ہوا۔ سیاہ چہرہ سُرخ لب چمکتی ہوئی آنکھین۔ ایسے خوش و بشاش تھے کہ گویا دنیا کی بادشاہت اُن کے ہاتھ لگی ہو مثل بندرون کے کودتے اور اُچھلتے تھے اور ایسی تیزی سے ناچتے تھے کہ دیکھنے ہی سے سمجھ مین آسکتا ہے۔ اسکے بعد بہت مہذب انسانون کا ناچ شروع ہوا۔ اُن مین مثل حبشیون کے تیزی تو نہ تھی مگر اُن کی حسین صورتین اور زردوزی لباس جواہرات کے زیور تبسم کنان چہرے نازک اور سنجیدہ حرکات دل کو لبھاتے تھے اکیلے دو دو اور زیادہ مل کر حلقے بنا کر ایسے باقاعدہ گتون پر ناچتے تھے کہ بیان نہین ہو سکتا۔ اسکے بعد مین نے دیکھا کچھ بھگت لوگ مہاراج کا کیرتن کر رہے تھے۔

اور ایسے محو ہو رہے تھے کہ اُن کو یہ خبر نہ تھی کہ وہ کون ہین اور کہان ہین ایسے سُریلے پد گان کرتے تھے کہ بیان مین نہین آسکتا۔ اُن کے سریلے پریم بھرے گانے کو سُن کر طبیعت عالم زیرین سے عالم بالا کی طرف عروج کرتی تھی یہی جی چاہتا تھا کہ رات دن اُنکا گانا سُنا کرے۔ مین نے ایک بھگت سے پوچھا کہ تم ایسے مگن کیون ہو۔ جواب دیا کہ میرے دل کے اندر سرور کا چشمہ اُبل رہا ہے لہذا مین مگن کیون نہون۔ افسوس انسان اپنے باطن کی طرف متوجہ نہین ہوتے بیرونی خیالی راحتون مین پھنسے رہتے ہین کہ جسکا انجام ہمیشہ رنج ہوتا ہے۔ یہ سرور کا چشمہ ہر فرد بشر کے دل مین موجود ہے مگر وہ اسکی طرف توجہ نہین کرتا۔ کاش مین ہر انسان کو یقین دلا سکتا کہ وہ راحت کی کان ہے جیسے کسی شخص کے گھر باپ دادا کا بہت بڑا دفینہ جمع ہو مگر اُسکو خبر نہ ہونے سے وہ اُس سے قطعی مستفید نہین ہوتا اور ہمیشہ مصیبت مین زندگی بسر کرتا ہے اسی طرح ہم لوگ اپنی میراث سے ناواقف اور اپنے سراپا سرور انا الحق کے مرتبہ سے بے خبر ہمیشہ رنج والم مین گرفتار رہتے ہین اور باوجود سچدانند ہونے کے اپنے آپ کو ہاڑ مانس سمجھتے ہین۔ یہ کہکر وہ مثل بچھڑے کے افرط انبساط سے کودنے لگا۔

اسکے بعد مین نے دیکھا کہ چند وجیہ بزرگ سادہ سفید ریشم کا لباس پہنے اکثرون کے لانبے بال اور داڑھی جدھر سے مرلی کی آواز آتی تھی اُدھر کو رُخ کیے ہوے بہت سنجیدگی سے صف باندھے ہاتھ مین ہاتھ ڈالے نہایت شیرین سُریلی آواز سے مناجات ذیل پڑھ رہے تھے۔ اُنکے سنجیدہ نورانی چہرے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ ذات باری کی قربت کے لائق یہی لوگ ہین اُنکی صورت دیکھنے سے دل پر عجیب پاک اثر طاری ہوتا تھا اور دل شہادت دیتا تھا کہ یہی کاملین اور جیون مکت ہین۔ اُن کے دائین بائین مؤدب کھڑے دیبی دیوتا جن کے لباس قوس قزح کی طرح رنگا رنگ مثل بجلی کے دمکتے تھے مہاراج کا دھیان کر رہے تھے۔

مناجات

اے مرکزِ جملہ گیان وآنند
اے چشمۂ فیضِ سچدانند

صورت گر مشتِ خاکِ آدم
نقاش مرقعِ دو عالم

جب عالم سرمدی مین تو تھا
سب ارض وسما مقام ہو تھا

رحمت کا تری ہوا اشارہ
چمکا یہ وجود کا ستارہ

وحدت نے دکھائی شانِ کثرت
خلوت سے عیان ہوئی یہ جلوت

خورشید نے تاج سر سنبھالا
پانی سے زمین نے سر نکالا

مٹی سے ہوئے پہاڑ ظاہر
جھولی مین لیے ہوئے جواہر

گل جام بکف بڑھا چمن مین
کرنے لگی وجد روح تن مین

یہ شان وشکوہ بزمِ خلقت
یہ جلوۂ حُسنِ پاک قدرت

تیرے یہ خیال کا ہے اظہار
تیرا یہ جمال ہے نمودار

یعنے کہ یہ ہے ظہور تیرا
پھیلا ہر سو ہے نور تیرا

تو جلوۂ نور عکس ہین ہم
فانوسِ خیال ہے یہ عالم

تو رنگ بہار ہے چمن مین
تو شعلۂ شمع انجمن مین

جو تجھ سے ملائے راہ وہ ہے
دیکھے جو تجھے نگاہ وہ ہے

جس دل مین نہین سرور تیرا
ہرگز یہ نہین قصور تیرا

آبِ لبِ جو نہو جو شفاف
آتا نہین عکسِ گل نظر صاف

گر دیدۂ معرفت ہو روشن
گوشہ ہو مکان کا دشتِ ایمن

چشمے ہین ترے کرم کے جاری — مقبول ہو یہ دعا ہماری
جام مے معرفت پلا دے — آئینۂ قلب کو جلا دے
آنکھون مین سمائے نور تیرا — ہر وقت رہے سرور تیرا

اس منوہر راس لیلا کو دیکھکر میری یہ تمنا ہوئی کہ مرلی دھر مہاراج کے چرن کمل کے درشن نصیب ہوتے۔ اتنے مین حالت وجد رفع ہو گئی اور مین جسم لطیف سے جسم کثیف مین آگیا۔ دیکھتا کیا ہون کہ بھبشم پہاڑ کے چوک مین آرام کرسی پر بیٹھا ہوا نیم بیدار آنکھین مل رہا ہون۔ کچھ لمحے گذرے ہونگے کہ سخت کریہہ شور کان مین پہونچا اور مین غنودگی سے چونک اُٹھا۔ دیکھتا کیا ہون کہ ہردوار مین گنگا جی کے کنارے ریتی پر بیٹھا ہون اور قریب دو کتے زور سے بھونکتے ہوے آپس مین لڑ رہے ہین۔ شاید اس خیال سے کہ جب مین اپنے دھیان سے فارغ ہونگا تو کھانا کھاؤنگا اور کچھ اُن کو بھی دونگا۔ اس امید موہوم پر وہ آپس مین لڑتے اور بھونکتے تھے کہ ایک علیحدہ ہو جائے تو دوسرا کل کا مالک ہو۔ افسوس یہی ہماری حالت ہے کہ خود غرضی سے معمور بے بنیاد دنیوی راحت کی امیدون پر اپنے عزیز بھائیون سے لڑتے اور سر پھوڑتے ہین۔ اے انسان اپنی عظمت کو پہچان ؀

فرشتون کی عبادت کا مصلی ہے ترا دامن
اگر آلودگی دنیا کی اُسکو پاک رہنے دے

تمام شد

کتاب ملنے کا پتہ

۱۔ مینیجر تھیوسوفیکل پبلشنگ سوسائٹی بنارس۔ ۲۔ مینیجر نولکشور پریس لکھنؤ

ا — ملفوظات

[illegible]

[illegible] ملفوظات [illegible]